وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْ بَعْدِى اسْمُهٗ اَحْمَدُ ط (الصَّفُ)

اَصحاب احمد

جلد ششم

مؤلفہ

صلاح الدین ملک ایم۔اے

فہرست عناوین

اصحابِ احمد جلد ششم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم　　　　　　نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہٖ الکریم

وعلٰی عبدہ المسیح الموعود

عرضِ حال

الحمد اللہ کہ اس جلد میں احباب کرام کی خدمت میں ایک جلیل القدر صحابی حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب اور آپ کے دوفرزندان اور ایک صاحبزادی اور ایک بہو کے تفصیلی سوانح پیش کرنے کی توفیق پا رہا ہوں۔ ضمناً ۳۱۳ صحابہ میں سے قریباً پون درجن دیگر صحابہ کا ذکر بھی آ تا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ حضرت قاضی صاحب کی عظمت کا اندازہ ذیل کے امور سے ہوتا ہے۔

۱۔　آغاز بیعت سے چار سال قبل ۱۸۸۵ء میں آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وابستگی کا موقع ملا۔

۲۔　مارچ ۱۸۸۹ء میں بیعت کا آغاز ہونے پر چند دن کے اندر آپ نے بیعت کر لی۔

۳۔　آپ اور آپ کے دونوں صاحبزادگان ہی نہیں بلکہ آپ کے ذریعہ بیعت کرنے والے اور متعدد اصحاب بھی ۳۱۳ صحابہ کے مقدس زمرہ میں شمار ہوئے۔

۴۔　حضرت اقدسؑ نے آپ کو قادیان ہجرت کر آنے کی تحریک فرمائی۔

۵۔　حضرت اقدسؑ کو بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے آپ کے انتقال کی خبر دی۔

حضرت قاضی صاحبؓ کے نبیرہ استاذی المحترم قاضی عبدالسلام صاحب بھٹی صدر جماعت احمدیہ۔ نیروبی۔ مشرقی افریقہ نے میری درخواست پر مہربانی کر کے مواد مہیا فرمایا جسے ان کے بڑے بھائی مکرم قاضی بشیر احمد صاحب (احمد کمرشل کالج۔ راولپنڈی) نے ملاحظہ فرمایا۔ اور از راہ کرم حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب بھٹی (سابق ناظر ضیافت) ربوہ نے مطالعہ کر کے مفید اضافے فرمائے۔ فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء۔

خاکسار نے بوقت تالیف نئی پود کی خاطر بہت سے واقعات کا پس منظر بھی بیان کر دیا ہے۔

قارئین کرام! جلد ہذا میں بفضلہٖ تعالیٰ بہت سی ایسی معلومات پائیں گے۔ جو قبل ازیں سلسلہ کے لٹریچر میں پہلی بار شائع ہو رہی ہیں۔ جن کا ایک حصہ حضرت قاضی صاحبؓ و قاضی عبدالرحیم صاحبؓ کے روزنامچوں سے حاصل ہوا ہے۔ ایک روزنامچہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک الہام کی بھی تصدیق ہوئی ہے۔

جوایک بعد کی روایت کی بناء پر تذکرہ میں درج ہوا ہے۔اوراس بارہ میں خاکسار نے ایک اور تصدیقی روایت بھی شامل کی ہے۔

حضرت عرفانی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے مفید وجود سے محرومی کے باعث میں کتاب ہذا میں بہت سی خامیاں پاتا ہوں۔جن کی اصلاح کا کوئی سامان نہیں ہوسکا۔اس لئے معذرت خواہ ہوں۔احباب دعاؤں سے امداد فرمائیں۔تا اللہ تعالیٰ باحسن طریق اور بحُسن نیّت اصحاب احمدؑ کے کام کی سرانجام دہی کے سامان مہیا فرماتا رہے۔**واللّٰہ المُستعان و علیہ توکلت و الیہ اُنیب۔**

مجھے دو مشکلات کا خصوصاً سامنا ہے۔ایک تالیفات کے خریداران کی کمی۔دوسرے اپنے بزرگان کے سوانح بتانے سے اکثر افراد کا تغافل۔مثلاً اصحاب احمد جلد پنجم کے حصہ دوم کی تکمیل کے لئے حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحبؓ سے گہرا تعلق رکھنے والوں میں سے ایک کثیر تعداد کو خطوط لکھے گئے۔تا آپ کی سیرۃ کے متعلق کسی نہ کسی واقعہ سے مطلع کریں۔لیکن کسی ایک نے بھی توجہ نہیں کی۔اللہ تعالیٰ ان مشکلات کو رفع فرمائے۔آمین۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلّہ العالی۔مکرم مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ (امیر صوبائی سابق صوبہ پنجاب) سرگودھا۔مکرم میاں عطاء اللہ صاحب ایڈوکیٹ (امیر جماعت راولپنڈی) مکرم شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈوکیٹ (امیر جماعت لائل پور) اخویم چوہدری محمد شریف صاحب (سابق مبلغ بلاد عربیہ) ربوہ۔اور اخویم مولوی غلام باری صاحب سیفؔ شاہد (پروفیسر جامعۃ المبشرین) ربوہ کا بے حد ممنون ہوں کہ ان سب نے مختلف رنگوں میں میری امداد فرمائی۔**فجزاھم اللّٰہ تعالیٰ احسن الجزاء فی الدنیا و الآخرۃ.** آمین۔

قارئین کرام! کتاب کے مطالعہ میں میری کوتاہیوں کا دامن جس قدر وسیع نظر آئے آپ براہ کرم اسی قدر اپنے عفو اور درگذر کے دامن کو وسیع کر کے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو جاری رکھنے کا سامان اپنے فضل سے مہیا فرمائے۔اور ایسی کتب کی جو غرض و غایت ہے۔وہ باحسن طریق پوری ہو۔اور خاکسار کیلئے بھی اور ان احباب کیلئے بھی جنہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں اس بارہ میں امداد فرمائی ہے۔یہ امر اجر و ذخر کا باعث ہو۔آمین یا رب العالمین۔

ملک صلاح الدین ایم۔اے

قادیان دارالامان ۹ جنوری ۱۹۵۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قاضی ضیاء الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت:

حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روزنامچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ولادت ۱۲۵۹ھ (مطابق ۱۸۴۳ء) میں قاضی کوٹ (ضلع گوجرانوالہ) میں گیارہ لڑکیوں کے بعد ہوئی تھی۔ آپ اکلوتے بیٹے تھے۔ آپ کی پیدائش سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد ماجد کو بشارت دی تھی کہ آپ کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام ضیاء الدین ہوگا۔ آپ کی دختر محترمہ امتہ الرحمٰن صاحبہؓ بیان کرتی تھیں دادا جان کو اس بشارت کے پورا ہونے کا ایسا یقین کامل تھا کہ آپ کی ولادت سے قبل ہی وہ اپنی اہلیہ کو کبھی کبھی ''ضیاء کی والدہ'' کے نام سے پکارتے تھے۔ قاضی محمد عبداللہ صاحب بھی تصدیق کرتے ہیں۔

چنانچہ یہ بشارت پوری ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے نہ صرف انہی کو اسم بامسمّٰی بنایا اور دین کی ضیاء سے منور کیا بلکہ آپ کی اولاد کو بھی۔ آپ کو اور آپ کے دو فرزندان کو ۳۱۳ صحابہ میں سے بنایا اور آپ کے ذریعہ آپ کے ضلع میں دین کا نور پھیلا۔ اور آپ کے ایک فرزند کے ذریعہ انگلستان میں۔ **ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذُوالفضل العظیم**۔ اللہ تعالیٰ ان کی نسل کو ہمیشہ صراط مستقیم پر قائم اور خلافت سلسلہ عالیہ احمدیہ کے انصار میں شامل رکھے۔ اور ہمیں بھی اور ہماری اولاد کو بھی۔ آمین یارب العٰلمین۔

حُلیہ:

قاضی محمد عبداللہ صاحب آپ کا حُلیہ یُوں بیان کرتے ہیں۔ آپ کا قد درمیانہ تھا۔ گول چہرہ اور روشن آنکھیں تھیں۔ رنگ چہرہ کا سانولا تھا۔ کشادہ پیشانی اور سر پر پگڑی گول سی ہوتی تھی۔ آپ کا لباس بالکل سادہ ہوتا تھا۔ اکثر تہہ بند ہی زیر کمر باندھتے تھے۔ سادہ کرتہ کے اوپر سفید چادر اور سردیوں میں گرم لوئی اوڑھ لیتے تھے۔ کوٹ کا استعمال ان دنوں عام طور پر کوئی نہ ہوتا تھا۔ ہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک کوٹ تبرک کے طور پر ان کو ملا تھا۔ اسے استعمال کرتے تھے۔ پاؤں میں سادہ دیسی جوتی ہوتی تھی۔

آپ کے روزنامچہ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدسؑ کے ساتھ غالباً کسی گروپ فوٹو میں آپ کی تصویر بھی تھی۔ غالباً یہ وہی ہوگی جو الفضل جلسہ سالانہ نمبر ۱۹۵۸ء کے سرورق پر شائع ہوئی ہے۔

والد ماجد :

آپ کے والد ماجد قاضی غلام احمد صاحب (ولادت ۱۲۲۱ھ وفات ۱۲۹۳ھ مطابق سمہ ۱۹۳۳ گویا بعمر ۷۲ سال) ایک عالم دین بزرگ تھے۔ قاضی ضیاء الدین صاحبؓ کے روزنامچہ میں مندرجہ فہرست لائبریری میں ایک پنجابی سی حرفی کا نام درج ہے جو فضائل حضرت اویس قرنیؒ پر لکھی گئی ہے اور اس کے آگے قاضی ضیاء الدین صاحبؓ نے لکھا ہے۔

''مؤلّف اس کے قاضی غلام احمد مرحوم متوفی سمہ ۱۹۳۳ بکرمی والد راقم آثم''

آپ اس بات پر فخر کیا کرتے تھے کہ میرے جسمانی باپ کا نام بھی غلام احمد تھا اور روحانی باپ کا نام بھی غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام (بیان قاضی عبدالرحیم صاحبؓ اور ان کی اہلیہ محترمہؓ) نیز موصوفہؓ کا بیان ہے کہ قاضی غلام احمد صاحب حاجی الحرمین شریفین تھے۔ اور حج کے سفر میں جاتے یا آتے ہوئے حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ (خلیفہ اول) کے ساتھ اکٹھے ایک ہی جہاز میں سفر کیا تھا۔ بعد میں اسی تعلق کی وجہ سے حضرت مولوی صاحبؓ کے جموں کے قیام کے دوران میں وہاں جا کر آپ سے ملاقات کرتے تھے۔

اولین زیارت حضرت اقدسؑ اور آپ کی قوت جاذبہ :

حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ کو بزرگوں اور اہل اللہ کی زیارت کا بے حد شوق تھا۔ حضرت عرفانی صاحبؓ لکھتے ہیں کہ قاضی صاحبؓ نے جس نیک اور صاحب دل انسان کا ذکر سُنا۔ وہ اس کی صحبت سے فائدہ اٹھانا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ (1)

ابتداء میں مولوی غلام رسول صاحب قلعہ والوں سے ملاقات رہی۔ پھر ان کی وساطت سے حضرت مولوی عبداللہ غزنویؒ سے ملاقات شروع ہوئی۔ جن کی رہائش امرتسر میں تھی۔ امرتسر کی آمدورفت سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم ہوا۔ چنانچہ آپ ابتداء ماہ فروری ۱۸۸۵ء میں قادیان پہنچے۔ اس وقت قاضی صاحبؓ کی عمر بیالیس سال کی تھی۔ سلسلہ احمدیہ کے لحاظ سے یہ بہت ہی ابتدائی زمانہ تھا۔ براہین احمدیہ کا حصہ اول و دوم ۱۸۸۰ء حصہ سوم ۱۸۸۲ء اور حصہ چہارم ۱۸۸۴ء میں شائع ہو چکے تھے لیکن ابھی اور کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تھی۔ قاضی صاحبؓ کی آمد سے صرف دو سال قبل ہی مسجد مبارک کی تعمیر عمل میں آئی تھی اور ایک سال قبل ہی سیدہ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت اقدسؑ کی شادی ہوئی تھی۔ اور ایک سال بعد ۱۸۸۶ء میں حضور نے بمقام ہوشیار پور چلّہ کیا۔ اور ۱۸۸۷ء میں صاحبزادہ بشیر اول کی ولادت ہوئی۔ قاضی صاحبؓ حضرت

مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ تعالیٰ (خلیفہ ثانی) کی ولادت اور آغاز بیعت سے چار سال قبل قادیان آئے۔ گویا یہ بہت ہی ابتدائی زمانہ تھا۔ کم وبیش دو سال قبل ہی حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ (خلیفہ اول) اور حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوریؓ کے حضرت اقدسؑ سے مراسم پیدا ہوئے تھے۔ ایسے قدیم زمانہ سے آمد ورفت اور تعلق اخلاص رکھنے والے احباب کا رنگ ہی بالکل نرالا تھا۔ جس کا سمجھنا بھی ہمارے لئے بہت دشوار ہے۔ یہ ایسے تیز نظر لوگ تھے کہ طلوع آفتاب سے بہت ہی پہلے گویا صبح صادق کے وقت سے ہی آفتاب کو شناخت کر چکے تھے۔ یہ امر ان کی جبلّت صحیحہ وفطرت سلیمہ اور نور ایمان پر شاہد کامل ہے۔

سو پہلی بار آپ فروری ۱۸۸۵ء میں حضورؑ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور پانچ روزہ قیام میں حضورؑ کی صحبت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ واپس روانہ ہونے سے قبل ۷ فروری ۱۸۸۵ء کو مسجد اقصیٰ (حصہ قدیم) کے محراب کے ساتھ سامنے کی دیوار پر کالی سیاہی سے مندرجہ ذیل عبارت خوش خط کر کے تحریر کر گئے۔

''قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی وَ اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ*.

مصداق ایں آیتہ شریفہ فی الوقت ذات بابرکات جناب مرزا غلام احمد است سلمہ اللہ الصمد۔ حقیر پنج روز بخدمتش مستفیض ماند۔ ہر روز در ایمان خود نور تازہ مشاہدہ کرد۔ علم ایں معلوم بہ بصارتیکہ بکحل متابعت شریعت حقہ متکحل است مفہوم۔ اما بیچارہ معتقد تر ہات صوفیہ ایں زمان ازیں دولت محروم۔ ذات مبارکش مصداقِ۔

حسن و خوبی و دلبری برتو تمام
صحبتے بعد از لقائے تو حرام

حقیر را اگر خیال پائمالئ عیال ولحاظِ بیماری والدہ ضعیفہ خود عائدِ حال نشدے گاہے فرقت ایں آستانِ فیض نشاں برخود گوارا نکردے۔

ضرورت است وگرنہ خدائے میداند
کہ ترک صحبتِ جاناں نہ اختیار من است

خداوند! بطفیلِ اخلاصِ ایں مرد برراقم آثم ہم نصیبہ از اخلاصِ خاص عنایت کن اگر در دعائے خود نامخلصم تانظر مرزا صاحب ممدوح بریں رقیمہ انداز تا اخلاص از ذاتِ واحد تو برائے حقیر طلب کنند۔

* توبہ۔119

بملازمانِ سلطاں کہ رساند ایں دعارا

کہ بہ شکر پادشاہی زِنظر مراں گدارا

راقم الحروف قاضی ضیاءالدین عفی عنہ

ازکوٹ قاضی۔تحصیل وزیرآباد(ضلع گوجرانوالہ)

محررہ ۷فروری ۱۸۸۵ء

اس تحریر کا ذکر حضرت عرفانی صاحبؓ نے بھی الحکم ۳۴۔۵۔۷ میں کیا ہے۔

قاضی عبدالسلام صاحب فرماتے ہیں کہ مندرجہ بالا تحریر میں نے بھی مسجد اقصیٰ میں دیکھی ہوئی ہے۔وہ ایک مدت تک دیوار پر محفوظ رہی۔پھر سفیدی کے نیچے دب گئی۔گیارہ سال کے بعد دیوار ہی سے روزنامچہ میں نقل کرتے ہوئے حضرت قاضی صاحبؓ تحریر کرتے ہیں۔

''نقل کتبۂ طاقچہ ءمسجد جامع قادیان کہ راقم الحروف مسکین ضیاءالدین عفی عنہ بتاریخ ۷ فروری ۱۸۸۵ء بار اول کہ درآنجا رسید حسب حال خودنوشتہ بودو فی الحال ۱۳/ جنوری ۱۸۹۶ء نقل ازآن برداشتہ شد۔وھوھذا ....

حضرت قاضی صاحبؓ کے دل سے نکلی ہوئی مخلصانہ خواہش کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا چنانچہ آپ آخر پر تحریر فرماتے ہیں:

''بارے الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ حسب رضائے قلبی ءعاجز چندبار نظر حضرت ممدوح بدیں رقیمہء سوزناک افتاد۔چنانچہ اززبانِ بعض احبّائے بوضوح پیوستہ۔وایں شمّہ از اخلاص کہ بہ نسبت شرائع احکام دردل خود مشاہدہ میردو برکت ہماں تو جہات عالیہ است۔درمجالس متعدد فرمودند کہ مااورا اکثر یادمیداریم اودوست ماست۔

بریں مژدہ گرجان نشانم رواست

کہ ایں مژدہ آسائش جان است

الحمدللہ من احسانہٗ: قاضی عبدالرحیم صاحبؓ سناتے تھے کہ ایک دفعہ والدصاحبؓ نے خوشی سے بیان کیا کہ میں وضو کررہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپؑ کے خادم حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ نے میرے متعلق دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں۔تو حضورؑ نے میرا نام اور پتہ بتاتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ اس شخص کو ہمارے ساتھ عشق ہے۔چنانچہ قاضی صاحبؓ اس بات پر فخر کیا کرتے اور (تعجب سے) کہا کرتے تھے کہ حضور کو میرے

دل کی کیفیت کا کیونکر علم ہو گیا۔ یہ اسی عشق کا ہی نتیجہ تھا کہ حضرت قاضی صاحبؓ نے اپنی وفات کے وقت اپنی اولاد کو وصیت کی تھی کہ میں بڑی مشکل سے تمہیں حضرت مسیح موعودؑ کے در پر لے آیا ہوں۔ اب میرے بعد اس دروازہ کو کبھی نہ چھوڑنا۔ چنانچہ آپ کی اولاد نے اس پر کامل طور پر عمل کیا۔

حضورؑ سے قاضی صاحبؓ اور دیگر صحابہؓ کو عشق پیدا ہو جانے میں حضورؑ کی توجہ الی اللہ اور قوت قدسیہ کار فرما تھی جس نے آپ میں ایک حیرت انگیز قوت جاذبہ بلکہ مقناطیسی طاقت پیدا کر دی تھی کہ جو قلوب اپنی جبّلت میں سعادت رکھتے تھے۔ اس طرح آپؑ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے کہ پھر ان پر جدائی بہت ہی شاق گذرتی تھی اور مفارقت کے ایام مرغ بسمل کی طرح تڑپتے گذرتے تھے۔ چنانچہ حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

''جب حضور کی پہلی تصنیف براہین احمدیہ شائع ہوئی تو دنیا میں آپؑ کی شہرت ہونے لگی اور باہر کے مقامات سے لوگ اس عجیب وغریب کتاب کے عجیب مصنف کی ملاقات کے لئے آنے لگے۔ لیکن چونکہ قادیان کا گاؤں ایک طرف واقع تھا۔ اس لئے ایسے زائرین کم اور کبھی کبھار ہی آتے تھے۔ آپؑ کے پاس جب کبھی کوئی آتا تو وہ اپنا مقام قادیان کے قیام کو اپنی زندگی کے بہترین مسرت والے ایام پاتا اور آپ کی مفارقت کو ناپسند کرتا۔

''میں جب ۱۸۹۷ء میں قادیان آیا تو جامع مسجد اقصیٰ کی دیوار پر ایک تحریر قاضی ضیاء الدین صاحبؓ سکنہ قاضی کوٹ ضلع گوجرانوالہ کی دیکھی .... اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا تو اس پر ۱۸۸۵ء کی تاریخ درج تھی۔ اور اس کا مضمون یہ تھا کہ ''اگر وطن میں میری والدہ جو بوڑھی اور ضعیفہ ہیں نہ ہوتیں تو میں حضرت مرزا صاحبؑ کی معیّت سے جدا نہ ہوتا۔ شاعر کے الفاظ صحبت بعد از لقائے تو حرام' کسی اور کی نسبت آپؑ پر زیادہ صحیح طور پر صادق آتے ہیں۔

''میں نے مذکورہ بالا الفاظ یہ ظاہر کرنے کے لئے بیان کئے ہیں کہ حضرت احمدؑ سے جن کو قریب سے واسطہ پڑتا تھا وہ آپؑ کی محبت سے آپ کی طرف کھنچے آتے تھے۔ دیوار پر اوپر کی عبارت لکھنے کے کئی سال بعد قاضی صاحبؓ موصوف نے جو کچھ مجھ سے بیان کیا وہ بھی ذکر کر دیتا ہوں۔ ان کو اپنے آقا سے اس قدر عشق تھا کہ دیگر متعدد احباب کی طرح وہ ہمیشہ کے لئے اپنے وطن کو خیر باد کہہ کر اپنے بچوں سمیت قادیان ہجرت کر آئے تھے تا کہ اپنے آقا کی صحبت کی مسرت سے متواتر لطف اندوز اور آپ کے بچے قادیان کی زندگی کی برکات

سے متمتع ہوسکیں۔آپ نے مجھ سے کہا کہ ایک روز جب میں حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر تھا میں نے عرض کی کہ ''اے میرے آقا! میں اپنے دل میں متضاد خیالات موجزن پاتا ہوں۔ایک طرف تو میں بہت اخلاص سے اس امر کا خواہاں ہوں کہ حضورؑ کی صداقت اور روحانی انوار سے بیرونی دنیا جلد واقف ہوجائے اور تمام اقوام وعقائد کے لوگ آئیں اور اس سرچشمہ سے سیراب ہوں۔جو اللہ تعالیٰ نے یہاں جاری کیا ہے۔لیکن دوسری طرف اس خواہش کے عین ساتھ ہی اس خیال سے میرا دل اندوہگین ہوجاتا ہے کہ جب دوسرے لوگ بھی حضورؑ سے واقف ہوجائیں گے اور بڑی تعداد میں یہاں آنے لگیں گے۔تو اس وقت مجھے آپ کی صحبت اور قرب جس طرح میسر ہے۔اس سے لطف اندوز ہونے کی مسرت سے محروم ہوجاؤں گا۔ایسی صورت میں حضورؑ دوسروں میں گھر جائیں گے۔

''حضور والا! مجھے اپنے پیارے آقا کی صحبت میں بیٹھنے اوران سے گفتگو کرنے کا جو مسرت بخش شرف حاصل ہے۔اس سے مجھے محرومی ہوجائے گی۔ایسی متضاد خواہشات یکے بعد دیگرے میرے دل میں رونما ہوتی ہیں۔قاضی صاحب نے مزید کہا کہ حضرت مسیح موعودؑ میری بات سُن کر مسکرادیئے۔''

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کہتے ہیں کہ اس قدیمی اور بزرگ مُرید کے خطرات جلد متحقق ہونے شروع ہوگئے یعنی حضورؑ کی مخالفت کے باوجود کثرت سے لوگ حضورؑ کے پاس آنے لگے (2)

بیعت :

بیعت کا آغاز ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء میں ہوا قاضی صاحب کی یہ خوش بختی تھی کہ آپ تیسری بار حضرت اقدسؑ کی زیارت کے لئے ۷ چیت سمہ ۱۹۴۵ بکرمی کو قادیان کے لئے روانہ ہوئے چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ

''بٹالہ سے خبر ملی کہ حضرت صاحب لدھیانہ ہیں۔پس وہاں سے واپس لدھیانہ جا کر بیعت سے مشرف ہوا۔ایک علیحدہ کوٹھڑی میں ایک ایک کو بلا کر بیعت لیتے۔شائد عاجز کا نمبر ۴۰ (چالیس ہے ناقل) بعد تو بہ ارشاد فرمایا کہ آپ کو بہت ابتلاء پیش آئیں گے۔سوایسا ہی وقوع میں آیا۔'' (روزنامچہ) *

---

* قاضی محمد عبداللہ صاحبؓ کی زبانی بیان کردہ روایات درج کرتے ہوئے الحکم مورخہ 36-2-14 کی تمہید میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ قادیان سے ہوکر لدھیانہ گئے تھے اور بیعت کا نمبر چالیسواں تھا(باقی اگلے صفحہ پر)

بعد میں حضورؑ نے ایک مکتوب میں آپ کو تحریر کیا تھا کہ ابتلاء مستقیم الاحوال بندوں کی استقامت ظاہر کرنے اور صبر کرنے والوں کو بڑے بڑے اجر بخشنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت قاضی صاحبؓ کو اس شدید ابتلاء میں استقامت عطا فرمائی اور یہ ابتلاء اصطفاء کا موجب ہی بنا۔ حضرت اقدسؑ تریاق القلوب میں ۷۴ ویں نشان کے طور پر تحریر فرماتے ہیں:

''منجملہ ان نشانوں کے جو پیشگوئی کے طور پر ظہور میں آئے۔ وہ پیشگوئی ہے جو میں نے اخویم قاضی ضیاء الدین صاحب قاضی کوٹی ضلع گوجرانوالہ کے متعلق کی تھی ۔ اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس جگہ خود ان کے خط کی عبارت نقل کردوں۔ جو اس پیشگوئی کے بارے میں انہوں نے میری طرف بھیجا ہے اور وہ یہ ہے۔

''مجھے یقینی یاد ہے کہ حضور علیہ السلام نے بماہ مارچ ۱۸۸۸ء * جب کہ اس عاجز نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی تو ایک لمبی دعا کے بعد اسی وقت آپ نے فرمایا تھا کہ قاضی صاحب آپ کو ایک سخت ابتلاء پیش آنے والا ہے۔ چنانچہ اس پیشگوئی کے بعد اس عاجز نے کئی اپنے عزیز دوستوں کو اس سے اطلاع بھی دیدی کہ حضورؑ نے میری نسبت اور میرے حق میں ایک ابتلائی حالت کی خبر دی تھی۔ اب اس کے بعد جس طرح پر وہ پیشگوئی پوری ہوئی وہ وقوعہ بعینہٖ عرض کرتا ہوں کہ میں حضرت اقدسؑ سے روانہ ہو کر ابھی راستہ میں ہی تھا کہ مجھے خبر ملی کہ میری اہلیہ بعارضہ درد گُردہ وقولنج وقے مفرط سخت بیمار ہے۔ جب میں گھر پہنچا اور دیکھا تو واقعی میں ایک نازک حالت طاری تھی اور عجیب تر یہ کہ شروع بیماری وہی رات تھی جس کی شام کو حضورؑ نے اس ابتلاء سے اطلاع دی تھی۔ شدت درد کا یہ حال تھا کہ جان ہر دم ڈوبتی جاتی تھی۔ اور بے تابی ایسی تھی کہ باوجود کثیر الحیاء ہونے کے مارے درد کے بے اختیار ان کی چیخیں نکلتی تھیں اور گلی کوچے تک آواز پہنچتی تھی اور ایسی نازک اور درد

بقیہ حاشیہ : معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محمود احمد صاحبؓ عرفانی ایڈیٹر نے یہ دونوں باتیں قاضی صاحب کی تقریر ہی سے اخذ کی ہیں۔ روزنامچہ سے ظاہر ہے وہ بٹالہ سے لدھیانہ چلے گئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تقریر قلم بند کرنے والے نے قاضی صاحب سے نظر ثانی نہیں کروائی۔ اس لئے اس بارہ میں سہو ہو گیا۔ ورنہ قاضی صاحب کے بیان کا ماخذ روزنامچہ ہی سے ہوسکتا ہے جو یقینی اور تحریری ماخذ ہے۔ (مؤلف)

* ۱۸۸۸ء میں سہو کاتب معلوم ہوتا ہے آغاز بیعت کا سال ۱۸۸۹ء ہے۔ (مؤلف)

ناک حالت تھی کہ اجنبی لوگوں کو بھی وہ حالت دیکھ کر رحم آ تا تھا۔ شدت مرض تخمیناً تین ماہ تک رہی۔ اس قدر مدت میں کھانے کا نام تک نہ تھا۔ صرف پانی پیتیں اور قے کر دیتیں۔ دن رات میں پچاس ساٹھ دفعہ متواتر قے ہوتی۔ پھر درد قدرے کم ہوا۔ مگر نادان طبیبوں کے بار بار فصد لینے سے ہزالِ مفرط کی مرض مستقل طور پر دامن گیر ہوگئی۔ ہر وقت جان بلب رہتیں۔ دس گیارہ دفعہ تو مرنے تک پہنچ کر بچوں اور عزیز اقرباء کو پورے طور پر الوداعی غم والم سے رلایا۔ غرض گیارہ مہینے تک طرح طرح کے دکھوں کی تختہ مشق رہ کر آخر کشادہ پیشانی بہوش تمام کلمہ شریف پڑھ کر ۲۸ برس کی عمر میں سفر جاودانی اختیار کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اَلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط اور اس حادثہ جانکاہ کے درمیان ایک شیر خوار بچہ رحمت اللہ نام بھی دودھ نہ ملنے کے سبب سے بھوکا پیاسا راہیٔ ملک بقا ہوا۔

''ابھی یہ زخم تازہ ہی تھا کہ عاجز کے دو بڑے بیٹے عبدالرحیم و فیض رحیم تپ محرقہ سے صاحب فراش ہوئے۔ فیض رحیم کو تو ابھی گیارہ دن پورے نہ ہونے پائے کہ اس کا پیالہ عمر کا پورا ہو گیا اور سات سالہ عمر میں ہی داعی اجل کو لبیک کہہ کر جلدی سے اپنی پیاری ماں کو جا ملا۔ اور عبدالرحیم تپ محرقہ اور سرسام سے برابر دو ڈھائی مہینے بے ہوش میت کی طرح پڑا رہا۔ سب طبیب لا علاج سمجھ چکے۔ کوئی نہ کہتا کہ یہ بچے گا لیکن چونکہ زندگی کے دن باقی تھے۔ بوڑھے باپ کی مضطربانہ دعائیں خدا نے سن لیں اور محض اس کے فضل سے صحیح سلامت بچ نکلا۔ اگرچہ پٹھوں میں کمزوری اور زبان میں لکنت ابھی باقی ہے۔

''یہ حوادث جانکاہ تو ایک طرف ادھر مخالفوں نے اور بھی شور مچا دیا تھا۔ آبرو ریزی اور طرح طرح کے مالی نقصانوں کی کوششوں میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ غریب خانہ میں نقب زنی کا معاملہ بھی ہوا۔ اب تمام مصیبتوں میں یکجائی طور پر غور کرنے سے بخوبی معلوم ہوسکتا ہے کہ عاجز راقم کس قدر بلیّہ ءدل دوز سینہ سوز میں مبتلا رہا۔ اور سب اُنھی آفات ومصائب کا ظہور ہوا۔ جس کی حضورؑ نے پہلے سے ہی مجمل طور پر خبر کر دی تھی۔ اسی اثناء میں حضرت مسیح موعودؑ نے ازراہ نوازش تعزیت کے طور پر ایک تسلی دہندہ چٹھی بھیجی۔ وہ بھی ایک پیشگوئی پر مشتمل تھی۔ جو پوری ہوئی اور ہورہی ہے لکھا تھا کہ ''واقعی میں آپ کو سخت ابتلاء پیش آیا۔ یہ سنت اللہ ہے تا کہ وہ اپنے مستقیم الحال بندوں کی استقامت لوگوں پر ظاہر کرے۔ اور تا کہ

صبر کرنے سے بڑے بڑے اجر بخشے۔ خدا تعالیٰ ان تمام مصیبتوں سے مخلصی عنایت کردے گا۔ دشمن ذلیل وخوار ہوں گے۔ جیسا کہ صحابہؓ کے زمانہ میں ہوا۔ کہ خدا تعالیٰ نے ان کی ڈوبتی کشتی کو تھام لیا۔ ایسا ہی اس جگہ ہوگا۔ ان کی بددعائیں آخر ان ہی پر پڑیں گی۔'' سو بارے الحمدللہ کہ حضورؑ کی دعا سے ایسا ہی ہوا۔ عاجز ہر حال استقامت وصبر میں بڑھتا گیا۔ باوجود بشریت اگر کبھی مداہنہ کے طور پر مخالفوں کی طرف سے صلح صفائی کا پیغام آیا تو بدیں خیال کہ پھر یہ انبیاء کی مصیبتوں سے حصہ کہاں۔ دل میں ایسی صلح کرنے سے ایک قبض سی وارد ہو جاتی۔ اور میں نے بچشم خود مخالفوں کی یہ حالت دیکھی اور دیکھ رہا ہوں کہ ان کی وہ خشک وہابیت بھی رخصت ہو چکی۔ کتاب وسنت سے تمسک کی کوئی پرواہ نہیں۔ اور دنیا بھی شب وروز ہاتھوں سے جا رہی ہے۔ جس کے گھمنڈ سے غرباء کو تکلیفیں دی تھیں۔ غرض دنیا دین دونوں کھو رہے ہیں۔ خوار وشرمندہ ہیں۔ حضورؑ کی وہ پیشگوئی جو ان کے ایڈووکیٹ کے حق میں فرمائی تھی کہ اِنِّیْ مُهِیْنٌ مَنْ اَرَادَاِهَانَتَکَ۔ مناسبت کے لحاظ سے حسب قسمت سب برابر اس سے حصہ لے رہے ہیں۔ جیسا کہ تمام ہمعصر گواہ ہیں۔

راقم مسکین ضیاءالدین عفی عنہ قاضی کوٹی''

ضلع گوجرانوالہ (3)

اہلیہ محترمہ کی وفات پر حضورؑ کا تعزیتی مکتوب:

آپ کی زوجہ محترمہ کا نام امتہ الکریم تھا۔ وہ نوجوانی میں ۲۸ برس کی عمر میں (بمطابق بیان قاضی محمد عبداللہ صاحب ۲۲ فروری ۱۸۹۰ء کو جب کہ قاضی صاحبؓ صرف سوا تین سال کے تھے) اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال کر گئیں۔ قاضی صاحبؓ روزنامچہ میں تحریر کرتے ہیں:

''نقل خط جناب مرزا صاحب غلام احمد جی مجدد وقت رئیس قادیان سلمہ ربہ آنچہ در جواب عریضۂ نیازِ ایں احقر کہ بعد وفات اہلیہ خود عرض داشتہ بودم۔ در پوست کارڈے مشرف فرمودند۔ وھُو ھذا۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۔

و نصلے علی رسولہ الکریم ۔نحمدہ و نصلی *

مشفقی مکرمی اخویم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔آپ کا عنایت نامہ پہنچ کر بدریافت حادثۂ واقعہ وفات اہلیہ مغفورہ مرحومہٗ آنمکرّم سخت اندوہ وحزن ہوا۔'' اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون ''۔

مومنوں کے لئے یہ دنیا دارالا بتلاء ہے۔خاص کران مومنوں کے لئے جوخلوص اور اتحاد زیادہ پیدا کر لیتے ہیں۔حدیث صحیح میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے۔اس کو قضاء وقدر کی مصیبتوں کیلئے تیار رہنا چاہئے کیونکہ جو شخص مجھ سے محبت رکھے اُس پر اس قدر مصیبتیں نازل ہوتی ہیں کہ جیسے پہاڑ کے اوپر سے نیچے جلدتر پتھر آتا ہے۔سوآپ لِلّٰہ محبت واخلاص رکھتے ہیں۔ضرور تھا کہ آزمائے جاتے۔ سخت تر مصیبت یہ ہے کہ اس مرحومہ کے خوردسال بچے اپنی والدۂ مہربان کا منہ دیکھنے سے محروم رہ گئے۔خداتعالیٰ ان کے دلوں کوغیب سے تسلّی اورخوشی بخشے اورآپ کونعم البدل عطا کرے۔میرے نزدیک تلاش نکاح ثانی کی ضروری ہے۔یہی سنت ہے۔آپ کی عمر کچھ بڑی نہیں ہے۔زیادہ خیریت ہے۔والسلام۔

(غیر مطبوعہ) ۲۳مارچ ۱۸۹۰ء**
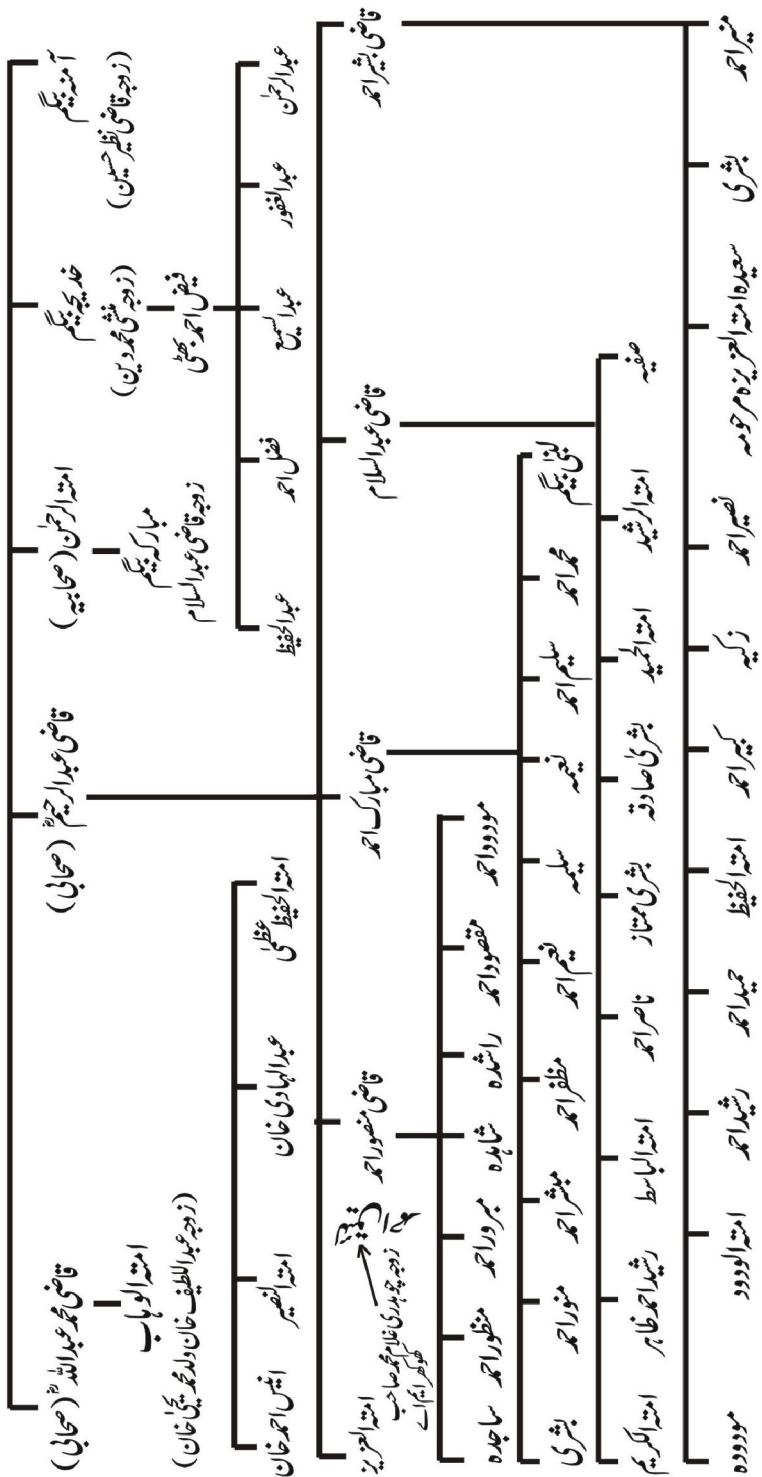
قاضی صاحب کے مرحومہ کے بطن سے تین بچے صحابی جن کا اس تذکرہ میں الگ الگ تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔آپ نے ۱۵مئی ۱۸۹۱ء کو پھر نکاح کیا۔لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد اس زوجہ کو طلاق دینی پڑی۔ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

---

* (نقل مطابق روزنامچہ)

**یہ خط خاکسار پہلی بار شائع کررہا ہے۔الحکم 14/2/36 میں ''خط کا متن''نہیں صرف اس کی تاریخ کا ذکر ہے۔وہاں قاضی محمد عبداللہ صاحب کی تقریر ذکرحبیب شائع ہوئی ہے۔وہاں سہواً تاریخ مکتوب 23 مارچ 1889ء تحریر ہے۔حضرت قاضی صاحبؓ نے 23 مارچ 1889ء کوآغاز بیعت کے روز بیعت کی۔اس کے گیارہ ماہ بعدان کی اہلیہ محترمہؓ کا انتقال ہوا۔جس پر حضورؑ نے تعزیتی مکتوب ارسال فرمایا۔چنانچہ حضرت قاضی صاحبؓ کے روزنامچہ میں یہ مکتوب نقل ہے اور وہاں تاریخ 23 مارچ 1890ء د۲۵ رج ہے۔اوریہی روزنامچہ قاضی محمد عبداللہ صاحب کی اطلاع کا ماخذ ہے۔(مؤلف)

شجرہ

قاضی غلام احمد صاحب
قاضی ضیاء الدین صاحب رضی اللہ عنہ (صحابی)

آمنہ بیگم (زوجہ قاضی نظیر حسین) — خدیجہ بیگم (زوجہ منشی محمد دین) — امۃ الرحمٰن (صحابیہ) — قاضی عبدالرحیم رضی اللہ عنہ (صحابی) — قاضی محمد عبداللہ رضی اللہ عنہ (صحابی)

خدیجہ بیگم ← فیض احمد بھٹی

فیض احمد بھٹی: عبدالرحمٰن — عبدالغفور — عبدالسمیع — فضل احمد — عبدالحفیظ

امۃ الرحمٰن ← مبارکہ بیگم زوجہ قاضی عبدالسلام

قاضی محمد عبداللہ ← امۃ الوہاب (زوجہ عبداللطیف خان ولد محمد یحییٰ خان)

امۃ الوہاب: امۃ الحفیظ عظمیٰ — عبدالہادی خان — امۃ النصیر — انیس احمد خان

قاضی عبدالرحیم: قاضی بشیر احمد — قاضی عبدالسلام — قاضی مبارک احمد — قاضی منصور احمد — امۃ العزیز (زوجہ چوہدری غلام محمد صاحب کھوکھر ایم اے)

قاضی منصور احمد: مودود احمد — مقصود احمد — راشدہ — شاہدہ — مبرور احمد — منظور احمد — ساجدہ

قاضی مبارک احمد: لبنیٰ بیگم — محمد احمد — سلیم احمد — نعیمہ — سلیمہ — نعیم احمد — مظفر احمد — مبشر احمد — منور احمد — بشریٰ

قاضی عبدالسلام: صفیہ — امۃ الرشید — امۃ الحمید — بشریٰ صادقہ — بشریٰ ممتاز — ناصر احمد — امۃ الباسط — رشید احمد ظاہر — امۃ الکریم

قاضی بشیر احمد: منیر احمد — بشریٰ — سعیدہ امۃ العزیزہ مرحومہ — نصیر احمد — زکیہ — کبیر احمد — امۃ الحفیظ — حمید احمد — رشید احمد — امۃ الودود — مودودہ

قادیان کے سفر:

حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ نے اپنے روزنامچہ میں قادیان کے سفروں کی ایک جدول لکھی ہوئی ہے۔جس کی پیشانی پر یہ سرخی مرقوم ہے۔

''جریدہ یادداشتِ اسفارِ ایں فرسودۂ روزگار مسکین قاضی ضیاء الدین عفی عنہ بطرف دارالامان قادیان بغرض حصول شرف زیارتِ امام الزّمان مرّبی ام جناب مرزا غلام احمدؑ صاحب رئیس قادیان و مسیح موعود و مہدی معہود سلمہ الرحمٰن۔ من ابتدائے ۱۵ ماگھ سمہ ۱۹۴۱ الیٰ ماشاءاللہ۔''

کل تیرہ سفر آپ نے کئے ہیں اور ہر سفر کے اندراج کے سامنے یہ بھی لکھا ہے کتنے دن قیام کیا۔اور آخر میں میزان دوسو پنتالیس دن قیام قادیان کے کل ایام کی درج فرمائی ہے۔آپ جب بھی قادیان آتے حضورؑ کی تازہ تصانیف خرید کر لے جاتے۔جن کا مع قیمت روزنامچہ میں ذکر کرتے۔ان سفروں کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ پہلا سفر ۱۵/ماگھ سمہ ۱۹۴۱ مطابق ابتدائے فروری ۱۸۸۵ء کو اختیار کیا گیا۔پانچ دن قادیان میں قیام کیا اور جانے سے پہلے آپ نے ۷ فروری کو وہ عبارت مسجد اقصیٰ کی دیوار پر لکھی جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

۲۔ دوسرا سفر ۵/ پھاگن سمہ ۱۹۴۴ تا ۱۹/ پھاگن۔

۳۔ تیسرا سفر از ۷/چیت سمہ ۱۹۴۵ مطابق مارچ ۱۸۸۹ء اور ۱۹/چیت کو واپس آئے۔
اس سفر میں لدھیانہ میں بیعت کی۔تفصیل بیعت کے ذکر میں درج ہوئی ہے۔

۴۔ چوتھا سفر ۲۵/ ماگھ سمہ ۱۹۴۸ تا ۵ پھاگن۔ان بارہ ایام میں سے دس یوم حضورؑ کی خدمت میں حاضر رہے۔لکھتے ہیں۔''لاہور ملاقات میسر آئی پھر ساتھ ہی سیالکوٹ گیا''

۵۔ پانچواں سفر ۲/پوہ سمہ ۱۹۴۹ تا ۲۷/پوہ

۶۔ چھٹا سفر ۲۶ ساون سمہ ۱۹۵۱ تا ۲۹ بھادوں ان ۳۵ دنوں میں سے ۳۰ دن آپ حضورؑ کی خدمت میں حاضر رہے۔

۷۔ ساتواں سفر ۱۰ مگھر سمہ ۱۹۵۲ تا ۲ ماگھ۔ان اکاون ایام میں سے ۳۸ یوم حضورؑ کی خدمت میں حاضر رہے۔

۸۔ آٹھواں سفر ۱۲۔پوہ سمہ ۱۹۵۳ تا ۲۰ ماگھ ۳۹ یوم میں سے ۲۶ یوم حضورؑ کی خدمت میں حاضر رہے۔

۹۔ نواں سفر ۹ پوہ سمہ ۱۹۵۴ تا ۱۵ ماگھ ۳۶ یوم میں سے ۳۰ یوم حضورؑ کی خدمت میں رہے۔

۱۰۔ دسواں سفر ۱۳ پوہ سمہ ۱۹۵۵ تا ۲۱ ماگھ۔ ۳۸ دنوں میں سے ۳۴ دن حضورؑ کے پاس رہے۔

۱۱۔ گیارھواں سفر ۱۵ کتک سمہ ۱۹۵۶ تا ۲۸ مگھر۔ مرقوم ہے کہ ۴۴ دن میں سے ۳۹ یوم ''حضرت اقدسؑ مرزا غلام احمد قادیانی کی خدمت میں بسر ہوئے۔ فالحمد للہ علی ذالک'' اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں سات روپے ہدیہ پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

۱۲۔ بارھواں سفر ۱۴ چیت سمہ ۱۹۵۶ مارچ ۱۹۰۰ء تا ۷ بیساکھ سمہ ۱۹۵۷۔ ۲۴ دنوں میں سے سترہ دن حضور کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ (قاضی محمد عبداللہ صاحب کے حالات میں اس سفر کا قدرے تفصیلی ذکر کیا گیا ہے)

۱۳۔ تیرھواں سفر ۲۱۔ سوج سمہ ۱۹۵۷ تا ۱۵۔ کاتک۔ ۲۵ دنوں میں سے اکیس دن حضورؑ کی خدمت میں حاضر رہے۔ اس سفر کے متن میں لکھتے ہیں:

''زیادہ محرک و باعث سفر عزیز محمد عالم قاضی کیلئے دعا کروانا تھی۔ اور نیز عبداللہ کو ملنا۔ اور دراصل باعث جملہ فیض صحبت سے مستفیض ہونا تھا۔ دیگر ہمہ بہانہء ملاقات تھے۔ اس دفعہ حضرت نے تاکیداً فرمایا کہ یہاں چلے آؤ۔ اور عاجز نے بھی منظور کیا۔''

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ جیسا کہ فہرست مبایعین مندرجہ الحکم میں مندرج ہے۔ قاضی محمد عالم انٹرنس پاس تھے۔ اور کوٹ قاضی محمد زاہد ضلع گوجرانوالہ کے باشندہ تھے۔ عبداللہ سے مراد قاضی محمد عبداللہ صاحب آپ کے فرزند ہیں۔ اس سفر کے اخراجات میں دس روپے ''بخدمت حضرت مرزا صاحبؑ بابت چندہ منارہ'' پیش کرنا تحریر کیا ہوا ہے۔

جتنی بار بھی حضور علیہ السلام سے ملاقات کی ہے۔ روزنامچہ میں تفصیل خرچ سفر میں ہمیشہ کچھ رقم بطور نذرانہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنا درج کیا گیا ہے۔ چنانچہ ۲۴ نومبر ۱۸۹۵ء کے سفر کے متعلق لکھتے ہیں کہ گیارہ سیر پختہ مصری لاہور سے برائے نذرانہ حضرت اقدسؑ خرید کی اور تفصیل خرچ میں لکھا ہے کہ رات کے گیارہ بجے بٹالہ پہنچے۔ اور مسجد بٹالہ میں آرام کیا۔ کرایہ ریل از لاہور تا بٹالہ پونے ۱۶ آنہ۔ بٹالہ سے صبح ۵ بجے چل کر ۹ بجے قادیان پہنچے۔ اور ''بوقت ظہر بعد ادائے نماز مشرف بہ زیارت شدم''۔ نذر نقد دو روپے۔

نور القرآن حصہ دوم کے آغاز میں حضرت پیر سراج الحق صاحبؓ نعمانی نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر الوقت تین ۳ اصحاب کے اسماء درج کئے ہیں۔ ان میں حضرت قاضی صاحب کا نام بھی مرقوم

ہے۔ یہ کتاب ۲۰ دسمبر ۱۸۹۵ء کو شائع ہوئی تھی۔

آپ کے روزنامچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۳ جنوری ۱۸۹۷ء کو قادیان کا جو سفر آپ نے کیا۔ اس میں سے پانچ دن لاہور ''جلسہ اعظم مذاہب'' میں شریک ہونے کے لئے ٹھہرے۔ یہ وہی جلسہ تھا جس میں حضورؑ کا مضمون ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' پڑھا گیا تھا۔ یہ جلسہ ۲۶ تا ۲۹ دسمبر ۱۸۹۶ء کو منعقد ہوا تھا۔ اور اس میں الہام ''مضمون بالا رہا'' پورا ہوا تھا۔

اصحاب احمدؑ عشاق احمدؑ تھے۔ حضرت اقدسؑ کی زیارت کے بغیر ماہیء بے آب کی طرح تڑپتے تھے اور کثرت سے حضورؑ کی ملاقات کے لئے آتے اور اکتساب فیض کے مواقع پاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم تابعین کو بھی حضرت امام جماعت ایدہ اللہ اور مرکز سے ایسا ہی عشق عطا کرے۔ آمین۔

مقدمات کے سفروں میں رفاقت:

روزنامچہ کے اندراجات سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؑ کے مقدمات کے سلسلہ میں سفروں میں رفاقت کا بھی قاضی ضیاءالدین صاحب کو موقع ملتا رہا ہے۔ مثلاً

۱۔ ۱۹۰۱ء میں مرقوم ہے: ''۱۵/ لغایت ۲۹ جنوری جہلم کے سفر میں جب کہ حضرت امام علیہ السلام کیساتھ مقدمہ پر گیا''*

۲۔ ۱۹۰۳ء میں درج ہے: ''۱۶/ اکتوبر در گورداسپور بمعیت امام صاحب'' **

اور آگے چل کر لکھا ہے: ''۱۱/ لغایت ۱۸ نومبر در سفر گورداسپور بہمراہی امام علیہ السلام''***

جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں شمولیت:

۲۷ تا ۲۹/ دسمبر ۱۸۹۲ء میں قادیان میں جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔ پہلے روز حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے وفات عیسیٰ اور نزول مسیح کے بارے میں تقریر کی اور حضرت اقدسؑ نے علماء کی طرف سے جو تکفیر کی گئی تھی۔ اس کا جواب دیا اور آسمانی نشانوں سے اپنے مسیح موعودؑ ہونے کا ثبوت دیا۔ اور جماعت کو باہمی محبت اور تقویٰ وطہارت کے متعلق نصیحت کی۔ اگلے روز ۲۸/ دسمبر کو حاضرین کی اظہار رائے کے بعد

* روزنامچہ میں یا وہاں سے نقل کرتے وقت سہو ہو گیا ہے۔ جہلم کا سفر ۱۹۰۳ء میں ہوا جیسا کہ دوسری جگہ قاضی عبدالرحیم صاحب کی ایک روایت میں تفصیل دی گئی ہے۔

** ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو حضرت اقدسؑ کے تشریف لے جانے کا ذکر الحکم ۱۹۰۳/۱۰/۷ اص ۲۳ میں ہے۔

*** ۱۱ نومبر ۱۹۰۳ء کو حضرت اقدسؑ کے گورداسپور تشریف لے جانے کا ذکر البدر ۱۹۰۳/۱۱/۱۶ ص ۳۳۲ میں موجود ہے۔

یہ قرار پایا کہ اسلام کے متعلق ایک رسالہ تیار کر کے یورپ اور امریکہ ارسال کیا جائے اور قادیان میں قیام مطبع کے لئے تجاویز پیش ہونے کے بعد اعانت مطبع کے لئے چندہ کی فہرست مرتب ہوئی۔ یہ بھی طے ہوا کہ ایک اخبار جاری کیا جائے اور سید محمد احسن صاحبؓ امروہی کو واعظ مقرر کیا جائے۔ اور وہ ہندوستان میں دورہ کریں۔ یہ بھی بتایا گیا کہ آئندہ بھی جلسہ سالانہ کے یہی مقاصد ہوں گے یعنی اشاعت اسلام اور ہمدردیٔ نومسلمینِ امریکہ اور یورپ کے لئے تجاویز سوچنا۔ اور تقویٰ طہارت کو ترقی دینے اور اخلاق ورسوم قبیحہ کو قوم میں سے دور کرنے کی کوشش کرنا۔ ان اغراض کے پورا کرنے اور دیگر انتظامات کرنے کے لئے ایک کمیٹی تجویز کی گئی۔ جس کے صدر حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ قرار پائے۔

حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲۸ دسمبر کو جو کارروائی تحریر کی ہے۔ اس میں رقم فرماتے ہیں:

''ایک صاحب نے صبح کو بعد نماز صبح عبداللہ صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خواب سنایا۔ جب کہ عبداللہ صاحب خیر دی گاؤں میں تشریف رکھتے تھے۔ عبداللہ صاحب نے فرمایا۔ ہم نے محمد حسین بٹالوی کو ایک لمبا کُرتہ پہنے دیکھا اور وہ کرتہ پارہ پارہ ہو گیا۔ یہ بھی عبداللہ صاحب نے فرمایا تھا کہ کرتے سے مراد علم ہے۔'' (4)

حضرت عرفانی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ نے...... دوسرے ایک بزرگ کا ذکر کیا ہے۔ جنہوں نے اس جلسہ پر حضرت مولوی سید عبداللہ صاحب غزنویؒ کا ایک رؤیا مولوی محمد حسین صاحب کے متعلق بیان کیا تھا یہ بزرگ حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب قاضی کوٹ ضلع گوجرانوالہ کے ایک نہایت ہی مخلص اور حضرت اقدسؑ کے فدائی تھے۔ مولوی عبداللہ غزنویؒ سے بھی انہوں نے بیعت کی ہوئی تھی۔ اور مولوی محمد حسین صاحب سے بھی تعلقات رکھتے تھے۔ اس لئے کہ خود مولوی محمد حسین صاحب بھی غزنویؒ کے خاص معتقدین میں سے تھے۔'' (5)

گذشتہ سال جلسہ پر صرف پچھتر افراد آئے تھے۔ اور اس دفعہ پانصد۔ جو احباب اور مخلص محض للہ شریک جلسہ ہونے کیلئے دور دور سے تشریف لائے تھے۔ ان کی تعداد تقریباً سوا تین صد تھی اور ان کے اسماء آئینہ کمالات اسلام میں مرقوم ہیں۔ ان میں ضلع گوجرانوالہ کے صرف چھ سات افراد کے اسماء درج ہیں۔ جن میں سے ۱۰۴ نمبر پر

قاضی ضیاء الدین صاحب کوٹ قاضی (ضلع گوجرانوالہ) ڈاکخانہ بوتالہ کا نام نامی بھی مرقوم ہے۔ چندہ مذکورہ بالا کے لئے بانوے افراد نے وعدہ کیا یا نقد ادائیگی کی۔ ان میں نمبر ۱۹ پر ''قاضی ضیاء الدین صاحب قاضی کوٹی ۱/۴ عہ'' مرقوم ہے۔ یعنی ایک آنہ چار پائی ماہوار گویا سالانہ ایک روپیہ چندہ قیام مطبع کے لئے ادائیگی کا آپ نے وعدہ کیا تھا۔ ان بانوے افراد میں سے چھبیس نے اتنی ہی مقدار کا چندہ لکھوایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نظر تقویٰ کی روح پر ہوتی ہے وہ قادر توانا خدا ریت کی مٹھی کو اک لشکر جرار کی شکست کا ذریعہ بنا سکتا ہے۔ حضرت اقدسؑ نے ضمیمہ انجام آتھم میں جلسہ میں شمولیت کرنے والوں کی فہرست مندرجہ آئینہ کمالات اسلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو پورا کرنے والی قرار دیا ہے۔ پیشگوئی یہ تھی کہ ''مہدی اس گاؤں سے نکلے گا۔ جس کا نام کدعہ ہے۔

(یہ نام دراصل قادیاں کے نام کو معرب کیا ہوا ہے) اور پھر فرمایا کہ خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا۔ اور دور دور سے اس کے دوست جمع کرے گا۔ جن کا شمار اہل بدر کے شمار سے برابر ہوگا۔ یعنی تین سو تیرہ ہوں گے۔ اور ان کے نام بقید مسکن وخصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہوں گے۔'' (6)

حضور فرماتے ہیں:

''بموجب منشاء حدیث کے یہ بیان کر دینا پہلے سے ضروری ہے کہ یہ تمام اصحاب خصلتِ صدق وصفا رکھتے ہیں اور حسب مراتب جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ بعض بعض سے محبت اور انقطاع الی اللہ اور سرگرمیء دین میں سبقت لے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی رضاء کی راہوں میں ثابت قدم کرے۔'' (7)

۳۱۳ صحابہ میں آپ کا شمار:

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ ے۲ قاضی ضیاء الدین صاحب ۳۱۳ صحابہ میں شمار ہوئے۔ آپ ان معدودے چند بزرگوں میں سے ہیں۔ جو دوسری بار بھی دوسری فہرست مندرجہ ضمیمہ انجام آتھم میں ۳۱۳ صحابہؓ میں شمار ہوئے۔ نہ صرف یہی بلکہ آپ کے دو فرزند اور آپ کے ذریعہ احمدیت قبول کرنے والے دیگر گیارہ افراد بھی ان مبارک صحابہؓ میں شامل ہوئے۔ ان سب کے اسماء درج ذیل کئے جاتے ہیں:

۱۔ ''قاضی ضیاء الدین صاحب قاضی کوٹی'' نمبر ۳۵

۲۔ ''قاضی محمد یوسف صاحب قاضی کوٹ گوجرانوالہ'' نمبر ۱۴۲

۳۔ ''قاضی فضل الدین صاحب قاضی کوٹ گوجرانوالہ'' نمبر ۱۴۳

۴۔ ''قاضی سراج الدین صاحب قاضی کوٹ گوجرانوالہ'' نمبر۱۴۴

۵۔ ''قاضی عبدالرحیم صاحب فرزند رشید قاضی ضیاءالدین صاحب کوٹ قاضی گوجرانوالہ نمبر۱۴۵

۶۔ ''حافظ محمد بخش مرحوم۔کوٹ قاضی'' نمبر۱۶۹

۷۔ ''قاضی چراغ الدین۔کوٹ قاضی گوجرانوالہ'' نمبر۱۹۱

۸۔ ''میاں فضل الدین صاحب قاضی کوٹ''* نمبر۱۹۲

۹۔ ''قاضی میر محمد صاحب کوٹ کہلیاں'' نمبر۱۹۴

۱۰۔ ''میاں اللہ دتہ صاحب۔نت۔گوجرانوالہ'' ** نمبر۱۹۵

۱۱۔ ''میاں سلطان محمد صاحب'' نمبر۱۹۶

۱۲۔ ''قاضی عبداللہ صاحب کوٹ قاضی'' *** نمبر۲۸۱

آپ بلند پایہ عالم تھے:

آپ عربی اور فارسی کے اعلیٰ پایہ کے عالم تھے۔اپنے روزنامچہ میں آپ نے اپنی لائبریری کی ایک فہرست درج کی ہوئی ہے۔سینکڑوں کتابیں ہیں۔صحیح بخاری۔شرح فقہ اکبر۔فوز الکبیر فی اصول التفسیر۔حجتہ اللہ البالغہ عربی (مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) اور دیگر احادیث اور تفسیر کی مختلف کتب درج ہیں اور نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کی متعدد تصانیف کے نام ہیں۔پہلے نمبر پر قرآن مجید کا ایک نسخہ کا اندراج یوں فرمایا ہے:

۱۔قرآن مجید قلمی قیمت پنجاہ روپیہ از ترکہ والد مرحوم ہمیں یک نسخہ کامل الصفات است که بفقیر جانی فانی بطور وارث رسیده۔دستخطی حافظ اکرم جی که بخوشخطی در ملک پنجاب مشهور اند

مولوی محمد عبداللہ صاحب بوتالوی ؒ بیان کرتے ہیں کہ قاضی صاحب کو عربی اور علوم دینیہ میں کافی مہارت تھی۔اور انہوں نے زیادہ تر اپنا علم گھر میں ہی رہ کر اور مطالعہ کے ذریعہ حاصل کیا ہوا تھا۔ (8)

قاضی عبدالرحیم صاحب ؒ بتاتے تھے کہ حضرت والد صاحب ؒ علم حدیث وفقہ وقرآن کریم کے بلند پایہ

* قاضی محمد عبداللہ صاحب ذکر کرتے ہیں کہ یہ کشمیری تھے۔

** قاضی محمد عبداللہ صاحب ذکر کرتے ہیں کہ نت متصل بوتالہ جھنڈا سنگھ ہے۔

*** قاضی محمد عبداللہ صاحب (خلف قاضی ضیاءالدین صاحب ؓ) خود مراد ہیں۔مؤلف

عالم تھے۔اور طبیب حاذق تھے۔اور خاص شہرت رکھتے تھے۔درس وتدریس میں شامل ہونے کیلئے لاہورتک کے طلباء آپ کے پاس آ کر رہتے تھے۔اور بعض وقت ان کی تعداد چالیس تک بھی پہنچ جاتی تھی۔پادریوں کے ساتھ اسلام کی تائید میں بحثیں کرتے تھے۔چنانچہ ایک مشہور پادری سے جس کا نام ذہن سے اتر گیا ہے۔ان کا کامیاب مناظرہ بھی ہوا تھا۔یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ سے پہلے کی بات ہے۔

۱۸۹۵ء میں آپ کا مباحثہ چوٹی کے مخالف علماء سے ہوا۔اوران سے سوائے راہ فرار اختیار کرنے کے اور کچھ نہ بن پڑا۔اسی طرح آپ کے روزنامچہ کے اندراجات جو فارسی میں ہیں۔اس زبان پر عبور حاصل ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور مباحثہ مذکورہ سے اور اپنے فرزند قاضی محمد عبداللہ صاحب کے تسمیہ کی تفصیل سے اعلیٰ پایہ کی کتب احادیث وتفاسیر وغیرہ سے آپ کی کامل واقفیت ظاہر ہوتی ہے۔جس کی تفصیل دوسری جگہ دی ہے۔تریاق القلوب میں مندرجہ آپ کے خط سے آپ کا صاحب علم ہونا مترشح ہوتا ہے۔

اہلیہ محترمہ قاضی عبدالرحیم صاحب بیان کرتی تھیں کہ حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد پر قرآن شریف ترجمہ سے حضرت قاضی صاحبؓ سے پڑھنا شروع کیا تھا۔

نشان بابت عبداللہ آتھم:

دجال کا عظیم فتنہ ہزاروں شاخیں رکھنے والا شجرہ ملعونہ ہے۔اس کی جڑھ بگڑی ہوئی عیسائیت ہے۔مادہ فاسدہ کی طرح جو جسم انسانی کے مختلف اعضاء میں مختلف عوارض کی شکل اختیار کرتا ہے۔اس نے بھی ہزار ہا روپ دھارے ہیں۔اس فتنہ کو ایک غیر معمولی فتنہ سے موسوم کریں تو بھی وہ غیر معمولی' صفت اس کی وسعت اور ہمہ گیری کو ظاہر کرنے سے قاصر اور نا کافی ہے۔انبیاء سابقین کے ازمنہ میں روحانی فتنے ایک قوم یا ملک تک محدود ہوتے تھے۔لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام اقوام عالم کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔اس لئے مقدّر یوں تھا کہ مسلمانوں کے انحطاط وزوال کے زمانہ میں یہ قیامت پیکر سیلاب اُمڈ کر تمام روئے عالم پر محیط ہو جائے گا اور اقوام و مذاہب اس کے پیدا کردہ نظریات اور تہذیب کو یوں اپنا لیں گے کہ گویا ان میں ذرا بھر بھی مضرّت کا پہلو نہیں۔بلکہ شیر مادر کی طرح اسے اپنی پرورش اور نموّ کے لئے ضروری اور لابدی قرار دے لیں گے۔کل تک جو آل رسولؐ اور علماء اسلام کہلانے میں فخر محسوس کرتے تھے۔آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام پر نہایت گھناؤنے اور ننگ انسانیت الزامات عائد کرنے کو باعث صد افتخار اور عین کار ثواب یقین جاننے لگے۔کروڑوں انسانوں نے اس مسخ شدہ مذہب کو قبول کر لیا۔جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ

* سورۃ مریم۔آیت ۹۱-۹۲۔

تَنۡشَقُّ الۡاَرۡضُ وَ تَخِرُّ الۡجِبَالُ ھَدًّا ۔ اَنۡ دَعَوۡا لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدًا۔ *

ایسے وقت میں کہ اس دیو لعین کی مہیب اور خوفناک صدائے ھل من مبارز۔ ھل من مبارز سے قلوب دہل رہے۔ اور کلیجے منہ کو آ رہے تھے۔ اور کوئی بھی اس کا حریف بننے کی طاقت نہ پاتا تھا۔ اور پھر اسلام کے ستارے ماند نظر آتے تھے۔ اور راسخ پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح اڑ رہے تھے۔ اسلام پر جب ایسا نازک وقت آ چکا تھا۔ تو حضرت مسیح موعودؑ جیسے بطل جلیل نے اس دعوت مبارزت کو قبول کیا۔ اس سے قبل براہ راست عیسائیت سے میدان مناظرہ میں نمٹنے کا موقعہ اس روح القدس کی قوت سے تائید یافتہ پہلوان کو میسر نہیں آیا تھا۔ کہ جسے اللہ تعالیٰ کی تقدیر خاص نے اس مہم کے سَر کرنے کے لئے پیدا کیا تھا۔

چنانچہ مئی و جون ۱۸۹۳ء میں بمقام امرتسر یہ تقریب بھی پیدا ہوگئی۔ جب کہ پندرہ دن تک حضرت اقدسؑ کا عیسائیت کے نمائندہ ڈپٹی عبداللہ آتھم کے ساتھ مباحثہ ہوا۔ یہاں تفصیل کا موقعہ نہیں۔ اس قدر ذکر کر دینا کافی ہے کہ پیشگوئی کے مطابق عبداللہ آتھم ۲۷ جولائی کو بمقام فیروز پور طعمۂ اجل بن گیا۔ یہ دلائل اور نشان الٰہی عیسائیت پر ضرب کاری تھے۔ اس مباحثہ کو احمدیت کی تاریخ میں خاص الخاص اہمیت حاصل ہے۔ دلائل کے میدان میں بُری طرح عاجز آنے کے باعث بعد ازاں عیسائی مناظرہ سے پہلو تہی کرنے لگے۔ اور حضورؑ کو گزند پہنچانے کیلئے ناجائز وسائل اختیار کرنے پر اُتر آئے۔ مثلاً ۱۸۹۷ء میں ڈاکٹر مارٹن کلارک نے حضورؑ کے خلاف اقدام قتل کا خطرناک لیکن سرتا پا جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ حضورؑ کو اس کے مکائد اور منصوبوں سے محفوظ و مصئون رکھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس تاریخی جہاد کے مشاہدہ کا موقعہ اور شرف حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ کو بھی میسر آیا تھا۔ حضورؑ اس نشان کا نزول المسیح میں ذکر کر کے رقم فرماتے ہیں :

> ''عبداللہ آتھم کے متعلق جو میں نے پیشگوئی کی تھی۔ اس کا ثبوت اس رسالہ مباحثہ میں موجود ہے۔ جس کا نام جنگ مقدس ہے۔ اور اس سے ثابت ہے کہ یہ پیشگوئی کیوں کی گئی۔ یعنی آتھم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال کہا تھا۔ اور پھر پیشگوئی کو سُن کر قریباً ستر آدمیوں کے روبرو رجوع کیا۔ جن میں۔۔۔۔۔ قاضی ضیاء الدین صاحبؓ۔۔۔۔۔ وغیرہ اس پیشگوئی کے گواہ ہیں''

طرز بیان سے ظاہر ہے کہ حضورؑ نے ستر حاضرین میں سے بیس احباب کے اسماء درج فرمائے ہیں جو کہ اس موقعہ پر موجود تھے۔ ورنہ صرف پیشگوئی کی شہادت میں اسماء درج کرنے کی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی

کیونکہ یہ پیشگوئی قبل از وقوع جنگ مقدس میں درج ہوچکی تھی۔جیسا کہ حضورؑ کی عبارت سے بھی ظاہر ہے۔

پیشگوئیوں کے گواہ:

نزول المسیح میں حضرت اقدسؑ نے بہت سی پیشگوئیاں درج کرکے ان کے گواہوں کے اسماء بھی درج فرمائے ہیں۔چنانچہ چار میں قاضی صاحبؓ کا نام بھی درج ہے۔ان احباب کا حضرت اقدسؑ کی طرف سے بطور گواہ ذکر کیا جانا ان احباب کی عظمت پر دال اور ان کے لئے باعث افتخار و اکرام ہے۔

پیشگوئی نمبر ۴۶ تاریخ بیان پیشگوئی ۱۸۸۰ء میں حضورؑ فرماتے ہیں :

''انی مھین من اراد اھانتک یعنی میں اس کی اہانت کروں گا جو تیری اہانت کا ارادہ کریگا۔یہ ایک نہایت پُر شوکت وحی اور پیشگوئی ہے۔جس کا ظہور مختلف پیرایوں اور مختلف قوموں میں ہوتا رہا ہے۔اور جس کسی نے اس سلسلہ کو ذلیل کرنے کی کوشش کی وہ خود ذلیل اور ناکام ہوا۔مثلاً مولوی محمد حسین نے کپتان ڈگلس کے روبرو میرے برخلاف گواہی دی۔ اور میری توہین چاہی تو اس کو کرسی کے مانگنے پر ڈپٹی کمشنر نے سخت جھڑکا اور ذلیل کیا۔جب مخالف مولوی لوگوں نے مجھے جاہل کہا۔تو خدا نے مجھے ایسی عربی فصیح بلیغ کتابیں لکھنے اور مقابلہ کے لئے سب کو چیلنج کرنے کی توفیق دی کہ آج تک کوئی مولوی جواب نہیں دے سکا۔ پیر مہر علی شاہ نے میری اہانت چاہی تو اول اعجاز المسیح کا جواب عربی میں نہ لکھنے پر وہ ذلیل ہوا۔اور پھر ایک مردہ کی تحریرات اپنے نام پر بطور سرقہ شائع کرکے ذلیل ہوا۔اور کیسا ذلیل ہوا کہ چوری بھی کی اور وہ بھی نجاست کی چوری۔کیونکہ محمد حسن مردہ کی کل تحریر غلط تھی اور مہر علی اس کا چور تھا۔اس چوری سے کیا ذلتیں اُٹھائیں۔(۱) اول مردہ کے مال کا چور (۲) دوسرا چونکہ مال سب کھوٹا تھا۔اس لئے دوسری ذلت یہ ثابت ہوئی کہ علمی رنگ میں بصیرت کی آنکھ ایک ذرہ اس کو حاصل نہیں تھی (۳) تیسری یہ ذلت کہ سیف چشتیائی میں اقرار کر چکا کہ یہ میری تصنیف ہے۔بعد ازاں ثابت ہوگیا کہ جھوٹا کذاب ہے۔یہ اس کی تصنیف نہیں بلکہ محمد حسن متوفی کی تحریر ہے۔جو مَر کر اپنی نادانی کا نمونہ چھوڑ گیا۔مہر علی نے خواہ مخواہ اس کی پیشانی کا سیاہ داغ اپنے ماتھے پر لگالیا۔لگا مولوی بننے اگلی حیثیت بھی جاتی رہی۔یہی پیشگوئی تھی کہ انی مھین من اراداھا نتک۔محمد حسن مردہ نے جبھی کہ میری

کتاب اعجاز المسیح کا جواب لکھنے کا ارادہ کیا۔اس کو خدا نے فوراً ہلاک کیا۔غلام دستگیر نے اپنی کتاب فتح رحمانی کے صفحہ ۲۷ میں مجھ پر بددعا کی اس کو خدا نے ہلاک کیا۔مولوی محمد اسماعیل علی گڑھ نے مجھ پر بددعا کی اس کو خدا نے ماردیا۔محی الدین لکھو کے والا نے مجھ پر بددعا کی اس کو خدا نے ماردیا۔مہرعلی نے مجھ کو چور بنانا چاہا وہ خود چور بن گیا۔محمد حسن بھین نے میری کتاب کا رَدلکھ کر مجھے ذلیل کرنا چاہا خود ایسا ذلیل ہوا کہ خدا نے اس کی سزا صرف اس کی موت تک کافی نہ سمجھی بلکہ ہرایک غلطی میری جو اس نے نکالی وہ ان کی خود غلطی ثابت ہوئی۔ بدقسمت مہرعلی کو بھی ساتھ ہی لے ڈوبا۔''

اس پیشگوئی کی رؤیت کے زندہ گواہوں میں سے حضرت اقدسؑ نے سات کے اسماء درج فرمائے ہیں۔جن میں حضرت قاضی ضیاءالدین صاحبؓ کا نام بھی شامل ہے۔(9)

پیشگوئی نمبر ۴۹ تاریخ بیان پیشگوئی یکم جنوری ۱۸۸۸ء میں حضورؑ فرماتے ہیں:

''مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکے کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔ چنانچہ قبل ولادت بذریعہ اشتہار کے وہ پیشگوئی شائع ہوئی پھر بعد اس کے وہ لڑکا پیدا ہوا۔جس کا نام بھی رؤیا کے مطابق محمود احمد رکھا گیا اور یہ پہلا لڑکا ہے جو سب سے بڑا ہے۔''

پیشگوئی نمبر ۵۰ تاریخ بیان پیشگوئی ۱۰ دسمبر ۱۸۹۲ء میں حضرت اقدسؑ تحریر کرتے ہیں:

''پھر مجھے دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کی نسبت الہام ہوا کہ جو قبل از ولادت بذریعہ اشتہار شائع کیا گیا الہام یہ تھا **سیولدلک الولدویدنٰی منک الفضل** اوروہ الہام آئینہ کمالاتِ اسلام کے صفحہ ۲۶۶ میں بھی درج کیا گیا تھا۔اوراس کے بعد دوسرا بیٹا پیدا ہوا۔جس کا نام بشیراحمد ہے۔''

پیشگوئی نمبر ۵۱ (تاریخ بیان پیشگوئی ۵ستمبر ۱۸۹۴ء) میں حضورؑ رقم فرماتے ہیں:

''پھر تیسرے بیٹے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی **انا نبشرک بغلام** ۔اور یہ پیشگوئی رسالہ انوارالاسلام میں قبل از وقت شائع کی گئی۔ چنانچہ اس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے تیسرا بیٹا عطاء فرمایا۔جس کا نام شریف احمد ہے۔''

ہرسہ پیشگوئیوں کی رویئت کے گواہوں میں حضرت اقدسؑ کی طرف سے چھ کے اسماء درج ہوئے ہیں۔جن میں سے ایک قاضی ضیاءالدین صاحبؓ بھی ہیں۔(10)

شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی کو خط:

حضرت اقدسؑ نے ذیل کا خط شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی کو تحریر کیا تھا۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نُصلّے

بخدمت شیخ محمد حسین صاحب ابوسعید بٹالوی

''الحمد للّٰہ و السلام علی عبادہ الذین اصطفےٰ۔ امابعد میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میں آپ کے فتویٰ تکفیر کی وجہ سے جس کا یقینی نتیجہ احد الفریقین کا کافر ہونا ہے۔ اس خط میں سلام مسنون یعنی السلام علیکم سے ابتداء نہیں کر سکا۔ لیکن چونکہ آپ کی نسبت ایک منذر الہام مجھ کو ہوا۔ اور چند مسلمان بھائیوں نے بھی مجھ کو آپ کی نسبت ایسی خوابیں سنائیں۔ جن کی وجہ سے میں آپ کے خطرناک انجام سے بہت ڈر گیا۔ تب بوجہ آپ کے ان حقوق کے جو بنی نوع کو اپنے نوع انسان سے ہوتے ہیں اور نیز بوجہ آپ کی ہم وطنی اور قرب و جوار کے میرا رحم آپ کی اس حالت پر بہت جنبش میں آیا۔ اور میں اللہ جلشانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے آپ کی حالت پر نہایت رحم ہے۔ اور ڈرتا ہوں کہ آپ کو وہ امور پیش نہ آجائیں۔ جو ہمیشہ صادقوں کے مکذّبوں کو پیش آتے رہے ہیں۔ اسی وجہ سے میں آج رات کو سوچتا سوچتا ایک گرداب تفکّر میں پڑ گیا کہ آپ کی ہمدردی کے لئے کیا کروں۔ آخر مجھے دل کے فتویٰ نے یہی صلاح دی کہ پھر دعوت الی الحق کے لئے ایک خط آپ کی خدمت میں لکھوں۔ کیا تعجب کہ اسی تقریب سے خدا تعالیٰ آپ پر فضل کر دیوے۔ اور اس خطرناک حالت سے نجات بخشے۔ سو عزیز من آپ خدا تعالیٰ کی رحمت سے نومید نہ ہوں۔ وہ بڑا قادر ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اگر آپ طالب حق بن کر میری سوانح زندگی پر نظر ڈالیں تو آپ پر قطعی ثبوتوں سے یہ بات کھل سکتی ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ کذب کی ناپاکی سے مجھ کو محفوظ رکھتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ بعض وقت انگریزی عدالتوں میں میری جان اور عزت ایسے خطرہ میں پڑ گئی کہ بجز استعمال کذب اور کوئی صلاح کسی وکیل نے مجھ کو نہ دی۔ لیکن اللہ جلّشانہٗ کی توفیق سے میں سچ کے لئے اپنی جان اور عزت سے دستبردار ہو گیا اور بسا اوقات مالی مقدمات میں محض سچ کے لئے میں نے بڑے بڑے نقصان اٹھائے اور

بسا اوقات محض خدا تعالیٰ کے خوف سے اپنے والد اور اپنے بھائی کے برخلاف گواہی دی اور سچ کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس گاؤں میں اور نیز بٹالہ میں بھی میری ایک عمر گذر گئی ہے۔ مگر کون ثابت کرسکتا ہے کہ کبھی میرے منہ سے جھوٹ نکلا ہے۔ پھر جب میں نے محض للہ انسانوں پر جھوٹ بولنا ابتداء سے متروک رکھا اور بارہا اپنی جان اور مال کو صدق پر قربان کیا تو پھر میں خدا تعالیٰ پر کیوں جھوٹ بولتا۔

''اور اگر آپ کو یہ خیال گذرے کہ یہ دعویٰ کتاب اللہ اور سنت کے برخلاف ہے۔ تو اس کے جواب میں باادب عرض کرتا ہوں کہ یہ خیال محض کم فہمی کی وجہ سے آپ کے دل میں ہے اگر آپ مولویانہ جنگ وجدال کو ترک کر کے چندروز طالب حق بن کر میرے پاس رہیں تو میں امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کی تمام غلطیاں نکال دے گا اور مطمئن کردے گا اور اگر آپ کو اس بات کی بھی برداشت نہیں تو آپ جانتے ہیں کہ پھر آخری علاج فیصلہ آسمانی ہے۔ مجھے اجمالی طور پر آپ کی نسبت کچھ معلوم ہوا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میں چندروز توجہ کر کے اور تفصیل پر بفضلہٖ تعالیٰ اطلاع پا کر چند اخباروں میں شائع کردوں۔ اس شائع کرنے کیلئے آپ کی خاص تحریر سے مجھ کو اجازت ہونی چاہئے۔ میں اس خط کو محض آپ پر رحم کر کے لکھتا ہوں۔ اور بہ ثبتِ شہادت چندکس آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں۔ اور آخر دعا پر ختم کرتا ہوں۔ رَبَّنَا افۡتَحۡ بَيۡنَنَا وَ بَيۡنَ قَوۡمِنَا بِالۡحَقِّ وَ اَنۡتَ خَيۡرُ الۡفَاتِحِيۡنَ۔ آمین۔''

الراقم خاکسار غلام احمد از قادیان

ضلع گورداسپور ۳۱/ دسمبر ۱۸۹۲ء

اس خط پر حضورؑ نے پندرہ احباب کی گواہی درج کروائی جن میں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ بھی شامل ہیں۔ ایک گواہ ''قاضی ضیاء الدین ساکن کوٹ قاضی ضلع گوجرانوالہ'' بھی ہیں۔ (11)

مولوی محمد حسین نے بہت ہی لچر اور دلآزار جواب دیا۔ جسے مع جواب حضورؑ نے اس کتاب میں درج فرمادیا۔

حضرت مولوی عبداللہ غزنویؒ کی مولوی محمد حسین کے متعلق پیشگوئی:

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی حضرت اقدسؑ کے بچپن کے ہم سبق تھے۔ انہوں نے براہین احمدیہ پر

اپنے رسالہ اشاعۃ السنّہ میں ایک مفید اور طویل تبصرہ شائع کیا تھا۔ جس میں حضورؑ کی مالی قالی اور حالی خدمت اسلام کو تیرہ سو سال میں بے نظیر قرار دیا تھا۔ لیکن بعد میں مخالفت کرنے لگے اور اپنے استاد سید نذیر حسین صاحب دہلوی پر زور دے کر فتویٰ کفر دلایا۔ حضرت اقدسؑ کے الہام میں استاد و شاگرد دونوں کو فرعون وھامان کہا گیا ہے۔ (12) مولوی صاحب کی زندگی الہام انی مھین من ارادھانتک کا مرقع ہے۔

اس سے قبل حضرت مولوی عبداللہ غزنویؒ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بتا دیا تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب کے علم کا پیراہن پارہ پارہ کر دیا جائے گا۔ اس بارہ میں قاضی صاحب نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں ذیل کا عریضہ لکھا:

''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

بخدمت حضرت اقدسؑ

''بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ عرض آنکہ اس خط کو جو محمد حسین (بٹالوی۔ ناقل) کی طرف لکھا گیا ہے۔ بعض دوستوں نے خصوصاً صاحبزادہ صاحب نے بھی پسند فرمایا ہے۔ * لہٰذا چاہتے ہیں۔ چونکہ نور القرآن کے حاشیہ پر جگہ موجود ہے۔ اگر اجازت دیں مختصر چھاپ دیا جائے۔ کیونکہ اس کشف والے ولی کے یعنی عبداللہ غزنوی کے بہت معتقد محمد حسین کی جماعت میں موجود ہیں۔ اگر وہ فائدہ نہ اٹھائے گا تو دوسرے ہی سہی۔ ورنہ حجت ہوگی۔ فقط۔ جیسا کہ حکم ہو مطلع فرما دیں۔ والسلام والاکرام۔

عریضہ نیاز مسکین ضیاء الدین عفی عنہٗ''

محررہ ۲۰/ دسمبر ۱۸۹۵ء

اس کی پشت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے رقم فرمایا۔

''بہتر ہے چھاپ دیں مگر خط میں لکھ دیں کہ چونکہ آپ کا اس کشف سے فائدہ اٹھانا ظنی امر ہے۔ بالخصوص اس تعصّب کے جوش میں جو آپ مسلمانوں کو کافر مانتے ہیں۔ اس لئے میں نے نور القرآن میں اس خط کو چھپوا بھی دیا ہے۔ تا یہ خط مفید عام ہو جائے۔'' **

---

*اس سے مراد حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحبؓ نعمانی ہیں جیسا کہ آگے ذکر آتا ہے اور اس کتاب پر بھی پیر صاحب کا نام درج ہے۔ (مؤلف)

** خط کے آخر پر حضورؑ کے دستخط نہیں ہیں۔

چنانچہ کتاب مذکور سے ذیل کا اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''حضرت عبداللہ صاحب مرحوم غزنوی کا ایک کشف شیخ محمد حسین بطالوی کی نسبت جس کو جناب قاضی ضیاء الدین صاحب ساکن قاضی کوٹ ضلع گوجرانوالہ نے اپنے کانوں سے سنا اور شیخ صاحب کی طرف محض اصلاح روحانی کیلئے لکھ کر روانہ کیا۔ سو وہ ہم اس رسالہ میں درج کرتے ہیں۔ اگرچہ شیخ صاحب کی نسبت ہمارا یقین ہے کہ وہ اس سے متنبہ ہونے والے نہیں لیکن ہم ان کے بعض ہم خیال اور محبوں پر ایک قسم کا حسن ظن رکھتے ہیں کہ وہ اس سے فائدہ حاصل کریں گے۔ واللّٰہ ولی التوفیق۔ وہ کشف ذیل میں درج ہے۔

خاکسار۔ سراج الحق نعمانی

ھوالھادی

''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلے

''مکرمی مولوی محمد حسین صاحب۔ بعد شوقِ ملاقات آنکہ یہ جو آج کل آپ در بارہ تکفیر و تضلیل حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی (جن کو آپ پہلے مجدد وقت تسلیم کر چکے ہیں) سرگرم ہیں اور یہاں تک سرگرمی ہے کہ آپ نے اپنے لکھے ہوئے مضمون کفر وکافر مندرجہ اشاعۃ کی بھی پرواہ نہیں کی۔ جس کی شامت سے اب صریح سوءِ خاتمہ کے آثار ظاہر ہیں۔ آپ کی اس حالت کو دیکھ کر عاجز کا دل بلحاظ حُبِّ بنی نوع پگھل آیا۔ لہٰذا بحکم اَلدِّیْنُ النَّصِیُحَۃ میں نے چاہا کہ آپ کو اس شیمہ نامرضیہ سے للہ متنبہ کروں۔ شاید اللہ تعالیٰ جو رحیم و کریم ہے رحم فرمادے۔ اور اس بارے میں یہ ایک الہام عبداللہ غزنوی مرحوم ہے۔ جو آپ کی نسبت ان کو ہوا تھا۔ اور اسی زمانہ میں آپ کو سنا بھی دیا تھا۔ شاید وہ آپ کو یاد ہو یا نہ ہو۔ اب میں آپ کو دوبارہ سناتا ہوں اور مجھے کئی بار تجربہ ہو چکا ہے کہ مولوی لوگ اپنے ہمعصر کی بات سے گو کیسی ہی مفید ہو کم متاثر ہوتے ہیں اب وہ مرحوم تو فوت ہو چکے شائد آپ ان سے علاقہ بیعت بھی رکھتے تھے۔ تعجب نہیں کہ آپ کو ان کے الہام سے فائدہ پہنچے۔ عاجز کی غرض سوائے خیر خواہی اور اتفاق بین المسلمین اور کچھ نہیں۔ میں حلفاً بیان کرتا ہوں۔ وکفٰی باللّٰہ شھیداً ۔ کہ یہ الہام میں نے خود حضرت مرحوم سے سُنا ہے۔ خدا کے لئے جاگتے دل سے سنو۔ وھو ھذا۔

''می بینم کہ محمد حسین پیراہنے کلاں پوشیدہ است لاکن پارہ پارہ شدہ است۔ پھر آپ ہی یہ تعبیر فرمائی کہ آں پیراہن علم است کہ پارہ پارہ خواہد شد۔ اور پارہ پارہ زبان سے کہتے تھے۔ اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سینہ سے لیکر پنڈلیوں تک بار بار اشارہ کرتے تھے پھر عاجز کو فرمایا کہ آنرا باید گفت کہ توبہ کردہ باشد۔ چنانچہ حسب الوصیت میں نے آپ کو یہ حال سنایا تھا۔ آپ نے عاجز کو چینیاں والی مسجد لاہور میں تمسخر آمیز الفاظ سے پیغام دیا تھا کہ ولی بنے جاتے ہیں۔ عبداللہ کو کہنا کہ مجھے بھی بلاوے۔ اس پیغام کے بعد انہوں نے ملاّ سفر کے روبرو الہام مذکور فرمایا۔ اور میں نے امرتسر میں بمکان حافظ محمد یوسف صاحب جہاں حافظ عبدالمنان رہتا تھا۔ حرف بحرف آپ کو سنا دیا تھا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اس وقت آپ متاثر ہو گئے تھے۔ جس سے مطالعہ کتاب بھی چھوٹ گیا تھا۔ میں نے انہی دنوں اپنے گاؤں کے لوگوں کو بھی سنا دیا تھا۔ جو وہ اب گواہی دے سکتے ہیں غرض کہ یہ منذر الہام ان دنوں میں پورا ہوا۔ جس کا اثر اب ظاہر ہوا کہ مرزا صاحب کے مقابل پر آپ کی ساری علمیت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ اور علم کے لاف و گزاف بھی ہیچ محض ثابت ہوئے۔ لہذا یہ الہام بے شک سچا ہے۔ مولوی صاحب! میں نے وقت پر آپ کو دوبارہ یاد دلایا ہے۔ آپ عبرت پکڑیں اور توبہ کریں۔ اور اس مصلح اور مجدّد اور امام کامل اور مسیح موعود ایدہ اللہ کی عداوت سے دست بردار ہو جائیں۔ ورنہ حسرت سے دانت پیسنا اور رونا ہوگا۔ آئندہ اختیار بدستِ مختار۔ شعر

گر امروز ایں پند من نشنوی — یقین داں کہ فردا پشیمان شوی

وما علینا الاّ البلاغ. — الراقم المسکین ضیاءالدین عفا عنہ''

۲۰ دسمبر ۱۸۹۵ء

صبر و استقامت وسعت تبلیغ اور اس کا اثر:

قاضی عبدالرحیم صاحب بیان کرتے تھے کہ والد ماجدؓ کو اپنے گاؤں کوٹ قاضی محمد جان میں مخالفوں نے قریباً تیرہ برس تک سخت تکالیف پہنچائیں۔ مقاطعہ کئے رکھا۔ نقب زنی بھی کرادی گئی۔ مگر آپ نے استقامت سے مقابلہ کیا۔ اور سب کام کاج چھوڑ کر اپنا سارا وقت تبلیغ میں صرف کرنا، آپ نے اپنا معمول بنا رکھا تھا۔

قاضی محمد عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ والد بزرگوار کو سارے ضلع میں پھر کر تبلیغ کرنے کا بڑا شوق

تھا۔اور کئی گاؤں کے لوگ آپ کے ذریعہ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے تھے ۱۹۰۲ء میں جب آپ ہجرت کر کے قادیان آ گئے تھے اور میں قادیان میں زیر تعلیم تھا۔تو موسم گرما کی تعطیلات میں آپ مجھے بھی اپنے ساتھ لے گئے۔اور سارے ضلع میں پھر پھر کر اپنے قدیمی تعلقات والوں کو اقرباء کو مختلف گاؤں میں جا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی اور صداقت کے دلائل اچھی طرح سے واضح کرتے تھے۔ مہاراجکے۔ دھیر نکے۔ درویش کے۔ کلاسکے۔ دینکے۔ نت۔ بوتالہ۔ کوٹ قاضی۔ گوجرانوالہ۔ سب جگہ جانا مجھے یاد ہے۔ جنڈیالہ میں اپنے بھانجے قاضی ظفرالدین (پروفیسر) سے خوب مقابلہ ہوا کرتا تھا۔اسے اپنے علم پر بڑا گھمنڈ تھا۔

ضلع گوجرانوالہ کے ایک صحابی مکرم مولوی فضل الدین صاحب (مبلغ حیدرآباد دکن وغیرہ) آپ کی تبلیغ کی وسعت کا ذکر کرتے ہیں۔اور اس ضلع کے ایک اور صحابی مولوی محمد عبداللہ صاحب بوتالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ:

> ''ہمارے خاندان میں احمدیت کا بیج بونے والے بلکہ جہاں تک میرا خیال ہے سارے ضلع گوجرانوالہ میں احمدیت کے پودے لگانے والے یہی صاحب تھے......... (آپ) اہل حدیث کا عقیدہ رکھتے تھے۔نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالوی کی تصنیفات کا ان کے ہاں کافی ذخیرہ تھا۔.........
>
> ''میرے والد صاحب مرحوم اس زمانہ کے علوم عربیہ مروّجہ کے عالم تھے۔اور اہل حدیث کا عقیدہ رکھتے تھے......... چونکہ قاضی ضیاء الدین صاحب بھی اسی عقیدہ پر تھے۔ اور وہ ہمارے رشتہ دار بھی تھے اور ان کا گاؤں کوٹ قاضی بھی ہمارے نزدیک یعنی صرف تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ اس لئے اکثر آتے جاتے رہتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات اور پیشگوئیاں اور الہامات وغیرہ سناتے رہتے (........ چنانچہ والد صاحب جن کی وفات ۱۸۹۶ء میں ہوئی وفات مسیح کے قائل ہو چکے تھے۔اور عملاً سلسلہ احمدیہ کے کاموں میں حصہ لیتے تھے)....... غرض یہ کہ ہمارے گھر میں احمدیت کی تصدیق و تائید کا قاضی صاحبؓ کی آمدورفت سے ایسا ماحول پیدا ہو گیا جس کا بچپن میں ہی میرے دل پر نہایت خوشگوار اثر تھا۔ جو آخرکار کشاں کشاں مجھے ہدایت پر لے آیا''۔(13)

آپ کے علاوہ اس ضلع کے ۳۱۳ صحابہ میں شمار ہونے کا شرف رکھنے والے اکیس صحابہ میں سے گیارہ آپ ہی کے ذریعہ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے تھے۔ایسی سعادت شاید ہی کسی اور کے حصہ میں آئی ہو۔

ایں سعادت بزور باز و نیست　　　　تانہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت عرفانی صاحبؓ لکھتے ہیں:

''حضرت قاضی ضیاء الدین رضی اللہ عنہ ایک یکرنگ مخلص دوست تھے۔ وہ اخلاص و عقیدت میں ایسے ڈوبے ہوئے تھے کہ جب پہلی مرتبہ قادیان آئے تو انہوں نے مسجد اقصےٰ کے محراب والی دیوار پر اپنے جذبات کا اظہار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک شعر میں اس طرح پر کیا۔

حسن خلق و دلبری بر تو تمام　　　　صحبتے بعد از لقائے تو حرام

خاکسار عرفانی کے ساتھ بھی انہیں بزرگانہ محبت تھی........ آپ کے ذریعہ ضلع گوجرانوالہ میں سلسلہ کی بہت تبلیغ ہوئی اور اکثر لوگوں کو انکی وجہ سے ہدایت نصیب ہوئی۔ انکے خاندان کے سب لوگ اس سلسلہ میں بحمد للہ داخل ہوگئے۔ اس لئے (کہ) وہ اپنے علاقے میں زہد وتقویٰ کے لئے مشہور تھے۔''(14)

عبدالحق غزنوی سے مباحثہ:

قاضی محمد عبداللہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے گاؤں (کوٹ قاضی جان محمد) میں قاضیوں کے دو اہم فریق بن گئے تھے۔ اس وجہ سے باہمی مخاصمت ومخالفت بڑے زور پر ہوگئی تھی۔ حضرت والد صاحبؓ کی تبلیغ سے ایک پتی کے نمبردار قاضی سراج دین صاحب مع اپنے دو بھائیوں قاضی فضل دین صاحب اور قاضی چراغ دین صاحبؓ دوسری پتی کے نمبردار کے بھائی قاضی محمد یوسف صاحبؓ حق قبول کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں شامل ہوگئے تھے۔ ہر سہ ۳۱۳ صحابہؓ کبار میں شامل ہوئے۔ ان کے اسماء فہرست مندرجہ انجام آتھم میں نمبر ۱۴۴۔۱۴۳۔۱۹۱۔۱۴۲ پر درج ہیں۔

لیکن دوسری پتی کے نمبردار قاضی محمد شریف صاحب اور تیسری پتی کے نمبردار قاضی نظام الدین صاحب سخت مخالف تھے۔ اور وزیر آباد کے ایک حافظ نابینا عبدالمنان اور امرتسر کے غزنوی علماء کے زیر اثر تھے۔ ان کی تقلید میں اپنے بھائیوں کو حضرت اقدسؑ کی بیعت کر لینے کے باعث کافر مرتد اور خارج از اسلام کہتے رہتے تھے۔

انہی مخالفین نے حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ کے بالمقابل نامی علماء بلانے کا انتظام کیا۔ اس کے بواعث کیا تھے۔ اس بارہ میں حضرت قاضی صاحبؓ اس مباحثہ کی روئیداد مطبوعہ میں تحریر کرتے ہیں۔

''ہمارے اس گاؤں .... میں بعض اشخاص نے .... حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو بتقلید مولوی محمد حسین بٹالوی کافر کافر کہنا عبادت لازمہ کی طرح فرض وقت سمجھ رکھا ہے۔ ہر چند نیک نیتی کی راہ سے عاجز نے .... سمجھایا......... لیکن اس خیر خواہی کے صلہ میں .... اس عاجز راقم کو بھی اسی اپنی کفر کی مد میں داخل کر دکھایا۔ یہاں تک نوبت پہنچا دی کہ اگر کوئی غریب سیدھا سادہ بخوف خدا عاجز کی نماز جماعت میں مل گیا تو کل اسے اپنی نماز جماعت سے دھکے دے کر نکال دیا کہ بس اب تو ہم جیسے مسلمانوں کی جماعت کے لائق نہیں ہے۔ غرض جب اس متعصّبانہ کارروائی سے بعض اہل انصاف نے انہیں ندامتیں دیں اور گرد و نواح کے مولائی مسلمانوں نے مذمتیں شروع کیں۔ تب ان صاحبوں نے بغرض منہ بند کرنے ان لوگوں کے اور طفل تسلی اپنے مقلدوں کے عاجز کے مقابل اس مباحثہ کی تقریب ڈالی۔'' (ص۴'۵)

احمدیوں کے خلاف یہ تعصب اور یہ عناد۔ الزام پھر بھی احمدیوں پر عائد کیا جاتا ہے کہ حضرت اقدسؑ نے بلا وجہ اپنی جماعت کو دوسرے مسلمانوں کی اقتداء میں نمازیں پڑھنے سے منع کر دیا ہے حالانکہ اور کوئی وجہ نہ بھی ہوتی تو دو وجوہات اور وہ بھی بہت اہم اور وقیع موجود تھیں۔ ایک یہ کہ یہ لوگ جن میں ان کے پیر مولوی علماءؒ اور امام الصلوٰۃ پیش پیش تھے۔ حضرت اقدسؑ کو کافر وغیرہ کہتے تھے۔ حضورؑ کے مرید بے غیرت بن جاتے۔ اگر ایسے نام رکھنے والوں کو بطور پیش امام قبول کئے رہتے۔ بھلا مسلمانوں کا کونسا فرقہ ہے۔ جو دیگر ایسے فرقوں کی امامت قبول کرتا ہے۔ جو انہیں کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں۔

ہر چہ خودمپسندی بر دیگراں ہم مپسند

دوسری وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ ایسے شخص کو بھی اپنی جماعت نماز سے نکال دیتے تھے۔ جس نے اتفاقاً کسی احمدی کے ساتھ مل کر نماز پڑھ لی ہو تو اگر حضرت مرزا صاحبؑ نے اپنی جماعت کو الگ نمازیں ادا کرنے کی تلقین فرما دی تو کیا بُرا ہوا۔ کیا مساجد کو آماجگاہ فتنہ وفساد بنانا اسلام ہے۔ اور اس سے کنارہ کشی کرنا اس سے خروج ہے۔ کتاب اللہ میں الفتنۃ اشدّ من القتل۔ بتایا گیا ہے۔ احمدی ہزارہا مقامات پر موجود تھے۔ اور ہر روز پنجگانہ نمازوں میں شرکت کرنا فرمانِ الٰہی ہے اور جب کہ نام نہاد سینکڑوں علماء نے جماعت احمدیہ پر کفر کا فتویٰ عائد کر دیا تھا۔ تو گویا روزانہ ہزارہا مقامات پر لڑائی اور دنگے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ جس سے احتراز شرعاً۔ عقلاً ہر طرح واجب تھا۔

قاضی صاحبؓ کے ذیل کے بیان سے جو روئیداد مباحثہ میں ہی درج ہے۔ ثابت ہوتا ہے کہ عرصہ دراز

تک حضرت اقدسؑ نے نمازوں کو الگ نہیں کیا۔ بلکہ فتنہ وفساد سے احتراز کی خاطر احمدی خود ہی کنارہ کشی کرتے تھے۔اور بالآخر تمام حالات کے پیش نظر حضورؑ کی طرف سے ممانعت کی گئی۔قاضی صاحبؓ لکھتے ہیں۔

''پھر مولوی امام الدین .... منصفانہ مصلح قوم بن کر قاضی نظام الدین ومحمد شریف کی جانب سے پیغام لائے کہ ہم مرزا جی کی تکفیر سے زبان کو تہ کر لیتے ہیں صلح کرلو۔نمازیں اکٹھی اتفاق سے پڑھو۔فضول جھگڑا اچھا نہیں۔ عاجز نے بمعہ رفقاء خود قاضی محمد یوسف صاحب وسراج الدین صاحب تھوڑی سی بات چیت کے بعد مان لیا۔ چنانچہ مصلح صاحب خوش واپس گئے۔ پھر چھ پہر کے بعد....... پیغام لائے کہ وہ صاحب بالمقطع صلح سے تو رہ گئے۔اب کہتے ہیں کہ تم پہلے مرزا جی کی مریدی سے باز آؤ۔ بیعت توڑ دواوران کے تمام عقائدورسائل سے توبہ کرو پھر ہم بھی مرزا جی کو کافر نہیں کہیں گے''(ص 11)

1890ء میں مولویوں نے کفر کا فتویٰ دیا اوراحمدیوں کی نماز جنازہ اوران سے شادی بیاہ حرام قرار دیا۔ چنانچہ سید نذیر حسین دہلوی نے فتویٰ دیا۔جس کی قریباً دوصد علماء نے تصدیق کی۔(15)

مولوی محمد حسین بٹالوی اور دہلی کے مولویوں نے ۱۸۹۱ء میں حضرت اقدسؑ کے خلاف اشتہارات شائع کئے۔جن میں آپ کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔سید نذیر حسین مذکور نے اپنے فتویٰ میں تحریر کیا:

''اب مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے دجال کذاب سے احتراز اختیار کریں اوراس سے دینی معاملات نہ کریں۔ جو اہل اسلام میں باہم ہونے چاہئیں۔نہ اس کی صحبت اختیار کریں اور نہ اس کو ابتداءً سلام کریں اور نہ ان کو دعوت مسنون میں بلاویں۔اور نہ اس کی دعوت قبول کریں اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔''

قاضی عبیداللہ مدراس نے حضرت اقدسؑ کے ماننے والے کا نکاح فسخ اور بعد کی اولاد کو معاذ اللہ ولدالزنا قرار دیا اور جنازہ کو قبرستان میں دفن کرنے سے منع کیا اور لکھا کہ ''بغیر غسل وکفن'' کے کُتے کی مانند گڑھے میں ڈال دینا۔ (16)

مولانا عبدالاحد خان پوری کا ذیل کا اقتباس قابل مطالعہ ہے۔اسے فخر کے ساتھ اقرار ہے کہ سب کارستانی ان مخالفین کی طرف سے عمل میں آئی اوران کی طرف سے بہیمانہ سلوک روا رکھے گئے۔ پھر بھی حضرت اقدسؑ کا روّیہ مصالحانہ رہا۔لیکن اس مصالحانہ روّیہ کو بھی دھوکہ قرار دیا گیا۔انا اللہ۔مولوی مذکور لکھتا ہے:

''جب طائفہ مرزائیہ امرتسر میں بہت ذلیل وخوار ہوئے۔ جمعہ جماعت سے نکالے گئے اور

جس مسجد میں جمع ہو کر نمازیں پڑھتے تھے۔اس میں سے بے عزتی کے ساتھ بدر کئے گئے اور جہاں قیصری باغ میں نماز جمعہ پڑھتے تھے وہاں سے حکماً رو کے گئے تو نہایت تنگ ہو کر مرزائے قادیانی سے اجازت مانگی کہ مسجد نئی تیار کریں تب مرزا نے ان کو کہا کہ صبر کرو۔ میں لوگوں سے صلح کرتا ہوں اگر صلح ہوگئی تو مسجد بنانے کی کچھ حاجت نہیں اور نیز اور بہت سی ذلتیں اٹھائیں۔ معاملہ و برتاؤ مسلمانوں سے بند ہوگیا۔ عورتیں منکوحہ مخطوبہ بوجہ مرزائیت کے چھینی گئیں۔ مردے ان کے بے تجہیز و تکفین اور بے جنازہ گڑھوں میں دبائے گئے۔ وغیرہ وغیرہ تو کذاب قادیانی نے یہ اشتہار مصالحت کا دیا''۔(17)

مشہور مخالف عبدالحق غزنوی جس نے حضرت مسیح موعودؑ سے امرتسر میں مباہلہ کیا تھا۔(18)

اس کے ساتھ اواخر دسمبر ۱۸۹۴ء میں قاضی صاحبؓ کا ایک مباحثہ اپنے گاؤں کوٹ قاضی میں ہوا۔ اس کے ساتھ مولوی محمد علی بوپڑی اور دیگر علماء بھی شریک تھے۔(قاضی محمد عبداللہ صاحب بتاتے ہیں کہ مخالف علماء گھوڑوں پر سوار ہو کر بہت طمطراق سے وہاں آئے تھے اور گاؤں میں اس دن بڑی ہل چل تھی) حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ نے اس مباحثہ کو ۱۸۹۵ء میں اپنے خرچ پر طبع کروایا۔ میاں مولا بخش صاحب سیکرٹری انجمن فرقانیہ لاہور نے اس کی تمہید لکھی ہے۔ یہ کتاب $\frac{۲۰\times۳۰}{۱۶}$ کے سائز پر بیالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلے آٹھ صفحات تمہید مذکور بالا و مختصر روئیداد منجانب قاضی صاحب پر مشتمل ہے۔ چھ صفحات میں درخواست برائے فیصلہ ثانی و فیصلہ ثالث اور آخری پانچ صفحات میں حضرت مسیح موعودؑ کی نعت۔

چوں ز من آید ثنائے سرور عالی تبار　　　عاجز از مدحش زمین و آسمان و ہر دو دار

مرقوم ہے۔ گویا کہ پرچہ جات مباحثہ تیئیس صفحات میں درج ہیں* حقیقت یہ ہے کہ فریق ثانی مباحثہ سے گریز کرتا رہا۔ مضمون بحث کو تبدیل کیا۔ ایک یہ شرط پیش کی کہ ''اگر تفسیروں میں اختلاف واقع ہوتو اعتبار کثرت کا ہوگا۔'' (ص۹)

حضرت قاضی صاحبؓ نے جو دندان شکن اور مسکت جواب دیا اس کا اک حصہ درج ذیل ہے:

''تیسری شرط یہ کہ وقت اختلاف کثرت تفاسیر کا لحاظ ہوگا۔ چونکہ بلحاظ تحقیق مسائل مرجوعہ لغو و مجہول الکنہ تھے۔ فضول سمجھے گئے۔ دیکھو امام ابن قیم .... تصریح کر چکے ہیں کہ کسی شخص کو مسلمانوں میں سے کافر کہنا حق خدا اور اس کے رسولؐ کا ہے اور آپ کے امام فی

---

* چونکہ یہ رسالہ بہت تھوڑی تعداد میں ترسٹھ سال قبل شائع ہوا اور تقریباً سارا تقسیم کر دیا گیا تھا۔ اس لئے اسے محفوظ رکھنے کیلئے کسی کتاب کے ساتھ اسے چھاپ دیا جائے گا۔

الوقت مولوی محمد حسین بھی اشاعۃ السنّۃ کی جلد۴ میں بصفحہ ۳۳۳ لکھتے ہیں۔جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مجتہد کے سوائے کوئی ملّاں مولوی کسی کی تکفیر پر فتویٰ دینے کا مجاز نہیں۔پس ان قیود سے ثابت ہوا کہ ہمارے ان مسائلِ مرجوعہ میں کثرت اقوال مفسرین معتبر نہیں راجح وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم صریح سے مسند و مرجح ہو۔ہاں اگر خواہ مخواہ یہ شرط بھی ضروری ہے۔تو آپ کی خاطر مان لیتا ہوں۔بشرطیکہ آپ پہلے کُل دنیا کی تفاسیر جو آج تک تالیف ہوئی ہیں۔نام بنام تعداد حصری لکھ بھیجیں تا کہ ترجیح دینے کے وقت دقّت نہ ہو۔فی الفور تفسیریں گن کر کثرت رائے مفسّرین سمجھی جائے''۔(ص ۱۹)

فریق مخالف شرائط میں الجھتا رہا۔اور قاضی صاحب ہر پرچہ میں دلائل منقولی و معقولی تحریر کر کے بھجوا دیتے تا تبلیغ کا موقعہ ضائع نہ جائے۔روئداد مباحثہ کے تئیس صفحات میں سے بمشکل تین صفحات فریق مخالف کے ہیں۔اور بقیہ قاضی صاحبؓ کے۔فریق مخالف کا ایک پرچہ صرف دوسطری ہے۔اخلاقی پہلو اس مباحثہ کا یہ ہے کہ یہ لوگ ''تم'' جیسے الفاظ استعمال کرتے تھے۔جس سے ان کی مبتذلانہ حالت اور بازاری پن عیاں ہے۔لیکن قاضی صاحب نہایت بردباری سے ''آپ'' جیسے الفاظ ہی رقم کرتے رہے۔اس مباحثہ کے متعلق دو امور خاص توجّہ کے قابل ہیں۔اوّل۔میری دانست میں جماعت احمدیہ کے کسی فرد کا یہ اوّلین مطبوعہ مباحثہ ہے۔دوم۔قاضی صاحبؓ نے جو کچھ لکھا وہ قلم برداشتہ لکھا۔آپ کی علمیت قابل داد اور لائق صد تحسین ہے۔چنانچہ مندرجہ ذیل امور سے آپ کے وسعت مطالعہ کا علم ہوتا ہے۔

(۱) قاضی صاحبؓ نے قرآن شریف کے حدیث شریف پر مقدّم رکھنے کے متعلق بحث کی اور تلویح کے حوالہ سے مخالف فریق کو ملزم گردانتے ہوئے کہا ہے کہ آپ کا ادّعا اہل سنت کے اصول کے برخلاف ہے۔(ص ۱۰)

(۲) قاضی صاحبؓ نے دریافت کیا کہ کیا قرآن مجید اور احادیث اُحاد بخاری کا انکار مساوی درجہ رکھتا ہے۔اثبات پر جواب پانے پر آپ نے عقائد کی کتب شرح مواقف وغیرہ کا حوالہ دے کر اور پھر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے اشاعۃ السنہ کا حوالہ دے کر اس امر کی تغلیط کی ہے۔(ص ۱۰)

(۳) آپ نے ادلّہ کی اقسام قطعی الثبوت والدلالہ۔قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ۔ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ اور ظنّی الثبوت ظنی الدلالۃ کا ذکر کیا ہے۔(ص ۱۴)

(۴) وفات مسیح کے ذکر میں امام مالکؒ۔امام ابن قیّمؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی کا ذکر کیا ہے۔(ص ۱۴)۔

(۵) مسئلہ تکفیر کی بحث کے تعلق میں حدیث جبریلؑ میں مذکور پنج بنائے اسلام کی طرف اشارہ کیا ہے۔اور

نواب صدیق حسن خاں نے بدور الاھلّہ میں جو امام شوکانیؒ کی تفسیر بابت وَلٰکِنْ مَّن شَرَحَ بِالْکُفْرِ صَدْراً لکھی ہے۔اس کو بطور دلیل پیش کیا ہے(ص ۱۵)

(۶)۔ اسی تعلق میں امام ابن قیمؒ کی ایک کتاب کا بھی حوالہ دیا ہے۔اور اس کی تائید میں اشاعۃ السنّہ کا حوالہ بھی درج کیا ہے۔(ص ۱۹)

(۷) راجح مُسند اور مرجّح کی اصطلاحات کا بھی ذکر کیا ہے۔(ص ۱۹)

دلیرانہ تبلیغ:

آپ نے یہ رسالہ چیدہ چیدہ مخالفین اور زیر تبلیغ افراد کو بھیجا۔روزنامچہ میں لکھا ہے کہ مکرم حکیم فضل الٰہی صاحب سے لاہور سے ۱۴ جیٹھ سمہ ۱۹۵۲ (۲۶ مئی ۱۸۹۵ء) کو ایک سو رسالہ پہنچا۔اور کُل چار سو چھپا تھا۔جو تین سو تک ممبران انجمن فرقانیہ لاہور کی معرفت اس کے نواح میں تقسیم ہوا۔جن افراد کو آپ نے رسالہ دیا۔ان کے اسماء بقید قوم وسکونت آپ نے تاریخ وار درج کئے ہیں۔کیفیت کے خانہ میں مختلف نوٹ دیئے گئے ہیں۔میاں نظام الدین صاحب کے سامنے یہ نوٹ دیا ہے:

''یہ صاحب اس مباحثہ میں ثالث بنے تھے۔اور حق ''وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا'' * کا ادا کیا اور مولویوں کی شکست اور ناحق پر ہونا ثابت کیا۔جَزَاہُ اللّٰہُ عَنَّا''

اور اکثر ناموں کے سامنے وہ عبارت نقل کی ہے۔جو رسالہ کے اوپر اپنے قلم سے فرداً فرداً بطور تبلیغ و تنبیہہ کے مختلف لوگوں کو ہر ایک کے حالات کے مطابق لکھ کر بھیجی۔ایک نسخہ ۲/ اگست ۱۸۹۵ء کو جامع مسجد کوٹ قاضی کے ''تمام حضار'' کو بروز جمعہ روانہ کیا۔قومیت کے خانہ میں ''اہل اسلام برائے نام'' لکھا ہے اور سکونت کے خانہ میں ''کوٹ قاضی نہ نہ بلکہ دارالحرب'' درج کیا ہے۔جس سے شدّت مخالفت کا اندازہ ہوتا ہے۔کیفیت کے خانہ میں مندرجہ ذیل عبارت بھی مرقوم ہے:

> ''یہ رسالہ بروز جمعہ خاص اس موقعہ پر جو اکثر دوست و دشمن جمع تھے۔بغرض ابلاغِ حق اپنے بیٹے عزیز عبداللہ کے ہاتھ بھیجا گیا۔اس جمعہ سے پہلے جمعہ کے دن مخالفین نے از راہ ظلم عاجز کو مع معاونین کے نماز جمعہ پڑھنے سے روک دیا اور مخلصم قاضی محمد یوسف کو مارا بھی۔ لاکن صبر کیا گیا۔اور اس جمعہ میں لڑائی کے واسطے سب لوگ تیار تھے اور رسالہ کے سرورق پر یہ عبارت لکھ بھیجی۔

---

* سورۃ الانعام ۔آیت ۱۵۲

هوا الهادی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حَسۡبِیَ اللّٰہُ وَ نِعۡمَ الۡوَکِیۡلُ نِعۡمَ الۡمَوۡلٰی وَ نِعۡمَ النَّصِیۡرُ۔

مسکین ضیاء الدین عفی عنہ سے بخدمت جمیع حضّارِ مجلس جُمعہ جامع مسجد کوٹ قاضی بعد سلام مسنون عرض آنکہ ''ہوراٗمکّی'' کام جُہّال کا ہے یا ''جٹوں'' کا جوز مین کے فضول تنازعوں پر مرتے ہیں۔علماء فضلاء کا کام قلم سے غالب آنا ہے۔سوالحمدللہ یہ عاجز بفضلہٖ تعالیٰ تمہارے دعوتی مولویوں پر ازراہ قلم غالب آ رہا ہے۔اب ناحق کی کوششوں سے سورج چھپ نہیں سکتا۔اور نہ چاند پر تھوکنے کا کچھ اثر۔اور اگر کچھ شک وتنازع ہو تو بحکم نص قرآنی فَـــاِنۡ تَـنَـازَعۡتُـمۡ فِـیۡ شَیۡـئٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَ الرَّسُوۡلِ *الخ کے خدا اور رسول کے فیصلہ پر راضی ہو جاؤ۔اور وہ یہ ہے کہ جن آیتوں سے میں نے وفات مسیح وعدم تکفیر اہل کلمہ ثابت کی ہے۔آپ خلاف اس کے حسب شروط مفصلہ رسالہ ہٰذا ثابت کر کے دکھلا دیں۔اور اگر اس میدان میں اپنا لنگڑا پن دکھلایا اور کچھ بن نہ پڑا۔اور خدا چاہے کچھ بننا بھی نہیں۔تو پھر سب صاحب اس تفریق جماعت وایذاءِ اہلِ کلمہ سے باز رہیں۔ایذاء غربا کچھ بہادری نہیں۔غضب الٰہی سے ڈریں۔جس کا تدارک مشکل ہوگا۔شرم۔شرم۔شرم۔وماعلینا الاّ البلاغ۔مکرر آنکہ یہ سب خیر خواہی ہے۔ورنہ راقم کو جو ایک آزاد روش ہے۔بہرحال اس کا مولا کریم اس کو بس ہے۔

محررہ ۹/صفر ۱۳۱۳ھ بروز جمعہ قبل جمعہ۔''

اس سے عَیاں ہے کہ آپ دلیر طبع اور نڈر تھے۔ورنہ جس وقت ہر چہار طرف مخالفت کی آگ مشتعل تھی اور اعداء درپے آزار تھے۔خاص دل گردہ کا مالک جو نور ایمان سے منور ہو ایسی بے باکی سے تبلیغ کر سکتا ہے۔اس وقت ان کے گاؤں بلکہ علاقہ میں احمدی معدودے چند ہی ہوں گے۔

قاضی ظفر الدین کے سامنے لکھا ہے۔یہ صاحب میرے بھانجہ حقیقی ہیں۔عالم متبحّر ہیں۔لیکن مسائل ضروریہ اخلاقیہ میں خوض نہیں رکھتے۔اس کم توجّہی کی وجہ سے مرزا صاحب کے علوم کی برکات سے بے بہرہ ہیں۔بلکہ کچھ............**بغض وحسد عالمانہ بھی ہے۔''

---

* سورۃ النساء۔آیت ۶۰ **یہ لفظ پڑھا نہیں گیا۔مؤلف

حضرت مولوی برہان الدین صاحب رضی اللہ عنہ کے نام کے سامنے لکھا ہے۔ ''یہ مولوی صاحب راقم کے دوست جانی ہیں لڑکپن سے۔''

ایک شخص ابراہیم حکیم کے سامنے لکھا ہے۔ ''باشتیاقِ تمام گرفت واظہارِ شوقِ ملاقات حضرت اقدسؑ ہمراہ عاجز ظاہر کرد۔''

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (انگریزی) کا اجراء:

ایک انجمن اشاعت اسلام کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اور ۳۱ مارچ ۱۹۰۱ء کو مسجد اقصیٰ میں جلسہ ہوا۔ جس میں حضرت اقدسؑ نے دنیا کی مذہبی حالت اور اپنی بعثت کی غرض وغایت کا ذکر کر کے فرمایا۔ عرب اور یورپ میں اشاعت کی بہت ضرورت ہے۔ یورپ اخلد الی الارض کا مصداق ہوگیا ہے۔ اس نصف صدی میں اسلام کی توہین میں مقابلتہً بہت زیادہ کتب وغیرہ شائع ہوئی ہیں اس لئے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا۔ جب تک اس میں غیرت نہ ہو۔ بے غیرت دیوّث ہوتا ہے۔ اگر اسلام کی عزت کے لئے دل میں محبت نہیں تو عبادت بھی بے سود ہے۔ ''ہمیں اتفاق نہیں ہوا کہ انگریزی میں لکھ پڑھ سکتے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم کبھی بھی اپنے دوستوں کو تکلیف نہ دیتے۔ مگر اس میں مصلحت یہ تھی کہ دوسروں کو ثواب کے لئے بلائیں۔'' اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر خدمت دین میسّر نہیں ہوسکتی۔ اور جو شخص خدمت دین کیلئے اُٹھتا ہے۔ وہ اسے ضائع نہیں کرتا۔ ہمارا منشاء صرف یہ ہے کہ تبلیغ ہوجائے۔ احباب نے اسے تجارتی ڈھنگ پر چلانے کو سہل طریق سمجھا ہے۔ تجارت کے امور ظنّ غالب ہی پر چلتے ہیں۔ بہرحال اصل کام تو ہوجائے گا۔ آپ غور کرلیں۔ دوسرے اجلاس میں یہ قرار پایا کہ کل سرمایہ رسالہ دس ہزار روپیہ کا ہو۔ جس کے ایک ہزار حصص ہوں۔ گویا فی حصّہ دس روپے کا ہو۔ بورڈ آف ڈائریکٹرز کے صدر حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نائب صدر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ اور سیکرٹری خواجہ کمال الدین صاحب مقرر ہوئے۔ رسالہ کا نام ریویو آف ریلیجنز تجویز ہوا۔ اس وقت اس کی اشاعت گاہ لاہور طے ہوئی تھی۔ بعد میں قادیان قرار پائی۔

فتنہء دجال کا استیصال حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی خاص غرض وغایت ہے۔ اور فتنہ دجّال کا مرکز یورپ ہے۔ اور عرب اس لئے اہمیت رکھتا ہے کہ اس فتنہ کا استیلاء اور غلبہ تمام دنیا میں ہوا ہے۔ عرب میں عدم اشاعت قبولیت سلسلہ احمدیہ میں ایسی ہی روک بن سکتی ہے۔ جیسے مدینہ منورہ اور اردگرد کے علاقہ کی فتوحات کے باوجود مکّہ مکرمہ کا اغیار کے قبضہ میں ہونا بھی ایک اعتراض کے طور پر پیش کیا جاتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس

اعتراض کے رفع کرنے کا خاص طور پر وعدہ کیا تھا۔ دجالی فتنہ کے مقابلہ کیلئے ہر کوشش قابل قدر ہے۔ خواہ تحریری ہو یا غیر تحریری یا مالی ہو یا کسی اور رنگ کی ہو۔ اس موقعہ پر حضرت اقدسؑ نے ایک لمبی تقریر فرمائی تھی۔ جو پونے نو کالم میں الحکم مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۰۱ء میں درج ہوئی۔ اس سے قبل حضورؑ ایک اشتہار ''ایک ضروری تجویز'' کے عنوان سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۱ء کو شائع فرما چکے تھے۔ اس سے ریویو کی اہمیت ظاہر ہے۔ کیونکہ اس فتنہ کی بیخ کنی کیلئے مساعی جاری رکھنا۔ اس کا مقصود تھا۔ اور حضورؑ کے مضامین انگریزی میں اس کے ذریعہ دیگر ممالک میں کثرت سے اشاعت پذیر ہوئے تھے۔ سو اس کارخیر میں حضرت قاضی صاحبؓ اور آپ کے بعض رفقاء کو جو سارے ۳۱۳ صحابہ میں شامل ہیں۔ شریک ہونے کا موقعہ ملا۔ سب نے ایک ایک حصّہ خریدا۔ اسماء یوں درج ہیں:

''قاضی ضیاء الدین صاحب قاضی کوٹ جان محمد''

''قاضی محمد یوسف صاحب " " " "

''قاضی میر محمد صاحب کوٹ کیلاں" " " گوجرانوالہ'' (19)

قادیان میں ہجرت اور ذریعہ معاش :

آپ بے حد محنتی اور جفاکش تھے۔ اپنے گاؤں میں باوجود مخالف پارٹی کے قاضیوں کی طرف سے مقاطعہ کے خود ہی اپنی ساری ضرورت مہیا کر لیتے تھے۔ اور تبلیغی کاموں میں پورے طور سے سرگرم رہتے تھے۔ جب مخالف قاضیوں نے مولوی عبدالحق غزنوی اور مولوی محمد علی بوپڑی کو گاؤں میں بلا کر آپ سے مباحثہ کرایا اور مولوی بُری طرح فیل ہوئے تو اس ناکامی کے باوجود انہوں نے آپ کے پورے طور سے مقاطعہ کا اعلان کر دیا اور مسجد سے نماز پڑھنے سے روک دیا۔ تو پھر بھی آپ نہایت مستعدّی سے زیر اثر احباب کو حق کی طرف بلاتے رہے۔ گھر کے پاس ایک نئی کچّی مسجد بنالی۔ جس میں گاؤں کے آپ کے کئی ہم خیال باشندے آپ کے ساتھ نماز ادا کرتے اور آپ کے وعظ و نصائح سے مستفید ہوتے۔ پھر جب آپ ہجرت کر کے قادیان آ گئے۔ تو یہاں بھی خدمت سلسلہ میں مصروف رہے۔ اور نہایت تندہی سے سارے کام خود ہی کرتے تھے۔

(قادیان میں) جلد بندی کے کام کے علاوہ مہمانوں اور نو واردین کے ساتھ میل ملاقات اور سلسلہ کے متعلق گفتگو کرنے کا موقعہ خوب ملتا رہا۔ جس سے آپ آخری وقت تک حسب ضرورت تبلیغ حق کے پہنچانے میں مشغول رہے۔ (بیان قاضی محمد عبداللہ صاحب)۔

آپ کی ہجرت کیونکر ہوئی اس پر روزنامچہ میں زیر ۲۱/ اسوج سمہ ۱۹۵۷ (مطابق ۶/ اکتوبر ۱۹۰۰ء) کے

ذیل کے اندراج سے روشنی پڑتی ہے:

''اس دفعہ حضرتؑ نے تاکیداً فرمایا کہ یہاں چلے آؤ۔اور عاجز نے بھی منظور کیا۔''

اس سے مترشح ہوتا ہے کہ حضرت اقدسؑ آپ کو پہلے بھی ہجرت کی تحریک فرما چکے تھے۔اس دفعہ تاکیداً تحریک فرمائی۔ جو آپ نے قبول کر لی۔ وطن واپس جا کر آپ نے خط لکھا۔جس کے جواب میں ۳ دسمبر ۱۹۰۰ء کو حضورؑ نے رقم فرمایا:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلے علی رسولہٖ الکریم

محبّی عزیزی اخویم قاضی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''آپ کا خیریت نامہ پہنچا۔ بہت خوشی کی بات ہے کہ آپ تشریف لاویں۔آپ کی بہو* کے لئے اگر ساتھ لے آویں۔تین چار ماہ تک کوئی بوجھ نہیں۔ایک یا دو انسان کا کیا بوجھ ہے۔پھر تین چار ماہ کے بعد شاید آپ کے لئے اللہ تعالیٰ اس جگہ کوئی تجویز کھول دے۔ **و من یتوکّل علی اللّٰہ فھو حسبہ**' سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ ہمارا اور آپ کی عمر کا آخری حصّہ ہے۔بھروسہ کے لائق ایک گھنٹہ بھی نہیں۔ایسا نہ ہو کہ جدائی کی موت موجب حسرت ہو۔موت انسان کیلئے قطعی۔اوراس جگہ موت سے ایک جماعت میں نزول رحمت کی امید ہے۔غرض ہماری طرف سے آپ کو نہ صرف اجازت بلکہ یہی مراد ہے کہ آپ اس جگہ رہیں۔ ہماری طرف سے روٹی کی مدد دو انسان کے لئے ہوسکتی ہے اور دوسرے بالائی اخراجات کیلئے آپ کوئی تدبیر کرلیں۔اور امید ہے کہ خدا تعالیٰ کوئی تدبیر نکال دے۔ زیادہ خیریت ہے۔والسلام خاکسار۔مرزا غلام احمد عفی عنہ'' ۳؍دسمبر ۱۹۰۰ء (20)

چنانچہ قاضی صاحبؓ جلد بعد ۱۹۰۱ء میں قادیان ہجرت کر آئے۔حضرت عرفانی صاحبؓ فرماتے ہیں:

''اس ہجرت میں خاکسار عرفانی کو بہت بڑا دخل تھا۔اور پھر قادیان سے جانے کا انہوں نے نام نہیں لیا۔اور قادیان ہی میں فوت ہو کر دفن ہوئے۔اللہ تعالیٰ ان پر بڑے بڑے فضل کرے اور اپنے قرب کے مقام پر انہیں اٹھائے۔آمین۔''(21)

اپنے والد ماجدؓ کی ہجرت کے قریب ہی (یعنی ستمبر ۱۹۰۱ء میں) قاضی عبدالرحیم صاحب

* مراد محترمہ صالحہ بی بی اہلیہ قاضی عبدالرحیم صاحبؓ

بھی قادیان ہجرت کر آئے۔قاضی محمد عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں:

''حضرت والد صاحبؓ ۱۹۰۱ء میں مع بھاوجہ صاحبہ (اہلیہ محترمہ مرحومہؓ حضرت قاضی عبدالرحیم صاحبؓ) اور ان کے بیٹے عزیز قاضی بشیر احمد صاحب کے قادیان ہجرت کر آئے۔ میں اس وقت بورڈنگ میں تھا۔ بھاوجہ صاحبہ مرحومہ کی رہائش اس وقت الدّار کے نچلے حصہ کے اس کمرہ میں رہی جو ڈیوڑھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قریب ہے۔ میں بھی اس میں پہنچ جایا کرتا تھا۔عزیز بشیر احمد اس وقت چھوٹا تھا۔اس کو کھلانے کیلئے باہر لے آتا تھا۔شروع میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈیوڑھی کے آگے دربان کے طور پر حضرت والد صاحبؓ رہتے تھے۔ اور حضور انورؑ کی اجازت سے جلد سازی کا کام بھی شروع کر دیا۔ کیونکہ فارغ رہنا پسند نہ کرتے تھے اور جلد سازی یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کو مجلد کرنے کا کام اس جگہ میں جو ڈیوڑھی کے آگے تھی۔کرتے تھے۔ رسالہ الھدیٰ کی بہت ساری جلدیں جو اس وقت مصر میں بھجوائی گئی تھیں۔ان کی جلد بندی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی تعمیل میں آپ نے ہی کی تھی۔ بعد میں جب اخی المکرّم (قاضی عبدالرحیم صاحبؓ) کا جموں سے آنے کا انتظام ہوا تو ایک مکان جو مائی جھیوری کے نام سے مشہور تھا۔ جو ڈپٹی والے مکان کے آگے تھا۔*
اس لئے اس میں رہائش کا انتظام ہو گیا۔ کیونکہ الدّار میں مہمانوں کی کثرت ہو گئی تھی۔ مائی جھیوری والے مکان کے ایک حصہ میں حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کچھ عرصہ تک رہائش پذیر رہے۔اور ایک حصہ میں ہم تھے۔ یہ مکان بعد میں گرایا جا کر قصر خلافت کی زمین میں شامل ہوا تھا۔حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ کے مکان کے غربی دروازے کے آگے گلی میں یہ مکان تھا۔عزیز قاضی عبدالسلام صاحب کی پیدائش بھی اسی مکان میں ہوئی تھی۔ محترمہ ہمشیرہ امتہ الرحمٰن صاحبہؓ مرحومہ اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت

*اس ڈپٹی کا نام پنڈت شنکر داس تھا جو غالباً جمّوں میں کوئی سرکاری افسر تھا۔ والدہ محترمہ بیان کرتی ہیں مسجد اقصیٰ کے ساتھ جو بڑی حویلی ہے۔ یہ اس نے خاص شرارت سے بہت اونچی بنوائی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکان کی بے پردگی ہو۔مگر خدا تعالیٰ نے ان کو نیست و نابود کر دیا اس ڈپٹی کی جوان اور نہایت خوبصورت لڑکی طاعون کا شکار ہو گئی تو اس کی ماں نہایت دلدوز آواز میں بَین کرتی تھی۔اب اس مکان میں صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر ہیں جن میں اشاعت احمدیت کے کام سرانجام پاتے ہیں۔ بیان قاضی عبدالسلام صاحب۔

میں حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے پاس اندر رہتی تھیں۔ بعد میں حضرت مفتی صاحبؓ کے اس حصہ سے چلے جانے پر اس مکان کو کشادہ کرلیا گیا تھا اور آخر تک حضرت والد صاحب اسی مکان میں مقیم رہے۔ اور اسی میں ان کی وفات ہوئی۔

مہاجرین کو مکانات کی دقّت پیش آتی تھی اور غیر مسلم اس بے بسی سے ناجائز فائدہ اٹھانے سے قاصر نہیں رہتے تھے۔ اور تنگ کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ نے مولوی عبداللہ صاحب سنوریؓ کو ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ ''اس جگہ بڑی مشکل یہ ہے کہ مکان نہیں ملتا۔ اکثر لوگ شرارت سے دیتے نہیں۔'' (22)

قاضی صاحب کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوا۔ جو آپ کے ذیل کے خط سے ظاہر ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلّے .

بحضور امامنا و حبیبنا بعد السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ

عرض داشت آنکہ مہدی حسین صاحب* رخصت سے واپس آ گئے ہیں۔ اب عاجز کے واسطے کیا حکم ہے۔ یہاں کوچہ میں جلد بندی کی بہت چیزیں لڑکے بے خبر اٹھالے جاتے ہیں۔ کوئی چیز محفوظ نہیں رہتی۔ اس سے پہلے یہ عاجز چھاپہ خانہ کے مشرقی دروازہ میں حکیم صاحب کے حکم سے بیٹھتا رہا ہے۔ چونکہ اور کوئی ایسی جگہ موجود نہیں۔ لہٰذا سال بھر سے زیادہ وہیں گذارا ہوتا ہے کیا اب بھی وہیں اجازت دیتے ہیں یا کوئی اور جگہ جو عاجز کے حال کے موزون ہو؟ دراصل جگہ کے بارے میں عاجز از حد مضطّر ہے۔ گھر کی نسبت یہ حال ہے کہ پرسوں ڈپٹی کے بیٹے نے بذریعہ ڈاک نوٹس دیا ہے کہ ایک ہفتہ تک مکان خالی کردو۔ ورنہ تین روپیہ ماہوار کرایہ مکان واجب الادا ہوگا۔ اس دِقّت کے رفع کیلئے بھی حضورؑ دعا فرمادیں کہ بے منّتِ غیرے کوئی جگہ مولیٰ کریم میسر کرے والسلام مع والاکرام۔

عریضہ نیاز مسکین ضیاء الدین عفی عنہٗ ۷ اجولائی ۱۹۰۲ء ''

اس خط کی پشت پر حضرت اقدسؑ نے مندرجہ ذیل جواب تحریر فرمایا:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

''حکیم فضل الدین صاحب سے دریافت کرلیجئے کہ مہمان خانہ میں آپ کیلئے جگہ نہیں اور عنقریب میرے اس دالان کے پیچھے ایک مکان بننے والا ہے۔ اس میں آپ رہ سکتے ہیں۔

* حضرت سید مہدی حسین صاحبؓ مدفون بہشتی مقبرہ بہت مخلص بزرگ تھے حضورؑ کے کتب خانہ کا کام بھی آپ کے سپرد رہا ہے۔ (مؤلف)

بالفعل گذارہ کرلیں۔کوئی گھر تلاش کرلیں۔والسلام'' (23)

حضرت نانا جان میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاص حالات کی وجہ سے مہمان خانہ کا وہ چھوٹا سا کمرہ جو جانب شمال مغرب تھا ان کو دیا۔ (بیان قاضی محمد عبداللہ صاحب)

کسب معاش کے ذرائع محدود ہونے کے باعث آپ جیسا بلند پایہ عالم اور حاذق طبیب جلد سازی اور سٹیشنری کی دکان برائے نام کرنے پر مجبور ہوا۔کسی اکّا دکّا کتاب کی ایجنسی بھی آپ کے پاس تھی۔(جیسا کہ الحکم ۰۲/۱/۱۰ (ص ۷) ۰۲/۳/۲۴ (ص ۱۲) و۰۲/۸/۲۴ص ۱۵ میں مندرجہ اشتہارات سے صرف ایک کتاب کی ایجنسی آپ کے پاس ہونے کا علم ہوتا ہے) حضرت اقدسؑ اور اکثر علماء سلسلہ کی کتب سلسلہ کے ہی زیر انتظام فروخت ہوتی تھیں۔اس لئے دراصل معمولی پیمانہ پر بھی کتب فروشی کا کوئی میدان نہ تھا۔

حضرت قاضی صاحب ستمبر ۱۹۰۱ء میں دفتر مدرسہ تعلیم الاسلام میں بطور محرّر متعین کئے گئے۔آپ کے بڑے فرزند قاضی عبدالرحیم صاحبؓ کی اسامی جموں میں تخفیف میں آجانے کے باعث انہوں نے یہ موقعہ غنیمت جانا۔اور وہ بھی قادیان اسی ماہ ستمبر میں ہجرت کر آئے۔ والد صاحب کی ملازمت پر ابھی پندرہ روز ہی گذرنے پائے تھے کہ آپ کو ان کی جگہ محرّر متعین کر دیا گیا۔تنخواہ سات روپے ماہوار تھی۔غالباً تبدیلی کا باعث یہ امر ہوگا کہ حضرت قاضی صاحبؓ کو دفتری کام کا تجربہ نہ تھا اور اس بڑھاپے میں آپ سے دفتری کام کا بسہولت تمام سرانجام پانا ناممکن نظر آیا ہوگا اس لئے آپ کے فرزند کا جو جواں سال تھے۔آپ کی جگہ تقرر عمل میں لایا گیا۔جو بہرحال اس گھرانہ کی امداد کا رنگ رکھتا تھا۔۱۶/اکتوبر ۱۹۰۱ء تک حضرت اقدسؑ کے ہاں سے ہی اس خاندان کے تمام افراد کھانا کھاتے رہے۔بعدازاں بھی اس کا سلسلہ جاری رہا۔

البتہ (جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے) ۱۷/اکتوبر سے اہلیہ محترمہ قاضی عبدالرحیم صاحبؓ کا کھانا گھر میں تیار ہونے لگا۔گو حضرت اقدسؑ کی مہمان نوازی ان کیلئے بھی بدستور قائم تھی۔ چنانچہ قاضی عبدالرحیم صاحبؓ اس تاریخ کے روزنامچہ میں تحریر کرتے ہیں:۔

''آج پہلے روز روٹی گھر میں پکائی ہے۔اس سے پہلے حضرت جیؑ کے کھاتے رہے۔ہم تو اب بھی حضرت جیؑ سے ہی کھاتے ہیں۔صرف اپنی زوجہ کی روٹی گھر میں پکنے لگی ہے۔جس کو ہر روز صبح وشام حضرت جیؑ کے گھر جانے میں تکلیف ہوتی ہے۔''

حضرت مسیح موعودؑ کو یہ امر زیادہ مرغوب خاطر تھا کہ مہاجرین خواہ وہ کسی کام پر متعین کر دیئے گئے ہوں۔ حسب سابق حضورؑ کے ہاں (جہاں مدّتِ دراز تک حضور کی براہ راست نگرانی میں لنگر خانہ کا انتظام رہا) یا لنگر خانہ

سے (جب اس کا انتظام باہر دوستوں کی نگرانی میں دے دیا گیا تھا) کھانا حاصل کرتے رہیں۔ اس کا باعث یہ امر ہوگا کہ مہمان نوازی کی صفت جو انبیاءؑ میں خاص طور پر پائی جاتی ہے۔ آپؑ میں بھی بکمال موجود تھی۔ یقیناً اس طور پر احباب میں محبت ومودّت کے جذبات متموّج ہوجاتے ہوں گے۔ نیز صحابہ وصحابیات کوسلسلہ کی برکات سے مستفیض ہونے کیلئے لازماً زیادہ فراغت بھی حاصل ہوجاتی ہوگی۔

قاضی محمد عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ

''جب تک دارالمسیح کے نچلے حصہ میں والد صاحب کا قیام رہا۔ آپ جلد سازی یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کومجلّد کرنے کا کام اس جگہ میں جو ڈیوڑھی کے آگے تھی کرتے تھے۔ دکان کا کام بعد میں مہمان خانہ کی ایک چھوٹی کوٹھڑی میں جو جانب شمال مغرب تھی ہوتا تھا۔ جلد سازی کے ساتھ معمولی سٹیشنری کا کچھ سامان مدرسہ کے طلباء کے لئے بھی رکھا ہوتا تھا۔ بھائی مرحوم (قاضی عبدالرحیم صاحبؓ) کے جموں چلے جانے پر میں بھی بعض دفعہ بٹالہ یا امرتسر سے سامان سٹیشنری لے آتا تھا۔ جو زیادہ تر کاغذ قلم' دوات' پنسل پر مشتمل ہوتا تھا اس کی معمولی سی آمد ہوتی تھی۔ غرض یہ تھی کہ بے کار نہ رہا جائے اور خانگی اخراجات میں کچھ تخفیف کی صورت ہوجائے۔ میں کھانا گھر میں کھاتا تھا۔ مگر انجمن سے مجھے تین روپے ماہوار وظیفہ ملتا تھا۔ جس میں سب اخراجات برداشت کرنے ہوتے تھے۔''

علاوہ ازیں قادیان میں میاں اللہ یار صاحب ٹھیکیدار رضی اللہ عنہ کو لکڑی کے ٹال کے کاروبار میں شرکت کیلئے دوصد روپیہ باقاعدہ اشٹام لکھ کر دیا گیا تھا۔ اس بارہ میں حضرت قاضی صاحبؓ روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ

''مولانا نور الدین صاحب' حکیم فضل الدین صاحب و (میاں) معراج الدین صاحب (عمر) لاہور کی شہادت سے یہ لین دین ہوا۔

اسلامی طریق یہی ہے کہ وَلَا تَسْـئَـمُـوْا اَنْ تَـكْـتُبُـوْهُ صَـغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰى اَجَلِهٖ..... اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً .... (24)*

بہت سے نقصانات اور تنازعات اس کی عدم تعمیل کے باعث ہوتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدسؑ کے زمانہ میں قادیان میں صحابہ کرامؓ میں یہ اسلامی طریق جاری ہو چکا تھا۔

قادیان میں اکتساب معیشت کے ذرائع بہت محدود تھے۔ محدود کیا بلکہ سرے سے موجود ہی نہ تھے۔

---

*سورۃ البقرہ آیت ۲۸۳

قادیان میں ہندو بازار میں ایک ادنیٰ سی دودھ کی دکان تھی۔ دودھ نہ بکتا تو دہی میں اور پھر دہی سے کسی اور شئی میں دکاندار تبدیل کرتا۔ ادنیٰ سا کپڑا بھی بمشکل دستیاب ہوسکتا۔ آٹا لنگرخانہ کیلئے دھاریوال سے جو سات آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے لایا جاتا۔ معمولی ضروریات بھی کسی دکان سے حاصل نہ ہوسکتی تھیں۔ قریب ترین شہر بٹالہ تھا۔ جو بارہ میل دور تھا۔ اس زمانہ کی سواری یکّہ تھا۔ جس پر سوار ہوکر گڑھوں کی کثرت والی کچی سڑک پر ہچکولے کھانے اور گرد پھانکنی پڑتی تھی۔ لوگ جاہل اور اجڈ تھے۔ علاقہ پسماندہ تھا ایسی صورت میں یہاں ذرائع آمد بھلا ہو ہی کیونکر سکتے تھے۔

تمام مہاجرین نہایت تقشّف کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اور قادیان کا علاقہ ''وادٍ غیــــر ذی زرع'' سے مشابہت تام رکھتا تھا۔ وہ کسی دینوی لالچ کے زیر اثر کھنچے نہیں آتے تھے۔ بلکہ مہاجر فی سبیل اللہ بن کر مخلصین لہ الدین کی حالت پیدا کر کے دنیا و مافیہا' سے منہ موڑ کر اور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے ناتا جوڑ کر ابتغاء لوجہ اللہ دیارِ حبیبؑ میں دھونی رما کر بیٹھ جاتے تھے۔ قادیان میں حالت وحی الٰہی ''ضَـاقَـتِ الْاَرْضُ بِـمَا رَحُبَتْ رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (25)۔ والی تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کے معاندا قارب اور ان کے زیر اثر غیر مسلموں سے بےحد اذیت ذہنی وجسمانی برداشت کرنی پڑتی تھی۔ قرآن مجید اور حضورؑ کی وحی کے مطابق کَـــزَرْعٍ اَخْـــرَجَ شَطْـاَهٗ والی حالت تھی مہاجرین صبر و رضاء کے مجسمے تھے۔ ان کا منتہائے مقصود حصول رضاء الٰہی تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکات سے بھرپور اور انوار سے معمور مجالس میں شامل ہوکر اکتساب نور کرنا۔ آپؑ کی زبان مبارک سے تازہ بتازہ وحی الٰہی سننا۔ تائید ونصرت الٰہی کے نشانات دیکھنا ان کی روح کی غذا تھی۔ حضورؑ کی علالت و سفر کے ایام میں وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپتے تھے۔

ایسے ہی مخلصین کو وحی الٰہی نے اصحاب الصُّفّہ قرار دیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب الصُّفّہ سے مماثل گردانا تھا اور ان سے حسن سلوک کی تلقین آغاز بیعت سے بھی سات سال قبل کی تھی۔ چنانچہ ۱۸۸۲ء کی وحی میں ہے:

''ولا تُـصَـعِّـرْ لِـخَـلْـقِ الـلّٰهِ وَلَا تَسْئَمْ مِنَ النَّاسِ اَصْحَابُ الصُفَّةِ وَمَا اَدْرَاكَ مَا اَصْـحَـابُ الصُفَّةِ. تَرٰى اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ. يُصَلُّوْنَ عَلَيْكَ. رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِياً يُّنَادِىْ لِلْاِيْمَانِ.'' (26)

گیارہ سال بعد ۱۸۹۳ء میں پھر اس بارہ میں وحی الٰہی ہوئی۔ اس میں ''اصحاب الصفہ'' سے قبل ''وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُسْلِمِيْنَ ، کے اور آخر پر رَبَّـنَا اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِيْنَ'' کے مزید الفاظ بھی شامل

ہیں۔(27)۔پھر مزید تیرہ سال بعد ۱۹۰۶ء میں وحی الٰہی ہوئی۔اس میں مذکورہ پہلی وحی سے کچھ الفاظ زیادہ ہیں۔ **وَلا تَسْئَمْ مِنَ النَّاسِ** کے بعد **وَوَسِّعْ مَکَانَکَ وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنَّ لَھُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّھِمْ. وَ اتْلُ عَلَیْھِمْ مَااُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ** کے الفاظ بھی ہیں۔(28)۔تکرار وحی سے ان کا مقام رفیع بیان کیا گیا ہے تا کہ ایک تو دوسروں کو بھی ہجرت کرنے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی تحریک ہو۔ دوسرے اصحاب الصفّہ کے ایمان باللہ۔توکل علی اللہ۔استقامت رزق کفاف اور تنگئی معیشت پر صبر جیسے اوصاف حمیدہ میں مزید ترقی اور جلا پیدا ہو۔اور اللہ تعالیٰ کی رضاء اور ثواب آخرت کی خاطر بہ صد جذبات تشکر و امتنان۔اقارب کی طعن و تشنیع۔اغیار کی انگشت نمائی اور ایذا دہی سبھی کچھ برداشت کرتے رہیں۔علاوہ ازیں بیت اللہ شریف یا شائید دارالمسیح کے متعلق ہی یہ الہام ہوا۔''

''**اَلْبَیْتُ الْمُحَوَّفَۃُ مُلِئَتْ مِنْ بَرَکَاتٍ**'' (29)

یعنی وہ گھر جو لوگوں کے ہجوم سے گھرا ہوا ہے۔برکتوں سے بھرا ہوا ہے۔یہ بھی الہام ہے کہ ''**وَکُلٌّ ھَالِکَ اِلّا مَنْ قَعَدَ فِیْ سَفِیْنَتِیْ۔اِعْزَازٌ۔** (30)

حضرت مسیح موعودؑ نے دارالمسیح کو کشتی نوح کا مماثل قرار دیا ہے۔گویا حضرت قاضی صاحبؓ اور دیگر اصحابؓ وجن کو اس الدّار میں قیام کا موقعہ ملتا تھا۔یہ امر ان کے لئے باعث اعزاز و اکرام تھا۔وہ حضورؑ کے قرب۔معیّت اور برکات سے حصّہ وافر پاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور آنحضرت صلعم سے عشق:

احکام شریعت کی پابندی اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت واخلاص قاضی صاحبؓ کے روزنامچہ میں ہر قسم کے اندراجات سے پھوٹ پھوٹ کر ظاہر ہوتا ہے۔ سمہ ۱۹۵۶ کے شروع میں حساب آمدوخرچ لکھنے سے پہلے لکھا ہے:

''**یا مقلّب القلوب ثبّت قلبی علی دینک**''

اپنے فرزند فیض رحیم مرحوم کو مکتب میں تعلیم قرآن کیلئے بھیجا تو روزنامچہ میں ان الفاظ میں نوٹ لکھا ہے:

''**الحمدللّٰہ و المنّتہ** کہ امروز بتاریخ........ماہ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ بروز دوشنبہ کہ روز تولّد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم و روز معراج آں خلاصۂ موجودات است صلی اللہ علیہ

وسلم۔ بوقت اشراق موافق ہژدہم ماہ نومبر ۱۸۸۸ءعزیزی ارجمندی فیض رحیم در مکتب بزانوئے ادب نشستہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ابتداء بہزار انشراح خاطر بہ خواند۔ الٰہی بطفیل اسماء حسنیٰ خود آں نونہالِ باغ وجود حقیر و دلِ پیر راازعمر و جوانی کامیاب دارین داشتہ از علم و عمل خصوصاً علوم کتاب و سنتِ رسول صلعم خود بزودے تمام بہرہ ور گردانش'' آمین ثم آمین......''

اپنی بیٹی آمنہ بی بی مرحومہ کے جوان کے بھانجہ قاضی نظیر حسن صاحب مرحوم سے بیاہی ہوئی تھیں۔ شادی کے بعد دوسری بار اپنے گھر کو رخصت ہونے کے وقت روزنامچہ میں رقم فرماتے ہیں:

''بروز دوشنبہ بوقت اشراق کہ ازو اشرقت الارض بنور ربھّا یا میدارد....... ششم فروری ۱۸۸۷ء....... والفاظ استود ع اللّٰہ دینکم و ایمانکم و خواتیم اعمالکم برزبانِ ناتواں راندم و وصیّت تقویٰ واتباع کتاب وسنت واطاعت ذوی الحقوق کردہ بچشم گریاں ودلِ بریاں زاروںزار وا پس استادم۔ والحق ما قال القائل ۔

از سنگ گریہ آید وقت وداعِ باراں   من ہمچناں بگریم چوں ابرِ نو بہاراں

فی الآخر.......... من عاجز بصدقِ دل واخلاصے کہ بجناب تو مارا حاصل است دعا میکنم کہ آں عزیزہ وعزیز را سوائے اطاعتِ حکمِ تو و حکم رسولؐ تو وظیفہء دائمی ایشاں نباشد آمین''

۱۷/ ماگھ سمہ ۱۹۵۷ (یکم دسمبر ۱۹۰۰ء) کی تاریخ میں روزنامچہ میں لکھا ہے:

''از پیشگاہ حکیم فضل الٰہی لاہوری دو قطعہ تصویر حضرت اقدسؑ ایک میں اس عاجز نابکار کی تصویر بھی ایک کونے میں ہے۔ شیخ محمد جان وزیرآبادی کے داہنے بازو کے قریب۔ الٰہیا! ملکا! طفیل اپنے مسیح موعودؑ کی ظاہری معیت کے اور اس کی جماعت کے میرا بیڑا بھی پار کریو۔ اور اپنے ابرار واخیار کے ساتھ حشر ہو۔ آمین ۔

مورِ عاجز ہوسے کرد کہ در کعبہ رود   دست در پائے کبوتر زد ناگاہ رسید

ایک تصویر حضرت اقدسؑ مع صحابہ کرامؓ الفضل جلسہ سالانہ نمبر بابت ۱۹۵۸ء کے سرورق پر شائع ہوئی ہے۔ غالباً یہی تصویر مراد ہوگی۔ کیونکہ آپ کی تصویر کونے میں ہے۔ ان صحابہ کرام میں جو اگلی صف میں بیٹھے ہیں۔ کوشش ہے کہ اسماء سمیت اسے کتاب ہذا میں درج کیا جائے۔ وباللہ التوفیق۔

تہجد گذاری رقت قلب اور انکسار:

قاضی عبدالرحیم صاحبؓ بیان کرتے تھے کہ والد صاحبؓ نے بتایا تھا کہ میں نے تہجد کی نماز چھوٹی عمر میں پڑھنی شروع کی تھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک ناغہ بھی نہیں کیا۔

آپ کی طبیعت میں بے حد سوز و گداز ودیعت ہوا تھا۔ اور آپ بہت رقیق القلب تھے۔ جیسا کہ زیر عنوان سابقہ آپ کے اقتباسات سے ظاہر ہے اور اس عبارت سے بھی جو آپ نے پہلی بار حضورؑ کی زیارت کے موقعہ پر ۱۸۸۵ء میں مسجد اقصیٰ کی دیوار پر رقم کی تھی۔ آپ ہجرت کے بعد ستمبر ۱۹۰۲ء میں ایک بار پھر اپنے وطن غالباً بقیہ سامان وغیرہ لینے گئے تھے۔ ۴ ستمبر کی تاریخ میں لکھتے ہیں:

> ''اپنی قدیم حویلی کے صُفّہ کے دروازے کو جب روانہ ہوتے ہوئے عاجز نے قفل لگایا۔ اس خیال سے کہ اب مجھے کیا معلوم ہے کہ اس قفل کو کھولونگا۔ اس قدر رقّت دل بیدل پر ہوئی کہ سوائے خدا کے اس غم کی لذّت کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔''

آپ رقیق القلب ہونے کے علاوہ بہت منکسر المزاج بھی تھے۔ حقیقت یہ ہے اباء و استکبار ہی دین کی تباہی اور الٰہی سلسلہ کو نہ قبول کرنے کی جڑھ ہیں۔ آپ اپنے تئیں ہمیشہ ''مسکین ضیاء الدین'' لکھتے تھے۔ اور یہ انکسار کا اظہار مبنی بر حقیقت تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے مسیح کو بمقام گورداسپور دعاء کے جواب میں جو وحی فرمائی وہ یہ تھی۔

> ''وہ بیچارہ فوت ہوگیا ہے'' (31)

گویا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ''مسکین'' کا مترادف لفظ ''بیچارہ'' استعمال فرمایا ہے۔ اس سے میں اندازہ کرتا ہوں کہ ان کے ایمان کی جڑھ یہ انکسار ہی تھی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ نمایاں فرمایا ہے۔

مجھے بوقت نظر ثانی حضرت عرفانی صاحبؓ کے آپؓ کے متعلق مندرجہ ذیل الفاظ دستیاب ہوئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

> ''نہایت مسکین طبع اور منسکر المزاج تھے۔ ہمیشہ اپنے نام کے ساتھ ''مسکین'' کا لفظ لکھا کرتے تھے۔'' (32)

یوں تو ہر انسان اللہ تعالیٰ کی ذات کے اعتبار سے بیچارہ ہے۔ لیکن **فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمة** کے مطابق خاکسار مؤلّف کے نزدیک الہام میں ''بیچارہ'' کا لفظ بعض حکمتوں کے ماتحت ہی آیا ہے۔

ایک تو معلوم ہوتا ہے کہ حضورؑ نے ایسے سوز اور درد سے دعا کی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے تعزیت کے طور پر بتایا کہ اے مسیحؑ! جس کی شفایابی کیلئے آپ نے دعا کی ہے وہ بیچارہ تو فوت ہو چکا ہے۔ دوسرے تعزیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے قاضی صاحب کے متعلق ترحّم کا اظہار کیا ہے۔ محاورہ میں ''بیچارہ'' کا لفظ اظہار ترحّم کے لئے مستعمل ہے۔ تیسرے قاضی صاحبؓ کی طبیعت میں جو انکسار۔ تواضع اور فروتنی پائی جاتی تھی۔ اس کا بھی اظہار ہوا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقرّبین کی دلداری کرتا ہے اور مقربین کے اقارب کی بھی دلداری کرتا ہے۔ تا ان کے نیک خاتمہ کے باعث وہ عباد شکور بنیں اور صبر جمیل کی توفیق پائیں اور بعد میں آنے والوں کے قلوب میں ایسے مراتب رفیعہ کے حصول کیلئے تڑپ پیدا ہو۔ **و اللّٰہ اعلم بالصواب** ۔

نذرانہ اور چندہ

اوراق سابقہ میں قاضی صاحبؓ کے نذرانوں کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ روزنامچہ میں یہ بھی مرقوم ہے کہ آپ نے دس روپیہ چندہ منارۃ المسیح کے لئے دیا۔ آپ کے ذاتی روزنامچہ میں متعدّد مقامات پر ہم یہ ذکر پاتے ہیں۔

''بخدمت امام الوقت چندہ........''

روزنامچہ مدرسہ تعلیم الاسلام بابت مارچ ۱۹۰۱ء میں آپ کے چندہ کی وصولی درج ہے۔(33)

اور روزنامچہ اپریل ۱۹۰۱ء میں آپ کے اور آپ کی معرفت قاضی محمد یوسف صاحبؓ کے چندہ کی وصولی مذکور ہے۔ (34)۔

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے گاؤں کے احمدیوں کا چندہ آپ کے زیر اہتمام مرکز میں وصول ہوتا تھا۔ ہجرت کے بعد بھی بعض ہم وطن آپ کی معرفت چندہ ادا کرتے تھے۔ جیسے الحکم کا چندہ مولوی احمد دین صاحب نے آپ کی معرفت ادا کیا۔ (35)

احباب سے یہ امر مخفی نہ رہے کہ اس وقت جماعت کی اکثریت قلیل آمدنی والے افراد پر مشتمل تھی اور آغاز میں غرباء ہی کثرت سے الٰہی سلسلہ کو قبول کرتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے یہ اصل بیان فرمادیا ہے۔ **لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآءُ هَاوَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ** *۔ اور یہی تقویٰ کی روح ہی حیرت انگیز انقلاب پیدا کرتی ہے اور اس کے اثرات بہت دیرپا اور دوررس ہوتے ہیں۔ اسلام جاں بہ لب تھا۔ جس کا احیاء حضرت اقدسؑ کے ہاتھوں ہو رہا تھا۔ اس وقت جو جَو کا ایک دانہ بھی زندگی بچانے کیلئے پیش کرتا۔ وہ جواہر کے دانہ بلکہ کروڑی جواہرات سے بھی زیادہ قابل قدر تھا۔ جو بعد میں کبھی پیش کئے جاتے۔ جب کہ اسلام کی ایسی حالت مبدّل بہ خیر

---

* سورۃ الحج ۔ آیت نمبر ۳۸

ہو چکی ہوتی۔اسی وجہ سے حضرت اقدسؑ نے اپنی بعض تصانیف میں اخلاص سے ادا کردہ قلیل ترین رقوم کا ذکر کیا ہے۔

مرض الموت اور انتقال:

قاضی محمد عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں

''میرے والد صاحبؓ ۱۲/مئی ۱۹۰۴ء کو فوت ہوئے۔* حضرت اقدسؑ ان ایام میں گورداسپور جایا کرتے تھے۔ میرے والد صاحب اس وقت اس کمرے میں جہاں اب میاں مولا بخش کی دکان ہے۔** بیمار پڑے تھے۔اس وقت وہاں مدرسہ کی ایک کلاس ہوتی تھی۔ان ایام میں مدرسہ میں رخصتیں تھیں۔والد صاحب کا دل چاہتا تھا کہ جب حضورؑ اس گلی سے گذریں تو میں ان کو دیکھوں۔ چنانچہ جب حضرتؑ گذرے تو ایک کھڑکی کھلی تھی۔ اس میں سے انہوں نے مشکل سے حضرتؑ صاحب کو دیکھا۔اوراس کے کچھ عرصہ کے بعد ان کا انتقال ہوگیا۔حضرتؑ واپس تشریف لائے تو ایک دن وہ گھر میں بیٹھے ہوئے کچھ تحریر فرما رہے تھے۔اس وقت میری ہمشیرہ نے والد صاحب کی اس خواہش کا ذکر کر دیا۔اس پر فرمایا اگر وہ مجھے کہتے تو میں ضرور آتا۔حضورؑ کو اس وقت بڑی تکلیف ہوئی اوراس وقت تحریر لکھنی بند کر دی اور پھر ٹہلتے رہے۔''

''میرے والد صاحب کی وفات سے قبل حضورؑ کو الہام ہوا تھا:

''وہ بیچارہ فوت ہوگیا ہے''

حضرتؑ صاحب کو گورداسپور میں ان کی وفات کا علم ہوا تو بہت افسوس کا خط لکھا۔ میرے متعلق فرمایا تھا کہ لنگر کا کھانا جاری رہے۔ چنانچہ ۱۹۰۷ء تک جب تک میں ملازم نہیں ہوگیا لنگر سے کھانا کھاتا رہا۔'' (36)

قاضی عبدالسلام صاحب بیان کرتے ہیں کہ جہاں تک مجھے یاد ہے۔ ہماری پھوپھی امتہ الرحمٰن صاحبہ

---

* صحیح تاریخ پندرہ مئی ہے جیسا کہ بعد میں تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے۔

** میاں مولا بخش صاحبؓ باورچی لنگر خانہ (جواب درویشی زمانہ میں وفات پا کر بہشتی مقبرہ میں مدفون ہو چکے ہیں) ایک وقت میں اس کمرہ میں دکان کرتے تھے۔ جو احمدیہ درزی خانہ (واقع چوک مسجد مبارک) کے قریب ان سیڑھیوں کے جنوب کی طرف تھا۔ جو ریویو آف ریلیجنز والے دفتر کو جاتی تھیں۔ یہ کمرہ اب مدت مدید سے مدرسہ احمدیہ کا ایک کمرہ ہے۔مؤلف۔

نے ہمیں بتایا تھا کہ حضرت دادا صاحب کے ایام مرض الموت میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام گورداسپور بہ سلسلہ پیشی مقدمہ تشریف لے جانے والے تھے تو دادا صاحبؓ نے خواہش کی کہ حضرت صاحبؑ سے عرض کرو کہ میرا ملنے کو بہت دل چاہتا ہے۔اس لئے تشریف لے جاتے ہوئے اس طرف سے گذر جائیں تا کہ مجھے کھڑکی میں سے دیکھنے یا ملاقات کا موقعہ مل جائے۔مگر پھر روک دیا کہ حضور علیہ السلام کو تکلیف ہوگی۔ پھر کہتے۔ پھر روک دیتے۔آخر یہی کہا کہ تکلیف نہ دی جائے۔ جب گورداسپور سے واپسی پر حضور علیہ السلام کو اس بات کا علم ہوا۔ ہماری پھوپھی صاحبہ نے (جو حضورؑ کی اہل بیت کی خادمہ ہونے کا شرف رکھتی تھیں۔) حضورؑ کو بتایا تو حضورؑ نے سخت بے چینی اور اضطراب کا اظہار فرمایا اور اُٹھ کر ٹہلنے لگے۔اور بار بار فرماتے امتہ الرحمٰن! تم نے مجھے کیوں نہ قاضی صاحبؓ کا یہ پیغام دیا۔میں ضرور روانہ ہونے سے پہلے ان کو مل جاتا۔

قاضی عبدالرحیم صاحبؓ بیان کرتے تھے کہ وفات سے قبل حضرت قاضی صاحبؓ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اپنی اولاد کو مسیحؑ کے دروازے پر لاکر چھوڑا۔ یہ میری خواہش تھی اور کوئی خواہش باقی نہیں۔اگر حضرت صاحبؑ ملتے تو ان سے دو باتیں کرنی تھیں۔

آپ کا جنازہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی نے پڑھا تھا۔بہشتی مقبرہ کا قیام ایک سال بعد عمل میں آیا۔آپ کوروڑی نام قبرستان میں جو باب الانوار میں ڈھاب کے شمال مشرق کی طرف ہے۔دفن کیا گیا۔آپ کی قبر کے اردگرد حد بندی کے طور پر پرانی چھوٹی اینٹیں لگی ہوئی ہیں۔وہاں جو پرانی چار دیواری ابھی تک کھڑی ہے۔اس کے بالکل متصل جنوب میں یہ قبر ہے۔محترم قاضی عبدالسلام صاحب نے جب آپ چند سال قبل قادیان تشریف لائے تھے۔ مجھے دکھائی تھی۔ابھی تک محفوظ ہے۔حالات سازگار ہونے پر وہاں کتبہ لگوا دیا جائے گا۔انشاءاللہ تعالیٰ۔آپ کی وفات پر آپ کے روزنامچہ میں قاضی عبداللہ صاحب نے ذیل کا اندراج کیا تھا:

> ''تاریخ وفات حضرت ابوی صاحب مرحوم ومغفور رحمۃ اللہ علیہ ۱۵ مئی ۱۹۰۴ء بشب دوشنبہ بعداذان مغرب۔اس وقت عاجز راقم اور ہمشیرہ فاطمہ بی بی اور بھاوجہ صاحبہ صالحہ بی بی اور بشیر احمد عبدالسلام (یعنی دونوں پوتے۔ناقل) موجود تھے کہ اس جہاں سے بغیر تکلیف بے ہوشی کے کلمۂ توحید پڑھتے ہوئے اور عمدہ عمدہ نصائح کرتے ہوئے ایک ماہ بیمار رہ کر بعارضہ پیچش۔ہچکی۔قے۔اس جہاں سے عالم بقا کو رحلت فرما گئے۔انا للّٰہ و انا الیہ راجعون . اللھم اغفرلہ' وارحمہ و ادخلہ فی رحمتک انک انت ارحم الراحمین.

''اس وقت مرحوم رضی اللہ تعالیٰ (عنہ) کی عمر (بحساب شمسی) ۱۶ دن کم ۶۱ سال کی تھی.....
افسوس صد افسوس کہ اس وقت برادرم عبدالرحیم صاحب قادیان میں موجود نہ تھے اور جموں تھے۔ دو روز کے بعد یعنی ۱۷ مئی کو جموں سے آئے۔ (آگے بیماری اور علاج کی تفصیل لکھی ہے اور آخر پر لکھا ہے کہ) غرض ۱۵/ مئی ۱۹۰۴ء کی صبح سے آپ کی رُوح پرواز ہونے لگی۔ دو پہر کے وقت نبض بالکل نہ رہی۔ اور ناخن سیاہ فام ہو گئے۔ اس وقت سے تھوڑے سے پہلے وصیّت شروع کی۔ جو لوگ آتے ان کو اپنے کلمہء توحید کا گواہ بناتے اور مولوی صاحب (حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ مراد ہوں گے۔ مولّف) کو فرمایا کہ میرا تجہیز و تکفین خود کرنا........ (ورثاء کو کہا۔ مؤلف) حصہ جائیداد شرعی ہو اور بہنوں کو حصّہ دینا۔ میری روٹی باقاعدہ دیتے رہنا۔ اور صدقہ کرنا اور میری ۱۲ یا ۱۵ نمازیں قضاء ہوئی ہیں۔ ان کو پورا کرنا....... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سچّا ماننا۔ اور وہ میرے بعد سے تم پر نظر شفقت کریں گے اور ان کا دامن نہ چھوڑنا۔ اور مجھے فرمایا۔ انٹرنس کے بعد ڈاکٹری کی تعلیم شروع کرنا۔ اور مولوی صاحب سے حدیث پڑھنا۔ اور شیخ غلام احمد صاحب* اور صالحہ بی بی اور ہمشیرہ اور عاجز سب سے معافی مانگی اور کلمہء توحید پڑھتے ہوئے شہید ہو گئے۔ **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔**

''اس سے پہلے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں دعا کیلئے کئی بار التجائیں کیں اور تین دن پہلے انہیں الہام ہوا۔

''وہ بے چارہ فوت ہو گیا ہے'' **

---

* شیخ غلام احمد صاحبؓ واعظ (مدفون بہشتی مقبرہ) جوان دنوں قادیان میں شیر فروش تھے۔

** یہ الہام سلسلہ کے اخبارات میں حضرت اقدسؑ کے عہد مبارک میں شائع نہیں ہوا۔ اس کا اوّلین تحریری ریکارڈ مندرجہ بالا ہے۔ جو خاکسار پہلی دفعہ شائع کر رہا ہے۔ اس کی ایک تصدیق اور بھی درج کرتا ہوں۔ محترم ڈاکٹر عطر الدین صاحب درویش کی بیعت ۱۸۹۹ء کی ہے۔ اور وہ قاضی محمد عبداللہ صاحب کے ہمزلف بھی ہیں۔ ان سے خاکسار مولّف نے بوقت تالیف کتاب ہذا دریافت کیا کہ حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ کے متعلق کوئی قابل ذکر بات بیان کریں۔ انہوں نے از خود مندرجہ بالا الہام بیان کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت اقدسؑ اس وقت بمقدمہ کرم دین گورداسپور میں تھے۔ اور میں بھی حضورؑ کی خدمت میں گورداسپور میں تھا۔ اس وقت کا حضورؑ سے سنا ہوا یہ الہام مجھے اب تک یاد ہے: تذکرہ طبع ثانی (ص ۷۸۲) میں یہ الہام الحکم مورخہ ۱۴، ۲۱ فروری ۱۹۳۹ء کے حوالہ سے درج ہوا ہے۔ الحکم میں یہ ذکر ہے کہ نومبر ۱۹۳۲ء میں حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ نے ذیل کی روایت بیان کی تھی۔ جو ۱۲ دسمبر کو مولوی محمد عبداللہ صاحب بوتالویؓ نے سرگودھا میں بیان کی۔ اور اس وقت بہ ثبت شہادت ضبط تحریر میں لائی گئی۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

''آخر ایک رقعہ اس مضمون کا ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب* سے لکھوایا کہ میں استقلال سے (ہوں) اور مستقل ہوں۔اور آپؑ کو سچا مانتا ہوں۔میرے کلمہ کے گواہ رہیں۔میں راضی بقضاء ہوں......''

قاضی عبدالرحیم صاحبؓ نے اپنے روزنامچہ میں ۲۲مئی ۱۹۰۴ء کی تاریخ میں لکھا:

''آج حضرت صاحبؑ گورداسپور سے تشریف لائے۔** دعاء کے لئے عرض کی اور جنازہ کے لئے۔ظہر کی نماز کے بعد حضرتؑ نے جنازہ پڑھایا۔بڑی لمبی دعا کی۔ایسی آگے میں نے نہیں دیکھی۔بعد ازاں مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے چند آدمیوں کو مخاطب کر کے کہا پرانے آدمیوں کی ایسی ہی قدر ہوتی ہے۔''

حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ (خلیفہ اول) نے قاضی عبدالرحیم صاحب کو ذیل کا تعزیتی مکتوب ارسال کیا:

''جو پیدا ہوا وہ جدا ہوگا۔نماند کسے چو محمدؐ نہ ماند۔عیال کو ضرور ساتھ رکھنا چاہئے۔قادیان میں مکان بنالو۔اور جب موقعہ لگے یہاں ضرور آیا کرو۔آپ لاحول اور درود اور الحمد بہت پڑھا کریں۔ نورالدین ۱۷جون ۱۹۰۴ء'' (روزنامچہ)

چوہدری فیض احمد بھٹی ولد چوہدری محمد دین صاحبؓ (صحابی) نے جو ۱۹۴۷ء سے ہجرت کر کے بمقام کُنری (سندھ) مقیم ہیں۔ذیل کے واقعات حضرت قاضی ضیاءالدین صاحبؓ کے متعلق تحریر فرمائے ہیں:

بقیہ حاشیہ : اور بعد ازاں من وعن پرچہ مذکور میں شائع ہوئی ہے۔حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ نے بیان فرمایا:۔''جب حضرت اقدسؑ کو مقدمات تھے۔اور عدالت میں حاضری کی تاریخیں نزدیک نزدیک آتی تھیں۔تو حضرت اقدس علیہ السلام گورداسپور کچھ دیر مقیم رہے اور ادھر قاضی صاحب مذکور بیمار ہو گئے۔انہوں نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں ایک عریضہ نہایت انکساری کے الفاظ میں دُعا کی درخواست کرتے ہوئے لکھا۔حضرت اقدسؑ کو بھی ان سے بہت پیار تھا۔کیونکہ انہوں نے آپ کی اس وقت بیعت کی جب کہ آپ کے مرید معدودے چند ہی تھے۔اور آپ خود اپنے مریدوں کو گھر سے اپنے ہاتھوں کھانا لا کر دیتے۔جس چیز کی کھاتے وقت ضرورت ہوتی۔آپ خود اندر جا کر لاتے۔حضرت اقدس علیہ السلام نے خط پہنچنے کے بعد دُعا کی۔اور آپ کو رات کے وقت جواب ملا۔''وہ بیچارہ فوت ہو گیا ہے'' آپ نے صبح حاضرین سے کہا کہ میں نے اس طرح سے دعا کی تھی۔اور یہ جواب ملا ہے۔تھوڑی دیر بعد ڈاک میں خط آیا کہ قاضی صاحب فوت ہو گئے ہیں۔''

* مراد ماسٹر عبدالرحمٰن صاحبؓ (سابق مہر سنگھ)

** ۸ سے ۱۲مئی ۱۹۰۴ء تک حضورؑ کا قیام گورداسپور میں رہا۔(ملاحظہ ہو الحکم ۰۴/۵/۱۷ص ۵ والبدر ۱۶/ ۸مئی ۱۹۰۴ء ص ۱۵)

پیدائش:

''اہلیہ ام مکرمہ نواب بیگم صاحبہ بنت میاں رکن الدین صاحب صحابیؓ بیان کرتی ہیں کہ میری والدہ مکرمہ مریم بی بی صاحبہ صحابیہؓ جو حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ کی بھانجی ہیں۔ ذکر کرتی تھیں کہ میں نے اپنے ننھیال موضع کوٹ جان بخش ضلع گوجرانوالہ میں ہی پیدائش اور پرورش پائی اور وہیں ہوش سنبھالا تھا۔ میری نانی صاحبہ (والدہ حضرت قاضی صاحب) فرماتی تھیں کہ جب گیارہ بچیوں کے بعد (جن میں سے چار نوعمری میں فوت ہوگئیں) مجھے پھر امیدواری تھی۔ اور کچھ عرصہ گذرا تو ایک دن میرے خاوند حضرت قاضی غلام احمد صاحب جو ولی اللہ اور بڑے دعا گو مشہور تھے۔ صبح کی نماز کے بعد مسجد سے آ کر فرمانے لگے کہ آج خدا تعالیٰ نے اطلاع بخشی ہے کہ تمہیں ایک نیک لڑکا دیا جائے گا۔ اسی طرح دوسرے روز پھر آ کر بتایا کہ آج اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ تم گیارہ دفعہ سورۃ اخلاص پڑھ کر دائیں جانب پھونکا کرو۔ تیسرے دن پھر آ کر فرمایا کہ مجھے تمہارے پیٹ پر ضیاء الدین لکھا ہوا دکھایا گیا ہے۔ چنانچہ آپ اپنے یقین کی بناء پر مجھے پہلے سے ہی ''ضیاء کی اماں' ضیاء کی اماں'' پکارنے لگے۔ مگر میں اس خیال سے کہ کیا ایسا بھی ہوگا۔ شرم وحجاب کی وجہ سے آپ کو منع کر دیتی کہ بات اخفا میں رہے۔ مبادا شرم سار ہونا پڑے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی بات اپنے وقت پر پوری ہوگئی اور ضیاء الدین نام رکھ دیا گیا۔ میں نے بھی اسی عرصہ میں خوب دعائیں کیں کہ خدا تعالیٰ لڑکا ہی دے۔ جو نہایت ہی پاک باز' حاجی اور عمر والا ہو۔ مگر یہ دعا نہ کی کہ وہ میرے پاس بھی رہے۔ چنانچہ وہ زیادہ تر باہر ہی علم دین وغیرہ حاصل کرتے رہے۔ (قاضی محمد عبداللہ صاحب تصدیق فرماتے ہیں۔)''

ولی اللہ کا ذکر:

''حضرت قاضی صاحب کے والد حضرت قاضی غلام احمد صاحب نے جو صاحب کشف اور رویا صادقہ تھے۔ اپنے متعلق کوئی نظارہ دیکھا۔ آپ سبز پگڑی اور سبز ہی لمبا کُرتہ پہنتے تھے۔ پاؤں میں سادہ جوتی اور ہاتھ میں ہمیشہ سونٹا (عصا) رکھتے تھے۔ اس نظارہ کی بناء پر موضع بھڑی شاہ رحمان جہاں ایک بھاری میلہ لگتا ہے۔ تشریف لے گئے۔ اور وہاں کئی لوگوں اور

واقف کاروں سے اپنا حلیہ بیان کر کے پوچھا کہ کیا کوئی ایسا آدمی دیکھا ہے۔سب نے یہی کہا کہ ہم نے نہیں دیکھا۔ چنانچہ گھر آن کر بیان کیا کہ ہم اس سال اللہ تعالیٰ کے پاس چلے جائیں گے۔اس لئے کہ ایسا واقعہ پیش آیا ہے۔ چنانچہ غالباً آپ دو ماہ کے اندر ہی فوت ہو گئے ۔اور خدا کے پاس چلے گئے ۔

(۲) چونکہ موضع کوٹ جان بخش ضلع گوجرانوالہ کے لوگ خاص طور پر حضرت ولی اللہ کے بڑے معتقد تھے۔اس لئے وہ عجیب نظارے بیان کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک جاٹ اپنے کھیت کے کیارہ کو پانی لگا کر جس کے نزدیک ہی ولی اللہ صاحب کی قبر تھی ۔اپنے اعتقاد کی بناء پر یہ کہہ کر پورا نچنت ہو کر سو گیا کہ جب کیارہ بھر جائے گا۔مقبول خدا اُٹھا دیں گے۔ اور جب کیارہ بھر کر اچھلنے والا تھا تو آپ خواب میں اس کے پاس آئے اور سونٹے سے ٹھوکر مار کر کہا۔ کہ اٹھ پانی ہمارے سپرد کر کے خود سو گیا۔ چنانچہ وہ اٹھا اور دیکھا تو واقعی اچھلنے والا تھا۔مگر سونٹے کی ایسی ٹھوکر (ہُجھ) لگی کہ صبح نماز کے بعد کئی لوگوں کو متورم جگہ دکھائی گئی۔ جو تین چار دن تک درد کرتی رہی۔لوگ اعتقاد میں مزید بڑھ گئے ۔(اضافہ)

تبلیغ:

’’حضرت میاں رکن الدین صاحبؓ سکنہ ہر چوکے ضلع گوجرانوالہ جنہوں نے غالباً ۱۸۹۸ء میں بذریعہ مکتوب بیعت کر لی تھی اور پھر کسی جلسہ کے موقعہ پر لاہور میں کپڑا پکڑ کر دستی بیعت کی۔ بیعت کے بعد اپنے علاقہ کی کسی بڑی سے بڑی مخالفت کی بھی کبھی پروانہ کی ۔احمدیت پر قائم رہے۔ اور جون ۱۹۴۰ء میں قادیان دارالامان میں بعمر ۸۴ سال وفات پا گئے ۔آپ حضرت قاضی صاحبؓ کے رشتہ میں بھتیجا تھے۔ بیان کرتے تھے کہ حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ کو تبلیغ کی ایک خاص دُھن اور عشق تھا۔اور اس تبلیغی محبت میں وہ بہت سفر کرتے تھے۔ایک جزدان گلے ڈالے پہلو میں رکھتے تھے۔جس میں قلم دوات اور کتب اور تبلیغی حوالے موجود ہوتے تھے۔ضلع گوجرانوالہ کے ہر قصبہ میں جاتے۔اور تبادلہ خیالات کرتے۔ تمام رشتہ داروں کے ہاں بار بار جاتے اور تبلیغ کرتے تھے۔ گوجرانوالہ کے ضلع میں پہلے احمدی وہی تھے۔ہمیں بھی انہی کے ذریعہ احمدیت نصیب

ہوئی۔قاضی ظفر الدین آف جنڈیالہ باغوالہ جن کا مخالفانہ ذکر حقیقۃ الوحی میں آتا ہے۔وہ آپ کے بھانجے تھے جو مخالفت میں احمدیت اختیار نہ کرسکے۔اور فوت ہوگئے۔ان کا ایک لڑکا قاضی فیض احمد خان بذریعہ مباہلہ ہلاک ہوگیا۔ایک اور لڑکا سیف اللہ خان تھا۔وہ بھی بعد میں جوان ہوکر فوت ہوگیا۔آج ان کا کوئی نام لیوا بھی نہیں۔

بچوں سے پیار:

''میری عمر غالباً ۳/۴ سال ہوگی۔جب میں اپنی والدہ کے ساتھ موضع کوٹ قاضی جہاں میرے نانا حضرت قاضی صاحبؓ بعد میں مقیم تھے گیا تو حضرت نانا جیؓ مجھے بہلانے کیلئے خوش الحانی سے سناتے تھے کہ ؎

ابن مریم مَر گیا حق کی قسم داخلِ جنت ہوا وہ محترم

وغیرہ۔کچھ دیر جب پڑھ کر آپ خاموش ہوجاتے تو میں پھر کہتا کہ ''ابا جی حق کہو'' آپ پھر وہی دوہراتے۔جب پھر خاموش ہوجاتے تو میں پھر کہتا کہ ''حق کہو''۔اس پر میری والدہ کچھ کہتیں اور حضرت نانا جی کچھ جواب دیتے۔بعد میں میری خالہ محترمہ امتہ الرحمٰن صاحبہؓ بیان کرتی تھیں کہ اس موقعہ پر میں بھی وہیں تھی۔تم واقعی ایسا ہی کہتے تھے۔مگر تمہاری والدہ کہتی تھیں کہ یہ بچہ بار بار یہی کہتا ہے کہ حق کہو' حق کہو' خدا جانے اس کا مطلب کیا ہے۔تو حضرت والد صاحب انہیں کئی رنگ میں سمجھاتے۔اور واضح فرماتے کہ احمدیت بہر حال حق ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے ہیں۔

ماتم پرسی:

''۱۹۰۴ء میں جب حضرت قاضی صاحبؓ وفات پاگئے۔ماتم پرسی کیلئے میرے والد صاحب والدہ صاحبہ اور قاضی صاحب کی بھانجی مریم بی بی صاحبہ اپنے وطن سے قادیان گئے۔میں بھی بعمر چھ سال ساتھ تھا۔غالباً میرے والد صاحب نے اسی موقعہ پر دستی بیعت کی تھی۔دوسرے یا تیسرے دن جب میری والدہ بنام خدیجہ بی بی صاحبہؓ معہ اپنی ماموں زاد بہن مکرمہ بی بی صاحبہ بغرض ملاقات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور تشریف لے گئیں۔تو آپ ایک کمرہ میں پلنگ پر پاؤں نیچے کرکے تشریف فرما تھے۔آپ نے فرمایا کہ

صف پر بیٹھ جائیں۔خالہ امتہ الرحمٰن صاحبہ نے جوحضورؑ کے ہاں پہلے ہی تھیں۔تعارف کرایا
کہ ایک میری حقیقی بہن خدیجہؓ ہیں اور ایک میری پھوپھی زاد بہن مریم صاحبہ ہیں اور مجھے کہا
کہ یہ میرا بھانجہ ہے۔میں پاس ہی کھڑا تھا۔حضورؑ نے فرمایا اچھا یہ قاضی صاحب کا نواسہ
ہے۔اور خوش قسمتی! کہ میرے دائیں شانے پر پیچھے ہاتھ پھیر کر پیار دیا اور دعا بھی کی۔جو
مجھے یاد نہیں۔میرے اس شانے کو جو خدا تعالیٰ نے برکت بخشی۔یہ ایک الگ باب ہے۔
حضرت خالہ مریم بی بی صاحبہ نے جو بعد میں میری خوشدامنہ بنیں۔اس موقعہ پر حضرت
صاحب کے حضور عرض کیا کہ یا حضرت! دو ہی لڑکے تھے دونوں ہی فوت ہو گئے ہیں۔شائد
شامت اعمال کا نتیجہ ہے۔اور اب سوائے رونے اور گھبرانے کے کچھ نہیں سوجھتا۔آپ
نے نہایت ہی محبت آمیز لہجہ میں فرمایا۔آ ہاں۔دیکھیں۔ایسا نہیں کہنا چاہئے۔خدا تعالیٰ کو
چیخا چاخی پسند نہیں۔یہ چلتی سرائے ہے۔اس مقام پر کسی کو چین نہیں۔اگر صبر کریں گی تو اس
کا بہت بڑا اجر ہوگا۔اس پر خالہ صاحبہ نے اجازت مانگی کہ کیا میں پاؤں دبا سکتی ہوں۔حضورؑ
نے فرمایا۔کہ ہاں۔آپ فرماتی تھیں۔کہ جب میں نے پنڈلیوں اور پیروں کو دبایا تو
خیالات اور دل پر یوں معلوم ہوا جیسے کہ کسی نے زخموں پر مرہم رکھ دی۔اور مجھے بے حد پسینہ
آ گیا۔آپ نے فرمایا۔دل بہت نرم ہے۔

حق ادائیگی:

''حضرت قاضی صاحبؓ نے اپنی وفات پر اپنا ترکہ بموجب شریعت تقسیم کر دیا تھا۔میری
والدہ کے حصہ میں بعض کتابیں بھی آئیں۔بعد میں جب میں ۱۲/۱۱ سال کا تھا تو میں نے
ایک کتاب پر لکھا ہوا پڑھا کہ ایک مجلد کتاب اپنی لڑکی خدیجہ بی بی کو دیتا ہوں۔خدا تعالیٰ اس
کے بچوں عزیزان۔عزیز احمد اور فیض احمد طول العمر' کو اس کے پڑھنے اور عمل کرنے کی
توفیق بخشے۔چنانچہ اسی وقت میں نے اس کے اردو حصہ کو پڑھ کر چھوڑا۔اور دل میں ایک
لگن لگ گئی۔اس وقت اپنے گاؤں موضع مبارا چکے چٹھ۔ضلع گوجرانوالہ میں احمدیت کا
کوئی ماحول نہ تھا۔والدین فوت ہو چکے تھے۔مگر اس کلام کی برکت اور حضرت صاحب کے
دست مبارک کی لمس نے مخالف حالات میں بچا لیا۔اور احمدیت سے نوازا۔**فالحمدللّٰہ علی ذالک**۔''

قاضی عبدالرحیم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت ۔ پیشہ ۔۳۱۳ صحابہ میں شمار

حضرت قاضی ضیاءالدین کے صاحبزادہ قاضی عبدالرحیم صاحب بمقام قاضی کوٹ (ضلع گوجرانوالہ) ۲۳ جون ۱۸۸۱ء کو پیدا ہوئے۔اور بمقام ربوہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۳ء کو اس دارفانی سے رحلت فرما گئے۔ابھی آپ صرف پونے آٹھ سال کے تھے کہ آغاز ہی میں آپ کے والد بزرگوار مارچ ۱۸۸۹ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔اس طرح گویا آپ اپنے والد ماجد کی بیعت کے طفیل ہی حضرت اقدسؑ کی بیعت میں شامل ہو گئے۔ابھی آپ ساڑھے پندرہ سال ہی کے تھے کہ اپنے والد ماجدؓ کے تقویٰ وطہارت کے باعث ان کے ہمراہ خود بھی ۳۱۳ صحابہ میں شمار ہوئے۔آپ کا نمبر انجام آتھم میں ۱۴۵ پر درج ہے۔ڈائیری سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے پھوپھی زاد بھائی قاضی نظیر حسن صاحب مرحوم سے جو جموں میں ہیڈ ڈرافٹسمین تھے۔نقشہ نویسی کا کام ۱۸۹۸ء میں سیکھا اور وہیں جموں میں محکمہ پبلک ورکس میں ملازم ہو گئے۔لیکن والد صاحبؓ جون ۱۹۰۱ء میں جب ہجرت کر کے قادیان چلے آئے تو آپ کی اسامی تخفیف میں آ گئی تو آپ ستمبر ۱۹۰۱ء کی کسی تاریخ کو جو واضح طور پر پڑھی نہیں جاتی قادیان چلے آئے۔چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

> ''آج بٹالہ سے یکّہ پر سوار ہو کر قادیان پہنچا۔شام کے وقت حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات ہوئی۔
> یہاں مکان کی نہایت تکلیف ہے۔مگر دین کے واسطے یہ سب کچھ برداشت ہوسکتا ہے۔''

یکم اکتوبر ۱۹۰۱ء کے نیچے لکھتے ہیں:

> ''آج ابوی صاحبؓ کی بجائے جو مجھ سے ۱۵ ماہ * پہلے دفتر (یعنی دفتر تعلیم الاسلام۔ ناقل) میں محرّر مقرر ہوئے تھے۔نوکر ہوا۔اس وقت سات روپے تنخواہ ہے۔یہ ستر روپے کے برابر ہیں۔نہایت شکرگزار اس ربّ العالمین کا ہوں۔''

حضرت اقدسؑ اور قادیان سے محبت قادیان میں وجہ معاش ۔ ہجرت بطرف پاکستان

قادیان میں وجوہ معاش جس قدر قلیل تھے۔اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔والد ماجدؓ والی محرّری کی اسامی پر آپ متعین ہوئے تھے۔آپ اس پر قانع تھے کہ اس طرح دیارِ حبیبؑ میں قیام کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔چنانچہ اس تعیناتی کے چند دن بعد تاریخ ۱۸/ اکتوبر ۱۹۰۱ء کے روزنامچہ میں مرقوم ہے۔

---

* سہو ہے۔دن مراد ہیں۔مولف

''آج ایک کارڈ بھائی صاحب (قاضی نظیر حسن۔ ناقل) نے جمّوں سے روانہ کیا کہ اپنے سٹیفکیٹ روانہ کردوتا کہ افسر نہر کو جو ابھی آیا ہے سفارش کی جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری کوئی اچھی صورت بن جائے۔ یہ کیا ہے سات روپے کی نوکری؟ جزاھم اللہ ۔لیکن میرے خیال میں یہ نوکری اور جگہ کے پچاس سے بہتر ہے''

لیکن اس اسامی پر ابھی سوا سال گذرا تھا کہ آپ کی ملازمت جنوری ۱۹۰۳ء میں تخفیف میں آ گئی۔ چنانچہ آپ کی اہلیہ محترمہؓ سناتی تھیں کہ میں ''ریویو آف ریلیجنز'' کی جسے اس وقت میگزین کہتے تھے۔فرمہ شکنی کرتی تھی۔اس کی کٹائی سے جو کترنیں حاصل ہوتیں انہیں ایندھن کے بجائے کھانا تیار کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا۔ اسی دوران میں آپ کے ہاں دوسرے فرزند قاضی عبدالسلام صاحب کی پیدائش ہوئی۔ڈائیری بابت ۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء میں مرقوم ہے:

''آج خدا کے فضل وکرم سے اس عاجز کے ہاں ایک فرزند نرینہ پیدا ہوا۔خدا اس کو سعید کرے۔اور اس کی والدہ کو صحت یاب کرے۔آمین۔اور تیرا غلام بنے۔آمین۔''

پہلے ہی مشاہرہ قلیل تھا۔اب اس ذریعہ آمد کے مسدود ہونے پر بھی تنگی ترشی اور صبر کرتے ایک سال بیت گیا۔تو قاضی صاحب کا بیان ہے کہ والد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملازمت کیلئے میرے باہر جانے کے متعلق دریافت کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر اچھی ملازمت ملے تو چلے جانا چاہئے۔اس سے ہجرت میں کوئی نقص نہیں آتا۔(اس وقت دو استاد ماسٹر عبدالرؤف صاحبؓ بھیروی اور شیخ محمد نصیب صاحب (حال بمقام خانقاہ ڈوگراں۔ پاکستان۔مؤلف) بھی تخفیف میں آ گئے تھے۔بالآخر ۱۳ جنوری ۱۹۰۴ء کو بادل ناخواستہ تیرہ روپے کا قلیل زادِ سفر لیکر آپ جموں کیلئے روانہ ہوئے۔ان دنوں کا کرایہ یکّہ قادیان تا بٹالہ سات آنہ اور کرایہ ریل از بٹالہ تا لاہور پونے گیارہ آنہ اور اُجرت مزدور برائے اسباب اٹھوائی ڈیڑھ آنہ لکھا ہے۔آپ لکھتے ہیں:

''بھائی صاحب قاضی نظیر حسن صاحب کے متواتر خط اس مضمون کے میرے نام پہنچے کہ جمّوں جلد پہنچ جاؤ۔ یہاں معقول روزگار بن جائے گا۔اس پر حضرت صاحبؑ سے اجازت حاصل کر لی اور ۱۳ جنوری ۱۹۰۴ء کو بوقت صبح یکّہ پر سوار ہوکر بوقت شام لاہور پہنچا .... صبح رخصت ہوکر .... جمّوں پہنچا .... بھائی صاحب کے اپنے دفتر میں بھی ایک آسامی تھی۔مگر چونکہ میں بخار کی وجہ سے بہت کمزور ہوگیا تھا۔اس واسطے

بھائی صاحب نے توقف کیا اور آج کل میں ۲۵/ جنوری ہوگئی ہے۔ ابوی صاحب کا نوازش نامہ ملا ہے۔ کہ بڑی دیر ہوگئی ہے۔ اگر صورت نہیں بنی تو فوراً واپس چلے آؤ۔ ۲۶ کو میں نے ان کی طرف لکھ دیا کہ ابھی توقف ہے۔"

۳۰ جنوری ۱۹۰۴ء "آج خلیفہ نور دین صاحب* کی دکان پر گیا۔ خلیفہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ یہ قادیان سے آئے تھے۔ وہاں کی خیر خیریت بیان کرتے تھے۔"

۹ فروری ۱۹۰۴ء۔ "آج رات خواب میں حضرت مسیح موعودؑ سے مصافحہ کیا۔"

۱۷/ فروری ۱۹۰۴ء (اسے روایات میں درج کر دیا ہے۔ حضرت اقدسؑ کا اس میں بھی ذکر ہے۔)

۲۳/ فروری ۱۹۰۴ء "آج پیر افتخار احمد صاحبؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا میرے خط کا جواب آیا۔ جو حضرت اقدسؑ کی طرف دعاء کیلئے ارسال کیا تھا۔ لکھا ہوا تھا۔ حضرت صاحبؑ نے دعا کی۔ نماز پنجگانہ میں خود بھی دعا کیا کرو۔ اور نیز نماز تہجد میں۔ خدا فضل کرے گا۔"

بالآخر ۳۰/ مارچ کو ڈویژنل انجینئر محکمہ نہر کے دفتر میں آپ پچیس روپے مشاہرہ پر ملازم ہوگئے۔ ڈائیری کے اقتباسات مذکورہ سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ حضرت اقدسؑ اور قادیان سے آپ کو کس قدر محبت اور تڑپ تھی اور دھیان ہر وقت ادھر ہی رہتا تھا اور آپ کے والد ماجدؓ کی بھی یہی خواہش تھی کہ آپ کو قادیان میں ہی رہنے کا موقع حاصل رہے۔ ذیل کے اقتباسات بھی اسی مقصد کے پیش نظر درج کئے جاتے ہیں۔

آپ اواخر جولائی ۱۹۰۴ء میں قادیان آئے۔ اور ۲۹/ جولائی کو حضرت مسیح موعودؑ گورداسپور سے واپس تشریف لائے۔ ملاقات کی اور اگلے روز اہل وعیال کو جموں ساتھ لے گئے۔

تین ستمبر ۱۹۰۴ء کے تحت لکھتے ہیں:

"آج لاہور بوقت ۷ بجے دن کے پہنچ کر حضرت صاحبؑ کے لیکچر میں شامل ہوا۔ قادیان کی ساری جماعت سے ملاقات ہوئی۔"

'۴ اپریل ۱۹۰۵ء "آج بوقت ۶:۳۰ بجے سخت زلزلہ آیا۔ خدا نے اپنے فضل سے بچایا۔ کہتے ہیں کہ عرصہ ہوا۔ اس سے پہلے کبھی ایسا سخت زلزلہ نہیں دیکھا۔ اس شہر میں بھی کئی مکان گر گئے ہیں........"

کچھ عرصہ بعد آپ قادیان مستقل طور پر ہجرت کر آئے۔ اس وقت آپ سرکاری ملازمت میں

---

* خلیفہ صاحبؓ ایک بہت مخلص بزرگ بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔

پچیس روپے مشاہرہ پاتے تھے۔اور قادیان میں آپ کو غالباً بیس روپے مشاہرہ پر لگایا گیا تھا۔آپ نے مکتوب مورخہ ۳۰ جولائی ۱۹۵۱ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں تحریر کیا:

''یہ خاکسار حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں قادیان میں سات روپیہ ماہوار پر ہائی سکول میں محرّر تھا اور اس ملازمت کو نعمت غیر مترقّبہ خیال کیا کرتا تھا۔اس وقت حضور (یعنی حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ۔ مؤلف) سکول میں مع برادران پڑھتے تھے۔لیکن ایک سال گزرنے کے بعد بوجہ عدم گنجائش محرّر کی اسامی تخفیف ہونے پر مجھے سبکدوش ہونا پڑا۔ بعدہ دو تین سال کچھ تجارت اور کچھ فرمہ شکنی اور ریویو آف ریلیجنز کی سلائی اور کٹائی کر کے گذارہ کیا۔اس کام میں میری اہلیہ شریک کار تھیں۔خدا تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ایسی تنگی اور تنگ گذران کے وقت دل خوش اور اطمینان سے لبریز رہتا تھا۔اس وقت میں خیال کیا کرتا تھا کہ اس مسیح کے قدموں میں دن گذار رہا ہوں۔

''راہ تکتے تکتے جن کی کروڑوں ہی مَر گئے''

پھر بادلِ گریاں حضورؓ کے مشورہ سے خاکسار کو باہر جانا پڑ گیا۔لیکن جتنی مدّت میں باہر رہا۔ میرے دل میں ایک جلن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جدائی کی لگی رہتی تھی۔آخر جب تعمیر (قادیان میں۔ناقل) شروع ہوئی تو میں نے درخواست دی کہ اگر چپڑاسی کی جگہ مل جائے تو مجھے جگہ دی جائے۔ وہ درخواست اب تک میرے پاس محفوظ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتا رہتا کہ اگر پھر مجھے قادیان جانا نصیب ہوا تو میں خواہ بھوکا رہوں۔ نکلنے کا نام نہ لوں گا۔ یہ ایک قسم کا عہد تھا۔ جو میں نے اللہ تعالیٰ سے کر رکھا تھا۔اور میں انجمن کی ملازمت چھوٹنے کے بعد مدت تک سخت مالی تنگی میں مبتلا رہ کر بھی اس پر قائم رہا۔ * ....

لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر اس رنگ میں ظاہر ہوئی کہ وہاں سے سب کو نکال دیا گیا اور میری بد عہدی کی سزا مجھے اس رنگ میں ملی۔انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔''اس اخراج کے بعد

---

*وقت کے لحاظ سے گنجائش نہیں۔ بوقت طبع ثانی انشاء اللہ تعالیٰ سن ہجرت کی تعیین کر لی جائے گی۔تدفین حضرت مسیح موعودؑ کے موقعہ پر مزار مبارک کی تکمیل یقیناً آپ ہی کے ذریعہ سرانجام پائی تھی۔ممکن ہے آپ اس موقعہ پر ہی آئے ہوں۔یا ہجرت کر کے آ چکے ہوں۔آپ کے اس خط سے ظاہر ہے کہ قادیان میں تعمیر کا کام کھلنے پر آپ قادیان میں دوبارہ آ گئے۔میرے نزدیک تعمیر سے مراد پل بہشتی مقبرہ۔کنواں بہشتی مقبرہ وغیرہ کی تعمیر مراد ہے۔توسیع مسجد مبارک کا کام بھی حضرت اقدسؑ کے زمانہ میں ہوا۔غالباً آپ دوبارہ حضرت اقدسؑ کی زندگی میں مستقل طور پر ہجرت کر کے آ چکے تھے۔

اب تک شرمساری میں دن گذار رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے معافی کا متمنی رہتا ہوں۔ وہاں سے آ کر کسی جگہ اطمینان قلب میسر نہیں ہوا.................

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے کئی دفعہ واپسی کے نظارے نظر آئے ہیں اور اب اس سال جولائی پر نظر تھی۔ لیکن موجودہ صورت میں اگر جنگ ہوگئی تو دونوں فریق احمدیت کو مٹانے میں یکساں ہیں جو کہ اچھے نہیں۔ اللہ تعالیٰ واپسی کے پرامن ذرائع پیدا کرسکتا ہے۔'' مئی ۵۰ء میں مَیں نے دیکھا کہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی کوٹھی میں حکومتوں کی میٹنگ ہورہی ہے۔ اور شام کو وہ مجلس ناکام اٹھ گئی ہے اور بعد میں وہاں ڈاکو داخل ہوگئے ہیں اور سوسو روپیہ کے پاکستانی نوٹ باہر پھینک رہے ہیں...... پھر میں ملحقہ کوٹھی کے دروازے پر دستک دیتا ہوں تو اندر سے آواز آئی خطرہ' خطرہ' خطرہ پھر کوٹھی کی طرف گیا تو کھڑکی کھلی ہے اور ایک ڈاکو مجھے نظر آیا جو چینی لباس میں ہے۔ دو اور نظر نہیں آئے یعنی ڈاکو تین ہیں.......''

اس خط کا جواب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے لکھوایا کہ

دشمن تو دونوں طرف ہیں۔ ایک دشمن ہمارے ہاتھ میں آنے والا ہے۔ ایک دشمن ضدّ کرنے والا ہے۔ باقی فتح تو یقینی ہماری ہے۔'' *

قاضی صاحب کے اس مکتوب سے آپ کی قادیان سے محبت اور تڑپ کا اندازہ ہوتا ہے۔ جو جنون کی حدّ تک پہنچا ہوا تھا۔ آپ نے تقسیم ملک کے بعد خاکسار مؤلف کو ایک خط میں تحریر کیا کہ:

''۳۸ء میں مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں نے بیت اللہ میں دو نفل پڑھے اور ان میں صرف استغفار (۱) کرتا رہا اور روتا رہا۔ فراغت کے بعد اس شہر کو ایک طرف سے ہوکر بغور دیکھ رہا ہوں۔ اور کہتا ہوں۔ یہ شہر کیسا پُر امن (۲) ہے۔ کوئی صورت ایسی ہو کہ اس میں ہم رہائش اختیار کریں۔ (۳) یہ خواہش بار بار ہوتی ہے کہ اس شہر میں رہنا چاہئے۔ خیال کرتا ہوں کہ یہ پرامن ہے کیونکہ اس پر بم باری (۴) نہیں ہوگی۔ پھر سوچتا ہوں کہ کتنی بدقسمتی تھی کہ یہاں آنے پر تو صرف چھ روپے (۵) کرایہ لگتا ہے۔ پھر کیوں میں ہر سال یہاں نہ

---

* رؤیا وغیرہ کی زبان بالعموم تعبیر طلب ہوتی ہے اور بسا اوقات پیشگوئی پورا ہونے پر ہی اس کی تعبیر کھلتی ہے۔ 'ظفر' سے مراد فتح وظفر ہے۔ اور فتح وظفر کے الفاظ حضرت اقدسؑ کی وحی میں بکثرت موجود ہیں۔ احمدیت روحانی سلسلہ ہے اور اسکی فتح بھی روحانی ہے اور جہاد دلائل و براہین کا جہاد ہے۔

آیا۔ سنتے تھے کہ کئی سو روپے بیت اللہ جانے پر خرچ ہوتا ہے۔لیکن کیا وجہ ہے کہ صرف چھ روپے کرایہ دیکر یہاں آ گیا ہوں۔ ۵۔۱۰ منٹ سوچنے کے بعد سمجھتا ہوں کہ یہ قائم مقام بیت اللہ ہندوستان میں ہے۔ بیدار ہونے پر جب وہ نقشہ سامنے آیا تو وہ قادیان ہی تھا۔ اس رویا میں مجھے دکھایا گیا۔(۱)۔ایک وقت استغفار کرنے کا تم پر آئے گا۔(۲) قادیان بوجہ بارڈر پر نہ آنے کے بم باری سے محفوظ رہے گا۔ کیونکہ اگر پاکستان میں آتا تو بارڈر پر ہوتا۔(۳) ایک وقت آئے گا کہ تمہیں اس شہر میں بسنے کی خواہش ہوگی اور تم اس سے باہر ہوگے۔ (۴) ۔ بمباری نہ ہونے کی وجہ سے پر امن ہوگا۔(۵)۔تم چھ روپے کرایہ کی مسافت پر یہاں سے دور پہنچ جاؤ گے۔ چنانچہ میں اب راولپنڈی میں ہوں۔قادیان سے راولپنڈی آ گیا۔ بڑی کوشش کی کہ وہاں سے کہیں اور جگہ چلا جاؤں۔لیکن کامیابی نہ ہوئی........ نمبر۶ ۔ایک وقت ایسا آئے گا کہ قادیان ہندوستان میں آ جائے گا۔ میں نے یہ خواب اس لئے لکھی ہے کہ میری مشکل کے لئے دعا کریں اور کروائیں............... اگر قادیان .... ہوتا دشمن قبر اکھاڑنے سے دریغ نہ کرتے۔ چنانچہ ۱۹۲۳ء میں مولوی ثناء اللہ (امرتسری) معہ پچاس ہزار افراد کے اس بد ارادہ سے قادیان میں آیا تھا۔حضور کی قبر کی حفاظت میرے سپرد تھی۔ میں نے اس پر چار دیواری بنائی۔اور دو چھت شہتیروں کے ڈال کر اس کو محفوظ کیا۔تا کہ دشمن یکدم حملہ نہ کر سکیں۔اس وقت تو گورنمنٹ کا رعب تھا۔لیکن اب تو گورنمنٹ اپنی ہے۔ وہ اس وقت من مانی کاروائی کر سکتے ہیں..............

''اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام حضور کی نسبت فرمایا تھا کہ 'رسول اللہ پناہ گزین ہوئے قلعہ ہند میں'' چنانچہ اب وہ پناہ گزین ہیں۔اس وقت وہ دشمنان کی رسائی اور دست برد سے محفوظ ہیں۔ بابا کھڑک سنگھ نے پچاس ہزار کے مجمع کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا تھا کہ 'ہم قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے۔' اس وقت گورنمنٹ برطانیہ روک تھی۔ پھر جماعت احمدیہ کی موجودگی ان کے اس ارادہ کی تکمیل میں حائل تھی۔خدا تعالیٰ نے یہ دونوں روکیں دور کر دیں اور قادیان کو ان کی جھولی میں ڈال دیا۔تا کہ وہ اپنا ارادہ بلا روک آسانی سے پورا کر لیں۔لیکن جس کی حفاظت اللہ تعالیٰ کر رہا ہو۔ اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ .... میری تحریر احباب کو سنا دیں تا کہ دعاء کی تحریک ہو۔ دوسری عرض ہے کہ ہم نو

افراد ہیں۔ چار بڑے اور پانچ بچے قادیان میں آ کر رہنا چاہتے ہیں۔ یعنی منصور احمد معہ عیال اور میں معہ اہلیہ اس کی کیا صورت ہے۔؟''

دیکھنے والے کہتے ہیں کہ جب اپریل ۱۹۵۲ء میں سیدہ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوگیا۔ قاضی صاحب جو حضرت ممدوحہؓ کے مزار کی تعمیر کروار ہے تھے۔ آپ کو یہ احساس ہوا کہ ضروری نہیں کہ آپ کو قادیان جانا ضرور ہی نصیب ہو۔ آپ قبر کے کنارہ پر چشم گریاں کہنے لگے کہ جب حضرت موصوفہ ؓ جیسی ہستی کیلئے قادیان واپسی کی تقدیر جاری نہیں ہوئی اور ان کا یہیں انتقال ہوگیا ہے تو ہماری کیا ہستی ہے۔ گویا اس دن سے آپ ربوہ میں ہی اپنے سفرِ آخرت کیلئے تیار ہوگئے۔

خلافت ثانیہ سے وابستگی:

حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ نے بوقت وفات اپنی اولاد کو وصیّت کی تھی کہ آستانہ مسیحؑ کو ہرگز نہ چھوڑیں۔ چنانچہ آپ کی اولاد نے اس پر پوری طرح عمل کیا۔ اور یہاں سے جانے کا نام تک نہ لیا۔ حتیٰ کہ ۱۹۴۷ء کے خونیں دور میں مجبوراً ہجرت کر کے جانا پڑا۔ قاضی عبدالرحیم صاحب بہت ہی ہوشیار اوورسیئر تھے اور باہر انہیں اچھی اچھی ملازمتیں ملتی تھیں۔ مگر وہ قادیان سے نہیں ہلے۔ حالانکہ آپ پر قادیان میں بعض بڑے بڑے مشکل وقت تنگی کے آئے تھے۔

خلافت ثانیہ کی ابتداء میں سلسلہ کی مالی حالت سخت ناگفتہ بہ ہوگئی تھی۔ چنانچہ قاضی عبدالرحیم صاحب کی مہتم تعمیرات کی اسامی بھی تخفیف میں آ گئی تھی۔ دوسری طرف مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے انہیں لاہور آ جانے کے پیغام آنے لگے۔ مولوی صاحب کا قاضی صاحب سے سابقہ سلوک بھی اچھا تھا۔ لیکن الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آنے دی۔ اور آپ نے خلافت ثانیہ کے دامن کو اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

خلافت اُولیٰ کے آخری ایام میں اہل پیغام خلافت کے بارہ میں گونا گوں فتنے پیدا کر رہے تھے۔ کبھی حضرت خلیفہ اولؓ کے اختیارات کو محدود کرنے کی کوشش کرتے۔ کبھی احکام کی خلاف ورزی کر کے خلافت کے اثر و رسوخ کو کم کرنا چاہتے۔ ایک بار آپ کو معزول کرنے کی سعی باطل بھی کی۔ حضرت خلیفہ اولؓ خلافت کا مقام اور اس کی اہمیت ان لوگوں کے قلوب میں راسخ کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔ حضرت خلیفہ اولؓ کی دعاؤں اور مساعی اور جماعت کی دعاؤں اور سب سے بڑھ کر حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کے ثمرات اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حالات

میں خلافت ثانیہ کے قیام کی شکل میں ظاہر کئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جماعت کے بیشتر حصہ کو فتنہ سے محفوظ رکھا۔ اور بالآخر اہل پیغام خود ہی تشتت وافتراق کی ایک منہ بولتی تصویر بن گئے۔ ان کی موجودہ حالت کو دیکھ کر خلافت اولیٰ کے آخری ایام اور خلافت ثانیہ کے آغاز کے ہولناک حالات کا اندازہ کرنا ان لوگوں کیلئے مشکل ہے۔ جنہوں نے نہ وہ زمانہ پایا ہے اور نہ ہی اسبارہ میں تفصیلی لٹریچر ان کی نظر سے گذرا ہے۔ اب ان کے اثر و رسوخ کا فلک بوس قلعہ پیوند خاک ہو چکا ہے۔ انہوں نے اپنی کمین گاہ سے خفیہ ریشہ دوانیوں کا بھی ایک وسیع جال پھیلایا تھا۔ باوجودیکہ حضرت خلیفہ اولؓ کی وصیّت دربارہ انتخاب خلیفہ پر مولوی محمد علی صاحب کے بھی دستخط موجود تھے۔ لیکن انہوں نے پھر بھی مزاحمت کرنا چاہی۔

وحدتِ جماعت کے پارہ پارہ ہونے کا شدید خطرہ لاحق تھا۔ سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب اور اہل بیت آمادہ تھے کہ دوسرا فریق جسے چاہے ہم بھی اُسے ہی خلیفہ تسلیم کریں گے۔ تا وحدت قائم رہے۔ لیکن اہل پیغام درحقیقت سرے سے خلافت کا نظام ختم کرنے کے درپے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر جلوہ گر ہوئی اور نوشتے پورے ہوئے اور جماعت نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو خلیفہ منتخب کر لیا۔ اہل پیغام نے خلافت ثانیہ کے قیام کے بعد بھی اپنا پورا جتن کیا۔ کبھی شرائط بیعت کے متعلق غلط فہمی پھیلائی کہ اس میں ایک شرط یہ ہے کہ فلاں فلاں شخص کو منافق سمجھا جائے یا کہا جائے۔ یہ بھی الزام لگایا کہ حضور ایدہ اللہ کو مدت سے خلافت کی خواہش تھی وغیرہ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بالآخر ان لوگوں کے کید و مکر کو خاک میں ملا کر ان کو خائب کر دیا اور خلافتِ ثانیہ کو جو عظمت و شان اور رفعت اور عالی مقام بخشا ہے۔ محتاجِ بیان نہیں۔ ۱۲/ اپریل ۱۹۱۴ء کے لئے مولوی سید محمد احسن صاحبؓ نواب محمد علی خان صاحبؓ ' ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ اور مولوی شیر علی صاحبؓ کے دستخطی اعلان سے حسب ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ شوری کیلئے نمائندگان مدعو کئے گئے۔ (37)۔ اس میں آپ نے خلفاء کے کام کی تشریح کی۔ اور اس اعتراض کا جواب بتایا کہ خلیفہ پر مشورہ کی پابندی نہیں تو اس مشورہ کا فائدہ کیا ہوتا ہے اور تبلیغ کو وسعت دیکر تمام زبانوں کے جاننے والے مبلغ تیار کرنا اور ہندوستان میں تبلیغ کا جال پھیلانا اور دنیوی ترقی کیلئے اپنا کالج قائم کرنا اپنا پروگرام بتایا۔ حضور نے غور کیلئے یہ تجاویز پیش کیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی ایک رویاء کی بناء پر ہر قسم کا چندہ میری معرفت بھیجیں۔ مجلس شوریٰ کی ایسی صورت ہو کہ ساری جماعت کا اس میں مشورہ ہو۔ فی الحال دو تین علماء بطور ممبر انجمن میں زائد کئے جائیں تا کہ اختلاف کی وجہ سے دقتیں پیدا نہ ہوں۔

اس اجلاس میں جو سید محمد احسن صاحب امروہوی کی زیر صدارت منعقد ہوا ایک فیصلہ یہ ہوا کہ ''قواعد صدر انجمن کی دفعہ ۱۸ میں الفاظ ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام' کی جگہ ''حضرت خلیفۃ المسیح مرزا بشیر الدین محمود احمد

خلیفہ ثانی'' درج کئے جائیں۔ باتفاق آراء قرار پایا کہ یہ ریزولیوشن بخدمت مجلس معتمدین بذریعہ نواب محمد علی خان صاحب۔ سید محمد احسن صاحب۔ مرزا بشیر احمد۔ خلیفہ رشید الدین صاحب۔ مولوی شیر علی صاحب پیش کرائے جائیں اور ان حضرات کی خدمت میں نہایت ادب سے التماس کی جائے کہ اس درخواست کو بہت جلد آئندہ کے اجلاس میں پیش کرانے کا انتظام فرمائیں۔ چنانچہ مجلس معتمدین نے اپنے ۲۶/اپریل کے اجلاس میں اسے منظور کرلیا۔(38)

اس شوریٰ میں مقامی و بیرونی ایک صدنوّے نمائندگان شامل ہوئے جن میں ۱۵۷ اور ۱۸۱ نمبر پر علی الترتیب
''قاضی محمد عبداللہ صاحب بی۔اے ٹیچر ہائی سکول قادیان''
''قاضی عبدالرحیم صاحب انچارج دفتر تعمیرات صدر انجمن احمدیہ قادیان'' کے اسماء مرقوم ہیں۔

منارۃ المسیح کی تکمیل:

منارۃ المسیح کی تکمیل کے متعلق مصلحت الٰہی سے یوں مقدر تھا کہ گویا **یسافر المسیح الموعود اَوْ خلیفة مِنْ خُلفائہٖ اِلَی ارضِ** دمشق کی پیشگوئی جس خلیفہ کے مبارک وجود کے ذریعہ پوری ہو۔اس کے ذریعہ قادیان کے منارہ کی بھی تکمیل ہو۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو اپنے متعلق الہاماً بتایا گیا۔

انا المسیح الموعود مثیله‘ و خلیفة

کہ آپ مثیل مسیح موعودؑ ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی میں بھی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ''مسیحی نفس'، رضا مندی کے عطر سے ممسوح'' کے الفاظ آئے ہیں۔گویا منارہ مبارک کا آغاز ایک مسیح نے کیا اور تکمیل دوسرے مسیح نے کردی اس لئے حسد کے باعث ڈاکٹر بشارت احمد صاحب وغیرہ اہل پیغام نے یہ تاویل کرلی کہ حضرت اقدسؑ کی توجہ منارہ سے پھر گئی اور تصانیف کے شکل میں روحانی رنگ میں منارہ کی تکمیل ہوئی۔ یہ تاویل گو حضرت اقدسؑ کے منارہ کے متعلق ساری کارروائی کو حرف غلط کی طرح یکسر مٹانا چاہتی ہے اور علی اعلان تغلیط بلکہ تکذیب کرتی ہے۔افسوس اہل پیغام کو ایسی تاویل تو مرغوب ہے جس سے حضور کی تکذیب ہو لیکن حضرت اقدسؑ کے فرمودہ مقاصد کے تحت منارہ کی حضرت مصلح موعود کے ہاتھوں تکمیل ان کو تسلیم ہونا گویا ان کیلئے زہر ہلاہل کا رنگ رکھتا ہے۔عجیب بات یہ ہے کہ جس بات میں بھی یہ لوگ حضرت مصلح موعود کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کو لازماً حضرت اقدسؑ کے بہت سے اقوال تحریرات اور وحی سے منحرف ہونا پڑتا ہے۔
تکمیل منارہ کی سعادت قاضی صاحب کی قسمت میں تھی آپ نے خاکسار مولّف کو ایک خط میں تحریر کیا کہ :

''جب مینار کی بنیاد پڑ رہی تھی تو مجھے خیال آتا تھا کہ کاش یہ منارہ میں بنواتا۔لیکن یہ خیال اورایسی خواہش اس وقت ایک وہم سے زیادہ حیثیت نہ رکھتی تھی۔خلافت ثانیہ کے ابتداء میں پھر تعمیر جاری ہوئی۔ پہلے عمارت صحن مسجد سے سات فٹ اونچی ہو چکی تھی۔اور بقیہ حصہ خاکسار کے ہاتھوں سے پورا ہوا۔منارہ اور فرش صحن مسجد اور ٹنل (Tunnel) کنواں وغیرہ یعنی زمین دوز راستہ بطرف کنوآں پر۔-/۵۹۶۳ .Rs صرف ہوا تھا۔ میں اس مولا پر قربان جاؤں کہ اس نے میری خواہش کو کس طرح پورا کیا۔ یہ سراسر خدا کا فضل ہے کہ اس نے میرے ہاتھ سے یہ خدمت لی۔''

سلسلہ و بزرگان کی تعمیرات:

آپ فرماتے تھے کہ جب میں (۱۹۰۴ء میں) جمّوں ملازمت کے لئے چلا گیا تو حضرت اقدسؑ کی جدائی کی وجہ سے ہر وقت میرے دل میں ایک جلن سی رہا کرتی تھی۔اور باہر کی ملازمت میرے لئے باعث مسّرت نہ تھی۔قادیان میں آجانے کے لئے میں سوچتا رہتا تھا کہ کوئی صورت پیدا ہو۔لیکن سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا۔ اس مقصد کے پیش نظر میں نے کتابت کا کام بھی سیکھا کہ شاید اس کام کیلئے وہاں ضرورت ہو تو جا سکوں۔آخر خدا تعالیٰ نے میری سُنی اور مجھے عزیز برادر قاضی محمد عبداللہ صاحب نے اطلاع دی کہ قادیان میں محکمہ تعمیرات جاری ہونے والا ہے۔چنانچہ میں نے اپنی خدمات پیش کیں اور محرّر تعمیرات کی اسامی میرے لئے تجویز ہوئی اور آخر مہتمم تعمیرات تک نوبت پہنچی۔اور آٹھ سال تک مجھے خدمت کا موقعہ ملا۔ میں اپنے ذوق کے مطابق خیال کیا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا سن کر ہی قادیان میں تعمیرات کا سلسلہ شروع کرایا اور یہ میری خوش قسمتی ہے کہ سلسلہ کی سب عظیم الشان بنیادی عمارات تعلیم الاسلام ہائی سکول۔ بورڈنگ ہائی سکول۔ملحقہ کوارٹرز۔مسجد نور۔منارۃ المسیح اور مسجد اقصیٰ کا وہ حصہ جو ڈاٹوں والی چھت سے مسقّف ہے اور نیز اس مسجد میں کنویں اور پانی کے انتظام کو فرش مسجد کے نیچے لے جانے کی صورت۔سب میرے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ نے تعمیر کرائیں۔ نیز بہشتی مقبرہ کے راستہ کا پل جس کا ذکر الوصیّت میں ہے اور چاہ بہشتی مقبرہ کی میری ہی نگرانی میں تعمیر ہوئی۔اور بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار مبارک کی تعمیر بوقت تدفین کا شرف بھی مجھے ہی ملا۔اور آٹھ سال تک میں ہی نگران بہشتی مقبرہ رہا۔*

خلافت ثانیہ میں منارۃ المسیح کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا۔جس میں آپ مصروف رہے۔ بعد ازاں حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے اپنی تعمیرات کا کام آپ کے سپرد کر دیا۔ پھر کچھ عرصہ تک قاضی صاحب

بلڈنگ کنٹریکٹر کے طور پر دیگر احباب کے مکانات تعمیر کراتے رہے۔حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی شاندار کوٹھی بیت الظفر آپ ہی کے ذریعہ تعمیر کروائی۔آپ نے عمارتی سامان سیمنٹ لوہا وغیرہ کی دکان بھی کھول لی تھی۔جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بہت برکت دی تھی۔آپ کے ہی ذریعہ مسجد مبارک و مسجد اقصیٰ کی توسیع عمل میں آئی۔قصر خلافت تعمیر ہوا۔منارۃ المسیح کی تکمیل ہوئی۔ حضرت ام المومنینؓ۔حضرت خلیفہ اولؓ۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضہ اپنے سب عمارتی کام آپ ہی کے سپرد فرماتے تھے۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی ڈلہوزی کی کوٹھی موسومہ بیت الفضل آپ ہی کی زیرنگرانی تیار ہوئی تھی۔

حضرت خلیفہ اولؓ نے آپ کے ایک کام سے خوش ہو کر اظہار خوشنودی کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

''قاضی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نلکا: پانی خوب نکلا ہے۔اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کے بعد آپ کی محنت پر جزاک اللہ احسن الجزاء۔یہ دل سے دعا ہے اللہ تعالیٰ قبول کرے۔نورالدین ۱۲/ جنوری ۱۹۱۴ء''

حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے الہام الٰہی کے مطابق ربوہ میں جو میٹھا پانی اللہ تعالیٰ نے نکالا ہے۔تو یہ برکت بھی قاضی صاحب کو ہی ملی۔چنانچہ آپ حضور کی خدمت میں ۸/مئی ۱۹۵۱ء کو تحریر کرتے ہیں:۔

''پمپ لگانے کی تجویز پیش کرنے کے موقعہ پر حضور نے پانی جمع رکھنے کیلئے ایک ٹینکی بنا کر کوٹھیوں اور مسجد میں بذریعہ نالیاں پانی پہنچانے کا خیال ظاہر فرمایا تھا اور جب پانی نکال کر حضور کو اطلاع دی تو حضور نے فرمایا کہ الہام پورا ہو گیا۔(تیرے قدموں کے نیچے پانی بہا دیا) اس وقت پانی کیلئے کامیاب پمپ لگ گیا۔لیکن اگر اس پر واٹر ورکس کے طور پر انتظام کر لیا جائے تو بڑا آرام مل سکے گا۔جو کام بعد میں کرنا ہے۔وہ جلدی کر لیا جائے تو فائدہ جلد ہو سکتا ہے۔پس اگر حضور پسند فرماویں تو میں تخمینہ بنا کر پیش کر دوں گا۔اور بعد منظوری ایک مہینے کے اندر یہ کام کرا دینے کی امید رکھتا ہوں۔انشاء اللہ تعالیٰ۔''

حضور نے اپنے قلم مبارک سے اس خط پر تحریر فرمایا ہوا ہے:

* کتاب کے آخر پر روایات میں جموں کے ایک ٹھیکیدار سے آپ کا جو واقعہ ہوا وہ ۱۹۰۷ء کا ہے۔لیکن حضرت اقدسؑ کی تدفین کے وقت حضور کا مزار آپ ہی نے تیار کروایا تھا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؑ کی زندگی میں ہی آپ مستقل طور پر پھر قادیان واپس آ چکے تھے۔اس وقت پُل سڑک بہشتی مقبرہ اور کنواں بہشتی مقبرہ کا کام شروع ہو چکا ہوگا۔

''تخمینہ پیش کر دیں۔ مگر انجمن کی عمارات اس قدر دور ہیں کہ وہاں تک پانی کس طرح جائے گا۔؟''

مسجد مبارک ربوہ کی تعمیر کا کام بھی آپ ہی کے ہاتھوں تکمیل پذیر ہوا۔ آپ نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ۲۱ اگست ۱۹۵۱ء کو ذیل کا خط تحریر کیا۔ اس سے آپ کے جذبات تشکر وامتنان کا علم ہوتا ہے۔

''مؤدبانہ گذارش ہے کہ مسجد کا کام اب چند دنوں تک ختم ہونے والا ہے...... الحمدللہ۔ اب لوگ کہتے ہیں کہ سب دیگر عمارتوں سے مسجد کی عمارت ممتاز ہے۔ میں ایک خطا کار انسان ہوں۔ یہ تو محض اللہ تعالیٰ کا کرم اور اس کی ذرّہ نوازی ہے کہ اس نے قادیان میں بھی اور یہاں بھی اس قسم کی خدمت کے مواقع عطا کئے۔ اے خداوند کریم!

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگاہ میں تیری کچھ کم نہ تھے خدمت گذار

اگر ہر موئے من گردد زبانے — بتو رانم بہرا یک داستانے
نیامد گوہرِ شکرِ تو سفتن — سرِ موئے زِ احسان تو گفتن

حضور کا بھی شکر گذار ہوں کہ ہمیشہ سے حضور کی توجہ خسروانہ میری دستگیری کرتی رہی۔ اللہ تعالیٰ حضور کو صحت بخشے۔

حضور کا ادنیٰ خادم
قاضی عبدالرحیم

مندرجہ بالا خط میں آپ نے کام کا ختم ہونا عرض کر کے راولپنڈی چند دن کے لئے جانے کی اجازت طلب کی تھی۔ حضور نے اپنے دست مبارک سے اس خط پر تحریر فرمایا ہوا ہے:

''اچھی بات ہے''

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ آپ کی حسن کارکردگی کے متعلق ہمیشہ اظہارِ خوشنودی فرماتے۔ قادیان میں ایک خطبہ جمعہ میں حضور نے فرمایا کہ جو کام قاضی صاحب نے کرایا ہے وہ نہایت ہی پائیدار اور روپوں کا کام آنوں میں کرایا ہے۔ اور جب میں کوٹھی دارالحمد کے اندر قدم رکھتا ہوں تو قاضی صاحب کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے جون ۱۹۵۱ء میں ایک خط میں قاضی صاحب کو لکھوایا کہ میرے مکانات جس مستری کی زیر نگرانی بن رہے تھے۔ اس کا کام تسلی بخش نہیں تھا۔ اس لئے ان کو علیحدہ کر کے چوہدری برکت علی خاں صاحب (حال پنشر وکیل المال تحریک جدید۔ ربوہ) نے کام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ لیکن چونکہ وہ اس فن کے

ماہر نہیں ہیں۔اس لئے کئی باتیں ہوں گی۔جن میں غلطی کا امکان ہوسکتا ہے۔جو سو سال تک اثر انداز ہوتی رہیں گی۔اب آپ کا مسجد کا کام ہلکا ہو چکا ہے۔اگر آپ مشورہ دے سکیں تو میں چوہدری صاحب کو کہہ دوں کہ آپ سے مشورہ لے لیا کریں۔اور دوسرے تیسرے دن بنی ہوئی عمارت کو دیکھ کر اگر غلطی ہو آپ روک دیا کریں۔

اس کے جواب میں آپ نے تحریر کیا کہ

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ............... عرض ہے کہ .... میں تو حضور کا غلام ہوں اور اس خاطر باوجود خانگی رہائشی بے اطمینانی کے حضور کے قدموں میں بیٹھا ہوا ہوں کہ خدمت کا موقعہ ملتا رہے......... جب میں ربوہ میں حضور کے ارشاد پر آیا تھا تو اپنے دل میں حضور کی خدمت کے خیال کو ہی مدنظر رکھا تھا۔اگر چہ حالات اب وہ نہیں۔مگر میرا خلوص نیّت سے یہی ارادہ تھا کہ حضور کی خدمت صرف خدمت کے خیال سے کروں۔یہ حضور کی نوازش خاص ہے کہ حضور نے اب تک ثواب کے مواقع متواتر بہم پہنچائے ہیں۔میں نے جو نظارے دیکھے ہیں۔ان میں قادیان جانے کیلئے یہ بھی ایک زینہ تھا۔انشاء اللہ اب قادیان کی واپسی قریب تر ہو رہی ہے۔

میں انشاءاللہ خلوصِ نیت سے حضور کے مکانات کی نگرانی کرونگا۔وما توفیقی الا باللّٰہ۔

خاکسار۔عبدالرحیم ۵۱۔۶۔۱۰''

مسجد مبارک ربوہ کی تعمیر کے متعلق آپ نے ۲۳/۹/۵۱ کو ذیل کا خط لکھا:

بحضور حضرت خلیفۃ المسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔اب کئی دوست کہہ رہے ہیں کہ مسجد کے مینار بننے چاہئیں۔اگر حضور اجازت بخشیں تو دو یا چار مینار صرف مسجد کا نشان ظاہر کرنے کیلئے معمولی قسم کے تعمیر کر دیئے جائیں۔چونکہ یہ مسجد دو منزلہ بنی ہے۔اس لئے حضور سے استصواب ضروری ہے۔دوسری منزل کی تعمیر کے وقت میناروں کو گرانا ہوگا۔'' خاکسار عبدالرحیم بھٹی

حضور نے اس پر اپنے قلم مبارک سے تحریر فرمایا ہوا ہے:

''منار ضرور چاہئیں۔مگر اس بارے میں پہلے اسٹیمیٹ پیش ہو۔''

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ناظر اعلیٰ نے آپ کو لکھا:

"بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلٰی عبدہٖ المسیح الموعود

مکرمی محترمی قاضی عبدالرحیم صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مہربانی کر کے کسی وقت دفاتر صدر انجمن احمدیہ کی بنیاد کا کام دیکھ لیں کہ کیسا ہے تا اگر کوئی نقص ہو تو اس کی اصلاح کرائی جا سکے۔ جزاکم اللہ خیراً۔ فقط والسلام" خاکسار

مرزا بشیر احمد ربوہ۔ ۵۱/۱۰/۳۰ "

مذکورہ بالا تمام امور سے ظاہر ہے کہ آپ فن تعمیر میں بہت ہی تجربہ کار اور ماہر اور گویا استاد کامل تھے۔ اور قادیان اور ربوہ میں ان کی قابلیت مسلّمہ تھی اور اللہ تعالیٰ کا یہ فضل واحسان تھا کہ اس حیثیت سے جو خدمت کی توفیق آپ کو ملی۔ آپ اس میں منفرد تھے۔ مسجد دارالفضل قادیان کی تعمیر میں بھی آپ نے قابل قدر مدد دی تھی۔ (39)

مزید خدمات:

تعمیرات کے تعلق میں خدمات کے علاوہ آپ اوّلین موصیوں میں سے تھے۔ تحریک جدید دفتر اول میں اس کے آغاز سے باقاعدگی سے حصہ لے رہے تھے۔ ملکانہ تحریک میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی زیر قیادت جماعت کے مخلصین نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ اپنے خرچ پر احباب کئی کئی ماہ کیلئے میدان جہاد میں سرگرم عمل رہے اور اعداء اللہ کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ جس کا بہت ہی وسیع اثر ہوا اور مدافعت عن الاسلام کی دھاک دنیا پر بیٹھ گئی۔ جس کی احرار تک کو تعریف و توصیف کرنی پڑی۔

چونکہ علاقہ ملکانہ کے لوگ راجپوت نسل کے تھے۔ اس لئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحریک کی گئی تھی کہ راجپوت اقوام کے احمدی احباب بالخصوص اس تحریک میں شرکت کریں۔ چنانچہ قاضی عبدالرحیم صاحب اور آپ کے برادر قاضی محمد عبداللہ صاحب ہر دو نے اس تبلیغی مہم میں حصہ لیا۔ قاضی عبدالرحیم صاحب نے تین ماہ وقف کئے تھے۔ اور ان کو وہاں خوب کام کرنے کا موقعہ ملا تھا۔

انتقال پُر ملال:

جیسا کہ قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے۔ حضرت امّ المومنین اعلی اللہ درجاتہا کی غریب الوطنی کی وفات کا

قاضی صاحب کو بہت صدمہ ہوا اور اس وقت سے آپ سفر آخرت کیلئے تیار ہو گئے۔ آخری عمر میں آپ دمہ کی تکلیف میں مبتلا ہو گئے تھے اور اسی عارضہ سے ربوہ میں ۲۹/ اکتوبر ۱۹۵۳ء کو بعمر بہتر سال چار ماہ اس دار فانی سے عالم جاودانی کو انتقال فرما گئے۔ **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔**

ازراہ شفقت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا جنازہ پڑھایا اور بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ صحابہؓ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

المومن یَریٰ و یُریٰ لَہٗ کی حدیث نبوی کے بمصداق ربوہ کے ایک دوست نے خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑی برات آئی ہے۔ دولہا سفید پگڑی۔ اور سفید داڑھی والے سوار چلے آ رہے ہیں اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب بھی اس برات میں ساتھ ہیں۔ یا شاید استقبال کیلئے آئے ہیں۔ اگلی صبح اس دوست نے قاضی صاحب کے جنازہ کا نظارہ دیکھا۔ اور حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف کو بھی ہمراہ تشریف لے جاتے دیکھا۔ تو وہ کہتے ہیں کہ میں نے یقین کیا کہ یہ دولہا حضرت قاضی صاحبؓ مرحوم ہی تھے۔ اس خواب سے ان کے خاتمہ بالخیر کی طرف اشارہ تھا۔ قاضی عبدالسلام صاحب کو والد صاحب کی وفات کی اطلاع ایک خواب میں ملی۔ آپ نے دیکھا کہ والدہ صاحبہ مرحومہؓ کا ایک باغ ہے۔ وہ اس باغ کے اندر ایک بنگلے کے برآمدے میں کھڑی ہیں۔ اور سامنے ایک درخت کو ارنڈ خربوزہ سا بڑا پھل لگا ہوا ہے۔ جس کا رنگ سبز ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ یہ پک گیا ہے اور اسے ہلا کر توڑ لیا ہے۔ اور والدہ صاحبہ کو دے دیا ہے۔

حضرت قاضی محمد ظہورالدین صاحب اکمل نے آپ کے فرزند قاضی بشیر احمد صاحب کو تحریر فرمایا:

''اپنے قدیمی مہربان و رفیق صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کی خبر پڑھ کر از حد افسوس ہوا۔ **غفر اللّٰہ لہ، و اعلی اللّٰہ مقامہ، فی الجنہ ....**

چند اشعار اسی کارڈ پر بنتے جا رہے ہیں:

حضرت احمد مسیحؑ و مہدیؑ کے ایک قدیمی صَحابی فوت ہوئے
پارسا۔ نیک بخت۔ خوش اخلاق جن کا اخلاص شہرۂ آفاق
خدمت دیں میں گذاری عمر وہ کمربَستہ پائے ساری عمر
ان کی اولاد مخلصین تمام سب ہی خدام احمد والسلام
قادیاں کی عمارتیں یکسَر ان کی نگرانی میں بنیں اکثر

یعنی ''وسع مکاں'' کا الہام * آپ کے ہاتھوں پا گیا اِبرام !

داغ ہجرت کے بَعد رَبوہ کا شرف بنا * * اِنہی کو مِلا!

۱۳۷۲ھ

آہ ہاتف نے دی صدا اکمل قاضی عبدالرحیم احمدی چل

ایک خط کے جواب میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۲ نومبر ۱۹۵۳ء میں قاضی عبدالسلام صاحب کو لکھوایا۔حضور نے قاضی صاحب کے لئے دعا فرمائی اور ان کی وفات پر اظہار ہمدردی کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کو غریق رحمت فرمائے اور آپ لوگوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین۔

*الہام وسّع مکانک ہے ضرورت شعری کی وجہ سے وسّع مکان کیا ہے۔(مؤلف)

**یعنی ابتدائی عمارت بالخصوص مسجد مبارک کی تعمیر کی نگرانی کے سپرد ہونے کے لحاظ سے۔

محترمہ صالحہ بی بی رضی اللہ تعالیٰ عنہا

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ محترمہ صالحہ بی بی صاحبہؓ اہلیہ قاضی عبدالرحیم صاحبؓ اپنے خُسر حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ کے جون ۱۹۰۱ء میں ہجرت کر کے قادیان آنے پر اپنے ننھے بچے قاضی بشیر احمد صاحب حال مقیم راولپنڈی سمیت حضرت قاضی صاحب کے ساتھ آ گئی تھیں۔ حضرت قاضی صاحب کے نام مکتوب میں حضرت مسیح موعودؑ نے ۳ دسمبر ۱۹۰۰ء کو تحریر فرمایا تھا:

''بہت خوشی کی بات ہے کہ آپ تشریف لاویں۔ آپ کی بہو کیلئے اگر ساتھ لے آویں۔ تین چار ماہ تک کوئی بوجھ نہیں۔ ایک یا دو انسان کا کیا بوجھ ہے۔''

بہو سے مراد موصوفہ ہی ہیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ دار المسیح کے نچلے حصہ میں قیام رہا۔ حضرت قاضی صاحب کی دختر امۃ الرحمٰنؓ کو حضرت ام المومنین اعلی اللہ درجاتہا کی خدمت میں رہنے کی سعادت حاصل رہی۔ سارے حالات کا جائزہ لینے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ سلسلہ احمدیہ سے ہی وابستہ تھیں۔ لیکن ظاہراً بیعت نہ کی تھی۔ جس کا قادیان میں موقعہ ملا۔ آپ کا بیان ہے۔

''میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے غالباً ۱۹۰۲ء میں بیعت کی تھی۔ سردیوں کے دن تھے۔ شاید کتک کا مہینہ تھا۔* حضور علیہ السلام کے مکان کے نچلے دالان میں جب کہ میرے ساتھ دو اور عورتوں نے بھی بیعت کی تھی۔ ایک والدہ خواجہ علی اور دوسری شیخ اصغر علی صاحب کی ساس۔ بیعت کے وقت حضور علیہ السلام کا چہرہ مبارک مشرق کی طرف۔ ہمارا مغرب کی طرف تھا۔ اور حضورؑ چوکڑی طرز پر تشریف فرما تھے۔ اور فرمایا کہ کہو آج میں احمد کے ہاتھ پر ان تمام گناہوں سے توبہ کرتی ہوں جن میں مبتلا تھی۔ یہ فقرہ تین دفعہ دہرایا۔ اس کے بعد فرمایا کہو شرک نہ کروں گی۔ چوری نہ کروں گی۔ جھوٹ نہ بولوں گی۔ خاوند کی خیانت نہ کروں گی۔ نماز پنج وقت اور وقت پر ادا کروں گی۔ خدا تعالیٰ اگر توفیق دے تو تہجد بھی پڑھوں گی۔ اور آپ جو نیک کام بتائیں گے۔ اس پر عمل کروں گی۔ اس کے بعد حضورؑ نے ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمائی اور ہم نے بھی دعا کی۔

''بڑے قاضی صاحب (یعنی قاضی ضیاء الدین صاحب) نے مجھے فرمایا تھا کہ جاؤ حضرت

---

* کتک گویا مطابق نومبر ۱۹۰۲ء تھا۔

صاحب کی بیعت کرآ ؤاورانہوں نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں عریضہ بھی لکھ بھیجا تھا۔‘‘

آپ کی شادی غالباً ۹۹۔۱۸۹۸ء میں ہوئی تھی۔آپ کے والد میراں بخش سکنہ موضع مہاراجکے ضلع گوجرانوالہ حضرت قاضی صاحب کے زیر اثر ہونگے۔لیکن یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے بیعت کر لی تھی یا نہیں۔ (بیان قاضی محمد عبداللہ)

قریباً چار ماہ کے اندر ستمبر ۱۹۰۱ء کے لگ بھگ قاضی عبدالرحیم صاحب بھی ہجرت کر آئے۔لیکن جنوری ۱۹۰۳ء میں آپ کی اسامی تخفیف میں آنے کے باعث مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ آپ ریویو آف ریلیجنز کی فرمہ شکنی وغیرہ کرتے تھےاورآپ کی سعادت مندرفیقۂ حیات ایسے کام میں آپ کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔اور صبر کا دامن تھامے بصد شکر ساری تنگی ترشی برداشت کر رہی تھیں۔ چونکہ یہاں کوئی مناسب صورت روزگار کی نہ تھی۔حضرت اقدسؑ نے اجازت مرحمت فرمادی تھی کہ اچھی ملازمت ملنے پر باہر جانے سے ہجرت میں کوئی حرج لازم نہیں آتا۔ چنانچہ ۱۳ جنوری ۱۹۰۴ء کو آپ تلاش روزگار کے لئے جموں چلے گئے۔۳۰ مارچ کو ملازمت میّسر آئی تھی کہ مئی میں والد ماجد رحلت فرما گئے۔گویا نگران کوئی نہ رہا۔دونوں بچے بالکل ننھے تھے۔دوسرا بچہ قاضی عبدالسلام دسمبر ۱۹۰۲ء میں پیدا ہوا تھا۔حضرت مولوی نورالدین (خلیفہ اول) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو تلقین کی کہ آپ اپنے اہل وعیال کو اپنے پاس رکھیں۔چنانچہ آپ اہل وعیال کو ۳۰ جولائی کو اپنے پاس جمّوں لے گئے۔حضرت اقدسؑ کے سانحہء ارتحال (۲۶ مئی ۱۹۰۸ء) سے قبل آپ کو مع اہل وعیال دوبارہ قادیان مستقل طور پر آجانے کا موقعہ مل گیا تھا۔اس طرح گویا ۱۹۰۱ء سے ۱۹۴۷ء کے مابین کم وبیش بیالیس سال تک قادیان جیسی مقدس بستی کی برکات سے متمتع ہونے کا مرحومہ کو موقعہ ملا۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ*۔

آپ ابتدائی موصیوں میں سے تھیں۔آپ کا وصیت نمبر ۳۷ تھا۔نہایت عبادت گذار اور اللہ تعالیٰ کے حضور رو رو کر دعائیں کرنے والی اور بہ برکت غلامی مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سچے خواب اور کشف والہام کی لذت سے آشنا تھیں۔ایک دفعہ کا ذکر ہے قادیان میں صدر انجمن احمدیہ کی طرف قاضی عبدالرحیم صاحبؓ کی کوئی رقم تھی اور کسی وجہ سے موصول نہیں ہو رہی تھی۔ والدہ صاحبہ کو بتایا گیا کہ ’’ہمارے گماشتہ‘‘ کو کہو۔گماشتہ کے معنی نہیں جانتی تھیں۔لیکن غالباً تفہیم میں اشارہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف تھا۔چنانچہ اگلے دن حضور کی خدمت میں قاضی صاحب کا عریضہ لے کر گئیں اور اس کے نتیجے میں اس دن یا اگلے دن رقم موصول ہوگئی۔ایک دن نماز جمعہ کے وقت گھر میں ظہر کی نماز ادا کر رہی تھیں کہ سجدہ سے سَر اٹھاتے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

---

*الحدید- آیت نمبر ۲۲

ایدہ اللہ تعالیٰ کی تصویر سامنے آ گئی۔اور حضور نے فرمایا: مجھ تن تنہا پر سلیمان کی طرح اتنا بوجھ ڈال دیا۔اب اس کا کون ہے (یا کون ہوگا۔ایسا ہی کوئی لفظ تھا) حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سُن کر فرمایا کہ یہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کے مطابق ہے۔جس میں ہمیں ''آلِ داوٗد'' فرمایا گیا ہے۔

آپ اپنے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان سے عاشقانہ رنگ کی محبت رکھتی تھیں ایک دن گھر واپس آئیں تو کہنے لگیں کہ قصرِ خلافت کے پاس کی گلی سے نکلتے ہوئے مجھے صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (جو اس وقت بچے تھے) ملے۔میں نے السلام علیکم کہہ کر شاید ایک یا دو روپے جیب میں تھے۔جو ان کو بطور نذر پیش کر دیئے اور انہوں نے قبول کر لئے۔اور بڑی خوش تھیں۔حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنھا جیسا کہ حضرت ممدوحہ کی عادت تھی بڑی بے تکلفی سے آپ کے ہاں کبھی کبھی تشریف لے آتیں تو آپ بے حد خوش ہوتیں اور ضرور کچھ نہ کچھ نذر کے طور پر پیش کرتیں اور پھر بہت خوش ہوتیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ برکت بخشی ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت باقاعدگی سے کرتیں اور ان کا معمول تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کی کتاب ''حزب المقبول'' سے دعائیں کرتیں۔اور بڑے درد سے ان دعاؤں کو پڑھتیں۔چنانچہ بچپن میں بچوں نے ان سے سن سن کر دعائیں یاد کر لی تھیں۔آپ کو دُرِّثمین اور کلامِ محمود کی دعائیں بھی ترنم سے پڑھنے کی عادت تھی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شعر

میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رَنجور ہوں　　میری فریادوں کو سُن میں ہوگیا زار و نزار (40)

لفظ ''ہوگیا'' کو ''ہوگئی'' سے بدل کر اپنی تکلیفوں کے وقت پڑھتی تھیں۔۱۹۱۲ء کے قریب کی بات ہوگی کہ دارالعلوم میں صدر انجمن احمدیہ کے کوارٹروں میں رہائش تھی۔آپ کی شدید خواہش تھی کہ ہمارا اپنا مکان ہو۔چنانچہ آپ مغرب کی نماز کے بعد بچوں کو مصلّی پر جمع کر لیتیں اور ہاتھ اٹھوا کر اس مقصود کے پورا ہونے کیلئے دعا کرواتیں۔اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور مکان بلکہ کوٹھی عطاء کی۔

قادیان میں تنگی کے اوقات آپ نے سلیقہ مندی اور کفایت شعاری سے گذارے۔نہایت صابر اور قانع طبیعت پائی تھی۔بڑی عزت اور وضعداری کے ساتھ اپنے کنبہ کو سنبھالے رکھا۔پھر اللہ تعالیٰ نے فراخی دی مگر طبیعت ویسی ہی غریبانہ رہی۔گھر میں شروع ہی سے دودھیل بھینس وغیرہ رکھنے کا شوق تھا۔نہایت ہی سلیقہ سے جانور کو رکھتیں۔بڑی محنت اور صفائی سے سب کام اپنے ہاتھ سے کرنے کی عادت تھی۔قادیان میں اللہ تعالیٰ نے انہیں رکھنے کیلئے اپنے کشادہ مکان دیئے تھے۔جن کے ساتھ باغیچے تھے۔ان کی دیکھ بھال کا انہیں خوب شوق تھا۔

آپ نے اپنی ایک پوتی محترمہ امتہ العزیز سعیدہ صاحبہ کو بیٹی بنا کر اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔یہ جواں سال

ہونہار اور تعلیم یافتہ بچی اپنی شادی کے چند ماہ بعد وفات پا گئی۔ آپ کو خواب میں کسی نے کہا ''انسان کا کیا ہے۔ دو ماہ رہ گئے ہیں'' چنانچہ مرحومہ بچی کی وفات کے پورے ایک سال دس ماہ بعد یعنی جب دو سال ہونے میں دو ماہ باقی تھے۔ آپ کی وفات ہوئی۔ ایک دن شلغم کے سالن سے کھانا کھانے کے بعد دودھ پی لیا۔ جس سے پیٹ میں شدید درد ہوا۔ گیارہ دن فریش رہیں۔ سو نہ سکتی تھیں۔ حرکت قلب میں فرق آ گیا۔ اور آخر ۱۲/۱۳ نومبر ۱۹۵۰ء کی درمیانی شب کو بمقام راولپنڈی جہاں ہجرت کے بعد سے قیام تھا۔ اپنے مولائے حقیقی سے جا ملیں۔ آپ کے خاوند دوسرے روز پہنچ سکے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ۔ اس وقت آپ کی عمر قریباً بہتر (۷۲) سال کی تھی۔ آپ کے پوتے اخویم نصیر احمد صاحب کے ایک اعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ مرحومہ کی وفات ۳ بجے صبح واقع ہوئی تھی۔ (41)

قادیان کی یاد میں آپ یہاں تک بے تاب رہتی تھیں کہ وفات سے آدھ گھنٹہ پہلے انہوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی تھی۔ ''یا اللہ! قادیان لے چل''

آپ کو تابوت میں راولپنڈی میں دفن کر دیا گیا تھا۔ جب جنوری ۱۹۵۲ء میں قاضی عبدالسلام صاحب مشرقی افریقہ سے پاکستان آئے تو تابوت نکلوا کر ربوہ لے گئے۔ اس وقت قاضی عبدالرحیم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وفات پا کر وہاں بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہؓ میں دفن ہو چکے تھے۔ ان کے بالکل پہلو میں مرحومہ محترمہ کی تدفین عمل میں آئی۔ مرحومہ کا دو دفعہ جنازہ راولپنڈی میں پڑھا گیا۔ ایک دفعہ درویشان قادیان نے پڑھا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ یکم دسمبر ۱۹۵۰ء کو بعد نماز جمعہ آپ کا جنازہ غائب کوئی ڈیڑھ ہزار کے مجمع سمیت پڑھا تھا۔ اور بڑی لمبی دعا فرمائی تھی۔ اب ربوہ میں تابوت لانے پر قاضی عبدالسلام صاحب کے عرض کرنے پر حضور نے ازراہ ذرہ نوازی ظہر کی نماز کے بعد مسجد مبارک کے صحن میں جہاں تابوت تھا۔ دوبارہ جنازہ پڑھایا۔ حضور جیسے مطہر و مقدس وجود کی دو دفعہ کی دعائیں یقین ہے کہ آپ کی مغفرت اور رفع درجات کا باعث ہوئی ہوں گی۔

اللّٰھم اغفرلھا وارحمھا وادخلھا فی جنّۃ النعیم. آمین

محترمہ امتہ الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنھا

حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ کے ہاں محترمہ امتہ الرحمٰن صاحبہؓ کی ولادت ۷/ بھادوں سمہ ۱۹۳۵ کو ہوئی۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ قاضی صاحبؓ جب ہجرت کر کے قادیان چلے آئے تو یہ بھی ساتھ تھیں اور ان کو دارالمسیح میں سیدہ حضرت ام المومنینؓ کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کا نام فاطمہ تھا۔ جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تبدیل کر کے امتہ الرحمٰن کر دیا تھا۔ بیان کرتی تھیں کہ حضرت اقدسؑ کے اندرون خانہ بستر وغیرہ کرنے کی ڈیوٹی میرے سپرد ہی تھی۔ اکثر حضورؑ کے بستر پر سے روپے ملتے۔ جونذرو غیرہ کی صورت میں آتے تھے۔ اور حضورؑ کو بھول جاتے تھے۔ وہ میں اٹھا کر حضرت ام المومنینؓ کو دیا کرتی تھی۔ نیز کئی ذوقی باتیں بیان کرتی تھیں۔ جون ۱۹۰۱ء میں اپنی والدہ کے ہمراہ ہجرت کر کے آئیں اور ۵ دسمبر ۱۹۰۴ء کو ان کا نکاح ہوا۔ گویا قریباً ساڑھے تین سال تک دارالمسیح میں قیام اور حضرت اقدسؑ کے ہاں خدمت گذاری کی توفیق پائی۔

حضرت قاضی صاحبؓ کی وفات کے بعد ان کے رشتہ کے متعلق مشورہ کیلئے قاضی عبدالرحیم صاحبؓ نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں ذیل کا عریضہ ارسال کیا۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سیدی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضورؑ نے غلام کی ہمشیرہ امتہ الرحمٰن کے رشتہ کیلئے اپنے رشتہ داروں میں کوشش کرنے کیلئے فرمایا تھا۔ سو عاجز نے مطابق حکم حضورؑ اپنے قبیلہ میں ہر چند کوشش کی ہے۔ کوئی صورت خاطر خواہ میسر نہیں آئی۔ جو خواہاں ہیں وہ حضور کے مخالف ہیں۔ مخالفوں سے تعلق قائم کرنا پسند نہیں۔ عاجز کی گزارش ہے کہ اس معاملہ کو زیادہ ملتوی نہ رکھا جائے۔ حضورؑ جس جگہ مناسب سمجھیں تجویز فرما دیں۔ عاجز کو کل جناب نواب (محمد علی خان۔ ناقل) صاحب نے بھی جلدی کرنے کی تاکید کی ہے اور دیر کو بہت مکروہ خیال کیا ہے۔ چند آدمیوں کا انہوں نے نام بھی لیا ہے اور ان کی شرافت کی بہت تعریف کی ہے۔ ان میں سے ایک اخویم احمد نور کابلی بھی ہیں۔ احمد نور صاحب کی طرف کبھی کبھی والد صاحب مرحوم بھی خیال کیا کرتے تھے۔ مگر محض للہ۔ حضور جیسا مناسب جانیں اور جہاں بہتر سمجھیں تجویز کر دیں۔ مگر جلدی

فیصلہ ہونا ضروری ہے۔ عاجز کا اور ہمشیرہ امتہ الرحمان کا اس بات پر کامل ایمان ہے کہ حضور کے فیصلہ میں نور اور برکت ہوگی۔

والسلام

حضور کی جوتیوں کا غلام

عبدالرحیم ولد قاضی ضیاء الدین صاحب مرحوم

مورخہ ۳۰ جولائی *

اس خط کی پشت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دست مبارک سے مندرجہ ذیل جواب رقم فرمایا: ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امتہ الرحمٰن کے معاملہ میں مجھے بہت حیرت ہے۔ کوئی صورت خاطر خواہ ظاہر نہیں ہوئی۔ احمد نور نیک بخت آدمی ہے۔ بہت مخلص ہے۔ مگر وہ پردیسی ہے۔ زبان پنجابی اور اردو سے محض ناواقف ہے۔ اس صورت میں اصولِ معاشرت میں پہلے ہی یہ نقص ہے کہ ایک دوسرے کی زبان سے ناواقف ہیں۔ پھر وہ عنقریب ایک لمبے سفر کیلئے جاتا ہے جو خطرناک زمین کابل کا سفر ہے۔ معلوم نہیں کہ کیا ہو۔ میں نے کئی جگہ کہہ دیا ہے۔ اپنے اختیار میں نہیں۔ ایسی جلدی نہیں چاہئے۔ جس میں اور فساد پیدا ہو۔

والسلام

مرزا غلام احمد عفی عنہ''**(42)

بالآخر آپ کا نکاح منشی مہتاب علی صاحب سیّاح جالندھری سے ۵ دسمبر ۱۹۰۴ء کو ہوا۔ یہ وہی منشی صاحب تھے۔ جن سے مشہور معاند قاضی ظفر الدین پروفیسر کے بیٹے فیض اللہ خان نے مباہلہ کیا تھا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے ہلاک ہونے کا مفصّل ذکر حقیقۃ الوحی میں کیا ہے۔ جو آئندہ اوراق میں درج ہو رہا ہے۔ (حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ کی ڈائری کے مطابق منشی صاحب کا وطن موضع اُوگی۔ ڈاک خانہ خاص ضلع جالندھر تھا) حضرت ام المومنینؓ نے ہی اپنی بیٹیوں کی طرح محترمہ موصوفہ کی شادی کر کے انہیں رخصت فرمایا تھا۔ سناتی تھیں کہ جب میں رخصت ہونے لگی تو حضرت اماں جانؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے جیسا کہ

---

* یہ مکتوب ۱۹۰۴ء کا ہے۔ کیونکہ اس سن میں حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ فوت ہوئے۔ اور پھر اسی سن میں محترمہ امتہ الرحمٰن صاحبہؓ کی شادی بھی ہوئی۔

** مکتوبات احمد یہ جلد ہفتم حصہ اول میں خاکسار نے اس کو مع بلاک شائع کیا ہے۔

لاڈ سے اپنے آقا سے کوئی کام کرانا ہوتا ہے ضدّ کرتے ہوئے کہنا شروع کیا کہ اب کیا ہوگا۔امتہ الرحمٰن تو جاتی ہے تو حضرت اقدسؑ نے فرمایا فکر کی بات نہیں۔ہم اس کا مکلاوا لمبا کر دیں گے۔یعنی جب واپس آئے گی تو زیادہ دیر تک ٹھہرا لیں گے۔

آپ کے خاوند ٹِک کر کوئی کام نہیں کر سکتے تھے۔ابتدائے خلافت ثانیہ میں ان کے دماغ میں خلل آ گیا تھا اور ۱۹۳۰ء میں وہ فوت ہو گئے۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے مشورہ سے اور حضور کے ارشاد کی برکت سے آپ نے لاہور میو ہسپتال میں داخل ہو کر مڈوائیف کا امتحان پاس کیا۔اور قادیان سے ہجرت تک متواتر خدمت خلق کی توفیق پائی۔ان کے ہاتھ میں شفا تھی۔بے شمار قریب الموت عورتیں ان کے ہاتھوں بچ گئیں۔جان بچانے کی خاطر گند اور تعفّن وغیرہ کی ہرگز پرواہ نہ کرتی تھیں اور ساتھ دعائیں کرتیں اور جو بہت ہی نازک حالت ہوتی تو یوں دعا کرتیں کہ اے خدا! یہ ہاتھ تیرے مسیحؑ کو لگے ہوئے ہیں۔تو اپنے پیارے کی برکت کے طفیل اس کو شفا دے دے۔بے شمار ایسے واقعات سناتی تھیں کہ جن میں بالکل مایوسی کی حالت والے مریض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت کے طفیل اللہ تعالیٰ نے بچا دیئے۔اس ہُنر کے باعث متعدّد بار آپ کو دار خلافت میں خدمت کے مواقع میسّر آئے۔بالخصوص حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ کے ہر موقعہ پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو خدمت کا شرف حاصل ہوتا رہا۔

آپ بہت عرصہ اپنی ملازمت کے سلسلہ میں بھیرہ کے شفاخانہ میں مقیم رہیں۔وہاں بعض دفعہ افسروں سے جو متعصب غیر مسلم ڈاکٹر ہوتے واسطہ پڑتا۔آپ کا انحصار اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کر کے اس کی مدد حاصل کرنے پر ہوتا۔اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ ان کی نصرت فرماتا۔نہایت ہی خلیق تھیں۔دوسروں کی تکلیف میں ہمدردی سے ان کا دل پگھل جاتا تھا۔اور مصیبت زدہ کی مدد کیلئے مردانہ وار اُٹھ کھڑی ہوتی تھیں۔قاضی عبدالرحیم صاحبؓ کی یکم نومبر ۱۹۰۰ء کی ڈائری سے معلوم ہوتا ہے کہ مرحومہ نڈر اور دلیر طبع تھیں۔وہ تحریر فرماتے ہیں:

> ''آج یہ عاجز گھر (قاضی کوٹ) گیا۔والد صاحب قادیان گئے تھے۔گھر میں صرف والدہ بشیر احمد اور میری بہن فاطمہ بی بی تھیں۔چوروں نے گھر میں نقب لگائی اور قدم اندر رکھنے نہ پائے تھے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کو جاگ آ گئی اور ہمشیرہ صاحبہ نے بڑی بہادری اور جرأت سے کام لیا۔(انہوں نے چھت کے اوپر جا کر شور مچایا تھا۔ناقل) اور چور ناکام بھاگ گئے۔''

تبلیغ کا انہیں جنون تھا۔حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کی ''جھوک مہدی والی'' اور

مولوی دلپذیر صاحبؓ بھیروی کی پنجابی کی تبلیغی نظمیں عورتوں کو سنا سنا کر سمجھاتیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان میں تاثیر بھی رکھی تھی۔ بہت سی عورتیں ان کے ذریعہ احمدی ہوئیں۔ مشرقی افریقہ میں اپنی بیٹی (اہلیہ محترم قاضی عبدالسلام صاحب) کی ملاقات کے لئے تین بار گئیں۔ نیروبی میں دو احمدی مخلص دوستوں کی بیٹیاں احمدی نہ تھیں۔ بلکہ کسی صورت میں احمدیت قبول نہ کرتی تھیں۔ وہ مرحومہ کی تبلیغ سے احمدی ہو گئیں۔

ان کی دعائیں قبول ہوتی تھیں۔ ایک دفعہ موضع جنڈیالہ (ضلع گوجرانوالہ) میں برادری میں سے ایک رشتہ دار عظیم خاں کی ملاقات کیلئے گئیں۔ تبلیغی گفتگو شروع ہوگئی۔ رات کا وقت تھا۔ اور بادل اُمڈے ہوئے تھے۔ موسم سرما تھا۔ اور بارشیں ہوتی تھیں۔ عظیم خان نے تبلیغ سے تنگ آ کر کہا کہ اخبار میں موسم کی خبروں میں مَیں نے پڑھا ہے کہ کل بارش ہوگی۔ میں کہتا ہوں کہ اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو کل بارش نہ ہو۔ اگر ایسا ہو گیا تو میں احمدی ہو جاؤں گا۔ آپ نے کہا منظور ہے۔ گھر کے سب لوگ تو لحاف اوڑھ کر سو گئے۔ لیکن آپ نے چارپائی پر ہی نوافل اور دعائیں شروع کر دیں۔ بہت رات گذر گئی تو سوئیں۔ صبح ہوئی تو عظیم خاں کی بیوی بولی۔ خاں صاحب اٹھیئے۔ باہر نکل کر تو دیکھیئے آسمان پر تارے نکلے ہوئے ہیں۔ اور بادل کا نام ونشان نہیں۔ عظیم خاں سخت شرمندہ ہوا۔ لحاف میں سے نہ نکلتا تھا۔ مگر بدقسمتی سمجھیئے کہ منہ مانگا نشان دیکھ کر بھی فائدہ نہ اٹھایا اور ٹال مٹول کر گیا۔

استخارہ کے لئے بھی احباب ان کو کہتے تھے۔ ۱۹۳۶ء یا ۱۹۳۷ء کی بات ہے کہ آپ کے برادرزادہ قاضی مبارک احمد صاحب (حال سٹیشن ماسٹر مشرقی افریقہ) نے قادیان میں درخواست کی کہ میرے افریقہ میں ملازم ہونے کیلئے دعا کریں۔ ان دنوں ملازمتیں نہیں ملتی تھیں۔ اور مشرقی افریقہ میں بہت ہی قحط سالی والی حالت تھی۔ آپ کو دعا کرنے پر اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ایک ڈبیہ عزیز کیلئے آئی ہے۔ عزیز کے خُسر ڈاکٹر عمر الدین صاحب رضی اللہ عنہٗ (جو صحابی تھے) مشرقی افریقہ میں میڈیکل ڈیپارٹمنٹ میں ملازم تھے۔ دوسرے یا تیسرے روز ان کا تار عزیز کو آیا کہ آپ کیلئے ریلوے میں ملازمت کا انتظام ہو گیا ہے۔ چلے آؤ۔ ڈبیہ سے مراد تار تھی۔ جو لفافہ میں بند موصول ہوتی ہے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ ہے کہ مرحومہ نے اپنی نواسی محترمہ امتہ الحمید صاحبہ کو قادیان میں اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔ وہ جگر کی خرابی سے بیمار ہو گئیں۔ فکر مند ہوئیں تو مرحومہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پنجابی میں بتایا گیا کہ ''ریوند دے سو۔ چنگی ہندی اے''، یعنی اسے ریوند کا استعمال کراؤ۔ یہ اچھی ہوتی ہے۔ مرحومہ اسے بڑے مزے لے کر بیان کرتیں کہ ''چنگی ہُندی اے'' کو نہایت ہی لمبا کر کے ادا کیا گیا تھا۔ چنانچہ وہ اس علاج سے بالکل تندرست ہو گئیں۔

حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری نے بیان فرمایا کہ ''جن دنوں حضرت میر محمد اسحٰق

صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناظر ضیافت تھے۔ ان ایام میں ایک دفعہ میں سخت بیمار ہو گیا تو ایک خاتون میرے کمرہ کے باہر آئیں اور دروازہ کھٹکھٹایا اور السلام علیکم کہا۔ میں نے جواب دیا۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا آپ ہی حافظ مختار احمد ہیں۔ میں نے کہا جی ہوں تو میں ہی۔ پھر انہوں نے دریافت کیا کہ کیا آپ شاہجہانپور کے رہنے والے ہیں۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ انہوں نے کہا میں نے بھائی جی سے سنا تھا کہ آپ علیل ہیں۔ اس لئے میں حال پوچھنے کو آئی ہوں۔ میں نے شکرادا یہ کیا اور کہا کہ آپ نے اتنی تکلیف کیوں کی۔ بھائی صاحب سے ہی میرے متعلق دریافت کر لیتیں۔ کہنے لگیں کہ پوچھا تو تھا مگر تسلی نہ ہوتی تھی۔ میں نے خیال کیا کہ خود دریافت کر آؤں۔ اور کہنے لگیں کہ کیا آپ کو علم ہے کہ ہمارے خاندان کے ساتھ آپ کے کتنے پرانے تعلقات ہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے ایک قصیدہ لکھا تھا۔ جو میرے والد صاحب مرحوم کو بہت پسند آیا تھا۔ اور انہوں نے ہمیں وہ زبانی حفظ کرایا تھا۔ اور یہ کہہ کر اس کے چند شعر بھی پڑھ دیئے۔ (یہ قصیدہ غالباً ۱۸۹۸ء میں الحکم میں شائع ہوا تھا۔) تب سے آپ سے عقیدت تھی اور اسی وجہ سے میں خود دریافت حال کے لئے آ گئی ہوں۔''

یہ خاتون محترمہ امتہ الرحمٰن صاحبہ تھیں۔ حافظ صاحب نے فرمایا کہ ہم پُرانوں کے آپس کے تعلقات بہت گہرے تھے اور چونکہ ہم ایک ہی شخص کے ہاتھ پر بکے ہوئے تھے۔ اس لئے اس ہستی کی محبت ہمیں مجبور کرتی ہے کہ جو ہمارے محبوب کو ہماری طرح جاننے والا ہے۔ اس سے بھی تعلق اخوت و برادری استوار رہے۔

آپ موصیہ تھیں۔ اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کی انہیں بے حد تڑپ تھی۔ اپنے پاس وہ ہر وقت ایک سو روپیہ نقد رکھتی تھیں۔ تا کہ اگر وفات قادیان سے باہر ہو جائے تو نعش کو قادیان پہنچانے کے کام آئے۔ تقسیم ملک کے وقت وہ مقامی امیر صاحب کے زور دینے پر قادیان سے نکلی تھیں اور نہایت ہی بادل ناخواستہ نکلی تھیں۔ دراصل ان ایّام میں ان کی کمزور صحت کی نگہداشت کے لئے کوئی صورت انتظام کی نہ میسر تھی۔ وہ تو مصّر تھیں کہ قادیان میں ہی ٹھہری رہیں۔ اور شاید قادیان ہی کی جدائی کا صدمہ تھا کہ لاہور پہنچتے ہی فریش ہو گئیں اور رتن باغ جو ہجرت کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی قیام گاہ اور صدر انجمن احمدیہ کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ وہیں اپنے بھائی قاضی محمد عبداللہ صاحب کے ساتھ آپ کا قیام تھا۔ وہاں ۱۹۴۷ء میں ہی ۱۱، ۱۲ دسمبر کی درمیانی شب کو بعمر سوا انتہر سال آپ عالم جاوداں کو سدھار گئیں۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ ۱۱/ دسمبر کو اپنا وعدہ تحریک جدید یکمشت ادا

کرنے کیلئے زور دیا۔ جو فی الفور ادا کر دیا گیا تھا۔

قاضی عبدالسلام صاحب کے ہمشیرہ زاد لئیق احمد صاحب سناتے ہیں کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ میں ان کی عیادت کو جانے والا تھا۔ جنازہ تیار ہونے پر اطلاع دی جائے۔ میں خود جنازہ پڑھاؤں گا۔ چنانچہ حضور ہی نے جنازہ پڑھایا۔اور مرحومہ کو امانتاً لاہور میں دفن کر دیا گیا۔ ۱۹۵۸ء میں قاضی عبدالسلام صاحب پاکستان آئے تو قبر کھدوا کر نئے صندوق میں ڈال کر لے گئے۔ جہاں اپنے والدین کے قرب میں قطعہ صحابہؓ بہشتی مقبرہ ربوہ میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ **اللّھم اغفرلھا وارحمھا و ادخلھا برحمتک فی جنّة النّعیم۔** آمین۔

حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب

آپ کی تاریخ ولادت ۹ نومبر ۱۸۸۶ء ہے۔اس کا اندراج روزنامچہ میں کرتے ہوئے آپ کے والد ماجدؓ نے آپ کا نام ''عبدالعزیز یعنی عبداللہ'' رقم فرمایا ہے۔اور فارسی زبان میں نوٹ دیا ہے کہ اگرچہ بلحاظ حدیث طبرانی ''اذا سَمَّیتُم فَعَبِّدُوْا وحدیث ابن مسعودؓ احب الناس الی اللّٰہ ما تعبدبہٖ ''میں نے اپنے اس عزیز کا نام ''عبدالعزیز'' مقرر کیا تھا۔لیکن اس کے بعد میرے نام نواب بھوپال کی طرف سے کتاب سراج الوھاج شرح تلخیص مسلم پہنچی۔جس کو میں نے پڑھا اور اس میں باب احبّ اسماء کم الی اللہ عبداللہ و عبدالرحمٰن'' پس میں نے اپنے عزیز کا نام عبدالعزیز سے بدل کر عبداللہ کر دیا۔اور اس تبدیلی کا موجب چار امور ہیں۔اول یہ کہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں وہ دو حدیثیں جو میں نے ابتداء میں لکھی ہیں۔ان کو ضعیف کہا ہے اور جو تیسری حدیث میں نے درج کی ہے۔وہ اصح الصحیح مسلم میں سے ہے۔اس لئے جیسا کہ طریق محدثین علماء کا ہے کہ ضعیف پر قوی کو ترجیح دو۔میں نے مسلم کی حدیث کو ترجیح دی ہے۔دوسرا امر یہ ہے کہ قرآن مجید میں سوائے ''اللّٰہ''اور''رحمٰن'' کے اور کسی اسم الٰہی کو بندہ کے ساتھ اضافت نہیں دی گئی۔جیسا کہ فرمایا''لِمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰہِ یَدْعُوْہُ'' اور فرمایا''وَعِبَادُالرَّحْمٰنِ ''اور یہ بھی فرمایا کہ ''قِلُ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنِ.''اور تیسرا امر یہ ہے کہ ''جناب نبوت صلعم'' کا ایک طریق یہ بھی تھا کہ تغیر و تبدّل اسماء بطرف احسن فرماتے۔اور میں امیدوار ہوں کہ یہ تبدیلی نام کی کر کے اس ذات کامل الصفات متبوع جملہ مخلوقات کی اتباع حاصل کرونگا۔اور چوتھا امر یہ کہ جناب عبداللہ غزنویؒ جو میرے پیر طریقت ہیں۔انہوں نے مجھ راقم آثم کا نام بدل کر عبدالرحمٰن فرمایا تھا۔ پس میں نے چاہا کہ میں اس ''ولد سعید'' کا نام عبداللہ رکھ دوں۔

۳۱۳ صحابہ میں شمولیت بیعت و زیارت:

چونکہ بوقت آغاز بیعت (اواخر مارچ ۱۸۸۹ء) آپ صرف دو سال ساڑھے چار ماہ کی عمر کے بچے تھے۔اس لئے الگ بیعت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔آپ کے والد ماجدؓ کی بیعت میں ہی آپ کی بیعت بھی ہوگئی بلکہ آپ کو اور آپ کے برادر اکبر قاضی عبدالرحیم صاحبؓ کو والد بزرگوار کے باعث ہی ۳۱۳ صحابہ میں جن کے اسماء ضمیمہ انجام آتھم (تصنیف ۱۸۹۶ء جنوری ۱۸۹۷ء) میں درج ہیں۔شمولیت کا شرف حاصل ہوا۔اس وقت آپ کی عمر کم وبیش دس برس کی تھی۔گو آپ کو پہلی بار ۲۹/ مارچ ۱۹۰۰ء کو زیارت حضرت اقدس کا موقعہ حاصل ہوا۔ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔آپ کا نام وہاں یوں مرقوم ہے۔

''۲۸۱۔قاضی عبداللہ صاحب قاضی کوٹ''

آپ بیان کرتے ہیں کہ :

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شرف ملاقات پہلی بار جمعۃ المبارک کے روز مسجد اقصیٰ میں بتاریخ ۲۹ مارچ ۱۹۰۰ء ہوا۔ جب کہ خاکسار اپنے والد ماجد صاحب مرحوم کے ساتھ بٹالہ سے پیدل چلتے ہوئے قادیان جمعہ کے وقت پہنچا تھا۔''

آپ اپنے تئیں ہمیشہ احمدیت سے وابستہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ کا بیان ہے کہ :

''مجھے یاد ہے جب عبداللہ آتھم کی پیشگوئی کے بارہ میں ہمارے گاؤں کوٹ قاضی میں بہت چرچا تھا اور مخالفین جب یہ شور مچاتے کہ آتھم نہیں مرا تو اس وقت ہم سب کو تیر بہدف بناتے تھے۔ (اس وعیدی پیشگوئی کی معیاد ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تک تھی اور وہ عبداللہ آتھم کے رجوع کے باعث ٹل گئی تھی۔ مؤلف) نیز جب ہمارے گاؤں کوٹ قاضی میں مولوی بوپڑی اور عبدالحق غزنوی آئے اور (دسمبر ۱۸۹۴ء میں۔ مؤلف) مباحثہ کیا تھا۔ اس وقت خاکسار ہی اپنے والد صاحب مرحوم کی طرف سے مخالف مولویوں کو پیغام حق پہنچاتا تھا۔ اور سلسلہ عالیہ میں شمار کیا جاتا تھا۔ لیکن شروع میں براہ راست بیعت کرنے کا سن مجھے معلوم نہیں۔''

قادیان کے مدرسہ میں داخلہ :

جب والد ماجدؓ آپ کو مارچ ۱۹۰۰ء میں قادیان لائے تھے تو مدرسہ تعلیم الاسلام کی چھٹی جماعت میں آپ کو داخل کرا دیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں وظیفہ کے باعث منتظمہ کمیٹی نے یہ عہد لینا چاہا کہ تعلیم ان کی منشاء کے مطابق دی جائے گی۔ اس بارہ میں حضرت قاضی صاحب نے منتظمہ کمیٹی کو ذیل کی چٹھی لکھی تھی :

''عرضداشت بحضور کمیٹی منتظمان مدرسہ تعلیم الاسلام۔ قادیان

امّا بعد جناب عالی گذارش التماس کمترین فدویان کی یہ ہے کہ میں اپنے بیٹے محمد عبداللہ کو بغرض تعلیم مدرسہ تعلیم الاسلام میں داخل کرتا ہوں اور اپنی طرف سے عہد کرتا ہوں کہ اس کی تعلیم حضرات کمیٹی کی منشاء کے موافق و مطابق رکھی جائے گی۔ میری طرف سے کسی طرح کا خلاف و انحراف نہ ہوگا۔ اور فی الواقع خلاف ہو بھی کیوں۔ جبکہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ کمیٹی مذکور پختہ جماعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہے۔ پھر کیا اپنی جماعت کے غرباء کے لڑکوں کی نسبت مضمون فیض مشحون آیت ''رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً وَّ فِی الۡاٰخِرَةِ

حَسَنَةً وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ *'' کے موافق دونوں جہانوں کی بھلائی کا خیال مدنظر نہ رکھیں گے۔ کیوں نہیں؟ ضرور رکھیں گے۔

سپردم بتومایۂ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

مسکین قاضی ضیاءالدین عفی عنہ ۹ جنوری ۱۹۰۱ء''

قاضی صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

''انجمن سے مجھے تین روپے وظیفہ ملتا تھا۔ جس میں سب اخراجات برداشت کرنے ہوتے تھے۔ کھانا میں گھر میں کھاتا تھا۔ والد ماجد کے ۱۵/مئی ۱۹۰۴ء کو انتقال ہونے کا حضرت اقدسؑ کو گورداسپور علم ہوا۔ تو حضورؑ نے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کو فرمایا کہ میاں نجم الدین صاحبؓ انچارج لنگر خانہ کو لکھا جائے کہ قاضی ضیاء الدین صاحبؓ کے بعد ان کے لڑکے قاضی عبداللہ صاحب کا کھانا لنگر سے جاری کیا جائے اور کبھی بند نہ کیا جائے۔ یہ حکم نامہ بطور تبرک میرے پاس لمبے عرصہ تک رہا۔ کئی دوستوں نے اسے دیکھا افسوس ہے کہ قادیان سے (۱۹۴۷ء کی ہجرت کے موقعہ پر) آتے ہوئے یہ غائب ہوگیا۔ جس کا مجھے بے حد رنج ہے۔ میں سمجھتا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے قدیمی مخلص کی وفات پر اس کے بیٹے کیلئے ہمیشہ کیلئے انتظام فرمادیا تا کہ وہ عہد پورے طور پر پورا ہوجائے۔ جو حضور علیہ السلام نے اپنے خط میں ہجرت کی اجازت دیتے ہوئے تحریر فرمایا تھا۔''

آپ کی اہلی زندگی:

آپ کے رشتہ کیلئے مندرجہ ذیل خط کے ذریعہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے نے سید عزیز الرحمٰن صاحب رضی اللہ عنہ کو تحریک کی تھی۔ سید صاحب ایک بہت ہی بزرگ انسان تھے اور سلسلہ کیلئے انہوں نے بہت قربانی کی تھی۔

''مکرمی اخویم سید عزیز الرحمٰن صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ قاضی عبداللہ ہمارے ایک نوجوان دوست ہیں جو اس سلسلہ کے ایک بڑے مخلص قاضی ضیاء الدین صاحب مرحوم کے لڑکے ہیں۔ ان کے زیادہ حالات لکھنے کی مجھے ضرورت نہیں۔ کیونکہ غالباً آپ کو بھی کچھ معلوم ہوگا۔ اور زیادہ ضرورت ہو تو

*'' سورۃ البقرہ - آیت ۲۰۲

معلوم ہوسکتا ہے۔لیکن اس میں شک نہیں کہ جہاں تک ظاہر حالات ان کے دیکھے گئے ہیں۔(اور وہ ایک مدت سے یہاں رہنے والے ہیں) ان کی طبیعت میں بڑی سعادت اوررُشد پایا گیا ہےاوروہ ایک شریف اورصالح نوجوان ہیں۔واللّٰہ حسیبہ قادیان کو انہوں نے باہر کی ملازمت پر ترجیح دے کر اختیار کیا ہے۔ باہران کواس وقت یہاں سے اچھی ملازمت اور بہت کچھ ترقی کی امیدیں ملتی تھیں۔مگر انہوں نے ایک قلیل تنخواہ پر اسی جگہ رہنے کوترجیح دی ہے۔آپ نے جس ہمت اور مردانگی کے ساتھ اپنی قوم سے قطع تعلق کر کے پہلے اس نئی قوم میں تعلق پیدا کیا ہے۔اسی کی بناء پر میں یہ درخواست قاضی صاحب موصوف کی طرف سے آپ کی خدمت میں دوسری لڑکی کے رشتہ کے لئے کرتا ہوں۔چونکہ والدین کوان معاملات میں بہت احتیاط سے اورغور وفکر کے بعد کام لینا پڑتا ہے۔اس لئے میں یہ بھی ساتھ ہی عرض کرتا ہوں کہ آپ بطورخود بھی ان کے حالات دریافت فرمالیں۔اور اس معاملہ میں بڑی آزادی کے ساتھ کام کریں۔میری طرف سے محض یہ درخواست ہے۔ کیونکہ قاضی صاحب کے نہ تو والد صاحب زندہ ہیں اور نہ ہی ان کے بڑے بھائی صاحب اس جگہ ہیں۔اورانہوں نے اس جگہ ہمارے بچوں کی طرح پرورش پائی ہے۔اس لئے میں ہی یہ درخواست بھی آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔البتہ اتنا اورعرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب سے بھی اس کا تذکرہ آیا تھا۔وہ بھی میری طرح اس تعلق کواگرآپ اسے منظورفرماویں۔فریقین کیلئے بہت مبارک سمجھتے ہیں۔

''ایک بات اور ہے۔حضرت اقدس ان معاملات میں حکماً کارروائی نہیں کرتے۔ہاں اگر پہلے فریقین کی رضامندی ہوجاوے تو پھر معاملہ حضور کی خدمت میں پیش کرنا مناسب ہوگا۔اگرآپ بطورخودحضرت اقدسؑ سے اجازت حاصل کرنا چاہیں توآپ کو ہرطرح سے اختیار ہے۔ورنہ آپ کی رضامندی کی اطلاع ہونے پرمَیں حضورؑ کی خدمت میں عرض کردوں گا۔اور جو کچھ حضورؑ کاارشاد ہوگا اس سے آپ کواطلاع دے دوں گا۔والسلام

خاکسار محمد علی از قادیان ۱۰فروری ۷۰۶ء''

قاضی صاحب بیان کرتے ہیں کہ :

''خاکسار کی اہلیہ اوّل کا نام کلثوم بانو بنت سید عزیز الرحمٰن صاحبؓ ہے۔محترم سید صاحب

مع اہل وعیال بریلی (یو پی) سے ہجرت کر کے قادیان آ گئے تھے۔ جب کہ ان کی بڑی صاحبزادی عائشہ بانو صاحبہ کی شادی ہمارے مکرم ماسٹر عبدالرحیم صاحب نیرؓ سے ہو چکی تھی۔ پھر انہوں نے شروع فروری ۱۹۰۸ء میں اپنی دوسری لڑکی کلثوم بانو کا نکاح خاکسار سے کر دینے کی خواہش کا اظہار جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا تو حضور انور علیہ السلام نے پسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے میرے متعلق فرمایا کہ

''بظاہر صالح نوجوان ہے''

سو فروری ۱۹۰۸ء میں حضرت مولانا مولوی نورالدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد اقصیٰ میں اعلان فرمایا۔ **الحمد للّٰہ** ۔(43) یہ بی بی صحابیہ ہیں۔ بڑی نیک اور پارسا تھیں۔ مگر دماغی عارضہ میں مبتلا ہو گئیں۔ ان کی آہ وزاری کو سُن کر ہمارے وہاب مولا کریم نے اپنے خاص فضل اور رحم سے ۱۵ فروری ۱۹۲۸ء کو ان کے بطن سے خاکسار کو امتہ الوہاب نام بیٹی عطا کی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

''خاکسار کی اہلیہ ثانی کا نام امتہ الرشید بنت ڈاکٹر عطاء محمد خاں صاحب مرحوم سکنہ موضع کھرل ضلع ہوشیار پور ہے۔ ۱۹۲۷ء میں شادی ہوئی تھی۔ ان سے کوئی اولاد نہیں۔ یہ صحابیہ نہیں۔ نہ ان کے والد مرحوم صحابی تھے۔ البتہ ان کی والدہ (میری ساس) نواب بی بی ہمشیرہ چوہدری محمد اسماعیل صاحب نمبردار موضع بگول ضلع گورداسپور بہت مخلص صحابیہ ہیں۔ چوہدری محمد اسماعیل صاحب مرحوم اپنی ہمشیرہ کے ساتھ اکثر قادیان آیا کرتے تھے۔ نمبردار صاحب کے گاؤں بگول کا اکثر حصہ احمدی جماعت میں شامل تھا۔ مولوی ناصرالدین عبداللہ صاحب مرحوم فاضل سنسکرت (پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان) جنہوں نے بنارس جا کر سنسکرت کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ چوہدری صاحب کے ہی بھتیجے تھے۔''

خلافت ثانیہ کی اوّلین شوریٰ:

قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے کہ یہ دونوں بھائی خلافت ثانیہ کے قیام پر اپنے ایمانوں کو سلامت رکھتے ہوئے ہر فتنہ سے بفضلہٖ تعالیٰ محفوظ رہے اور اولین شوریٰ میں جو نظام جماعت کے استحکام کیلئے طلب کی گئی تھی۔ شامل ہوئے۔

خدمات سلسلہ

خدمت بسلسلہ لنگر خانہ:

قادیان کے قیام کے عرصہ میں دیگر اعلیٰ کارکنان کی طرح آپ کو ہمیشہ ہی جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ذمہ داری کا کام سونپا جاتا تھا۔ مثلاً ۱۹۲۰ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور محترم چوہدری غلام محمد صاحب بی اے (بعدہ مینجر نصرت گرلز سکول) کے ہمراہ دارالعلوم کی نظامت میں عام نگرانی آپ کے سپرد کی گئی۔ (44) اور ۱۹۴۲ء میں جلسہ سالانہ پر ناظم سپلائی وسٹور کا عہدہ آپ کے سپرد رہا۔ (45)۔

یہ حوالہ بطور مثال لکھا ہے ورنہ قاضی صاحب ناظر ضیافت کیعہدہ پر سالہا سال تک متعیّن رہے۔ یہ عہدہ نہایت اہم تھا۔ اور قریباً سارا سال اس کا کام جاری رہتا ہے۔ جلسہ سالانہ کے اختتام پر اس کا سامان محفوظ کرنا۔ حسابات کی تکمیل۔ پڑتال۔ نئے جلسہ سالانہ کیلئے فصلوں کے موقعہ پر اجناس کی خرید۔ ایندھن وغیرہ کی فراہمی۔ باورچیوں اور نان پزوں کا انتظام۔ غرضیکہ قیام وطعام کیلئے جملہ سامان کی فراہمی کا کام ناظم سپلائی وسٹور کے سپرد ہوتا ہے۔ اور انتظامات جلسہ سالانہ میں سب سے کٹھن کام یہی ہے۔

۱۹۴۴ء میں حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال پر قاضی صاحب ناظر ضیافت کے عہدہ پر متعیّن ہوئے اور سالہا سال تک اس خدمت کو سرانجام دیتے ہوئے بعد ہجرت بطرف پاکستان بوجہ بڑھاپے کے کام سے فارغ ہوئے۔

علاقہ ملکانہ میں تبلیغ:

۱۹۲۳ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ایک خاص خطرہ سے آگاہ کیا۔ وہ یہ کہ آریہ سماجی سولہ سال سے خفیہ رنگ میں یہ کوشش کررہے تھے کہ ایسی اقوام جن میں اسلام برائے نام ہے ان کو مختلف تدابیر سے اسلام سے برگشتہ کرکے ہندو بنالیا جائے۔ اس وقت ایک کروڑ ایسے مسلمان تھے۔ جن کا ایک حصہ ملکانہ کہلاتا تھا اور یوپی کے اضلاع آگرہ۔ علی گڑھ۔ فرخ آباد متھرا وغیرہ میں آباد تھا۔ یہ لوگ راجپوت تھے۔ اور ساڑھے چار لاکھ کی ان کی تعداد تھی۔ مسلمانوں کی غفلت کے باعث ان میں اسلام نہیں رچا تھا۔ اسلامی رسوم کے ساتھ چوٹیاں بھی رکھتے تھے۔ گھروں میں بُت رکھتے اور ان پر نذریں چڑھاتے۔ اور مُردوں کو جلاتے بھی تھے۔ نکاح پنڈتوں سے بھی پڑھوالیتے تھے۔ پنڈت نہرو نے (جواب بھارت کے وزیراعظم ہیں) اس وقت شدھی اور سنگھٹن کی اس تحریک کے بارہ میں یہ بتایا تھا کہ اس کی تہہ میں سیاسی امور کارفرما ہیں اور انہوں نے بجا

فرمایا تھا۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

''میرا خیال درجہ یقین کو پہنچ گیا تھا کہ اس تحریک کی غرض ومنشا محض سیاسی ہے۔اس لئے میں اس تحریک سے اتفاق نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کا نتیجہ ایک اور محض ایک ہے۔اور وہ یہ کہ یہ تحریک ہندوستان کی تمام قوتوں اور جماعتوں کی بربادی وتباہی کا باعث ہوگی۔''(46)

حضور نے شدھی کے انسداد کے لئے نظارت تالیف واشاعت کے ماتحت ایک صیغہ ''انسداد ارتداد'' قائم کیا۔جس کے ناظر ونائب ناظر ومددگار علی الترتیب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب' حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحب مقرر ہوئے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت میں یہ تحریک کی کہ احباب تین تین ماہ کیلئے اپنے اپنے خرچ پر وہاں جائیں۔ جماعت ان پر ایک پیسہ بھی خرچ نہ کریگی۔ البتہ دیگر اخراجات کیلئے جماعت سے روپیہ فراہم کیا گیا۔ میدان جہاد میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب۔ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب اور حضرت عرفانی صاحبؓ وغیرھم جیسی ہستیاں تشریف لے گئیں۔

دفتری اوقات کے علاوہ حضور رات کے گیارہ گیارہ بجے تک مشورے فرماتے اور ہدایات جاری فرماتے۔بعض دفعہ چند گھنٹوں میں مجاہدین تیار کر کے بھجوا دیئے جاتے۔اور حضور ان کو الوداع کہنے کیلئے بٹالہ کی سڑک کے موڑ تک تشریف لے جاتے۔اسلام کے دور اول کے خلافت اولیٰ اور ثانیہ کے جہاد کے سے جوش کے نظارے نظر آتے تھے۔اور جماعت میں تبلیغی جہاد کیلئے حیرت انگیز ولولہ تھا۔قیام وطعام کی تکالیف کے علاوہ اپنوں اور اغیار کی طرف سے دی گئیں تکالیف مجاہدین نے برداشت کیں۔ چنانچہ جماعت احرار وغیرہ کو بھی جماعت احمدیہ کا یہ تبلیغی جہاد تسلیم کئے بغیر چارہ نہ رہا۔

۱۹۲۴ء میں اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے۔اغیار پر بھی دھاک بیٹھ گئی۔ جماعت کی ایک خاص شان نظر آئی جس میں تبلیغی اور تنظیمی قابلیتوں کے مظاہرہ کے علاوہ فدائیت۔ جان نثاری قربانی کے ایمان افزا مناظر دیکھنے میں آئے۔خواتین بھی قربانی میں مردوں سے پیچھے نہیں رہیں۔بعض نے باوجود غربت کے اپنا سارا زیور اللہ تعالیٰ کی راہ میں نچھاور کر دیا۔ میں اس وقت طالب علم تھا۔گیارہ بارہ سال کی عمر تھی۔ مجھے اب تک اس وقت کا جوش اور ولولہ یاد ہے۔مسجد اقصیٰ میں لوگوں کے پاس جو کچھ تھا۔اس وقت نچھاور کرتے تھے۔قادیان کے بہت سے اساتذہ اور دکاندار اس مہم پر روانہ ہوئے۔ ہندوستان کے تمام مسلمانوں کو ہندو بنالینے یا بعض اور طریقوں سے مغلوب کرنے اور ملکانہ اقوام کے بعد' چمبہ' سندھ' کشمیر وغیرہ میں مہمیں شروع کرنے کی تجویز تھی جو

سب دھری کی دھری رہ گئیں۔

اس کے علاوہ ۱۹۲۴ء میں سفر یورپ کی مہم بھی درپیش ہوئی۔ وہاں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا کانفرنس مذاہب میں مضمون پڑھا گیا۔لنڈن میں حضور نے مسجد کی بنیاد رکھی۔الٰہی تقدیر سے اس سفر کے عرصہ میں حضرت مولوی نعمت اللہ خاں صاحب افغانستان میں شاہ امان اللہ خاں کے حکم سے شہید کئے گئے۔ان سب واقعات سے اپنے ملک اور یورپ وغیرہ میں جماعت خاص طور پر روشناس ہوئی۔اور حضرت مسیح موعودؑ کا ۹ جنوری ۱۹۰۴ء کا یہ الہام پورا ہوا۔''نصرت و فتح و ظفر تا بست سال''

قاضی محمد عبداللہ صاحب کو انسداد ارتداد کے سلسلہ میں علاقہ ملکانہ میں تبلیغ کے خاص مواقع حاصل ہوئے۔تفصیلاً یہاں اندراج کا موقع نہیں۔صرف نوجوانوں کے ازدیاد علم اور ان کی قربانی کی روح کو مہمیز کرنے کیلئے کچھ حالات درج کرتا ہوں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۱۲/ مارچ ۱۹۲۳ء کو نماز فجر کے بعد موقع کی نزاکت کے باعث تقریر کی۔جس میں فرمایا:

> ''میں نے جو ملکانہ قوم میں تبلیغ کی تحریک کی تھی......... آج رات میں نے آریہ اخباروں کا مطالعہ کیا۔تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ بہت سُرعت سے کام کر رہے ہیں اور جلد سے جلد وہ اس کام کو سرانجام دینا چاہتے ہیں۔

''میں نے جو سکیم تیار کی ہے۔اس کے یکم اپریل سے جاری کرنے کا ارادہ تھا۔لیکن اب اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ ایک تو پہلے ہی ہم ایک مہینہ پیچھے کام کریں گے اور دوسرے ہمارے پاس ایسے آدمی بھی کوئی نہیں جو اس جگہ کی مقامی طرز تبلیغ سے واقف ہوں......... اس لئے میں نے مناسب خیال کیا کہ آج چوہدری فتح محمد صاحب جو جارہے ہیں۔کچھ لوگ آج ہی ان کے ساتھ روانہ ہو جائیں۔تا کہ وہ اس عرصہ میں وہاں کے حالات کے مطابق کام کرنا سیکھ لیں اور پھر بعد میں آنے والوں کو دقّت پیش نہ آئے۔سو جن دوستوں نے درخواستیں دی ہیں۔ان میں سے جو لوگ آج ہی تیار ہوں۔وہ مجھے ظہر سے پہلے پہلے اپنے نام دے دیں۔تا کہ میں انتخاب کر کے ظہر کے بعد ان کو روانہ کر سکوں..............

''دنیا دار (لوگوں)......... کی نظر میں وہی شخص زیادہ معزز ہوتا ہے جو ڈگری یافتہ ہو......... اس لئے ایسے لوگوں کو زیادہ تر اس طرف توجہ کرنی چاہئے جو ڈگری یافتہ ہوں۔ جہاں تک ہو سکے جلدی کریں۔ ورنہ وقت ہاتھ سے جاتا رہے گا۔خدمت دین کے موقعے ہمیشہ نہیں ملا کرتے....... چونکہ اس جگہ لوگ تھوڑے ہیں۔

اس لئے جو موجود ہیں۔ وہ اپنی اپنی جگہ جا کر دوسروں کو اطلاع دے دیں۔‘‘

ظہر کے وقت تک بیس احباب تیار ہو گئے۔ جن میں پانچ گریجوایٹ تھے۔ ان میں قاضی صاحب بھی شامل تھے۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ

’’ظہر کی نماز کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایک بڑے مجمع کے ساتھ ان اصحاب کو روانہ کرنے کیلئے دو ڈیڑھ میل کے فاصلہ تک قصبہ سے باہر تشریف لے گئے۔ قادیان کی سڑک جہاں بٹالہ والی سڑک سے ملتی ہے۔ اور وہاں جو کنواں ہے۔ اس کے پاس جانے والے اصحاب کو سامنے بٹھا کر ایک ولولہ انگیز تقریر فرمائی۔ پھر دعا کی اور سب کے ساتھ مصافحہ کر کے رخصت فرمایا۔‘‘

روزنامہ الفضل نے مزید لکھا:

’’اگرچہ اس مقام پر مبلغین کی روانگی کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا تقریر فرمانا بھی ایک خاص بات تھی۔ لیکن ایک اور خصوصیت جو اس موقعہ کو حاصل ہوئی وہ یہ تھی کہ حضرت اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا پا پیادہ مع چند اور مستورات کے اس مقام تک تشریف لائیں۔ دعا فرمائی اور اپنے فرزندوں کو اپنی آنکھوں سے اعلائے کلمتہ اللہ کیلئے روانہ ہوتے ملاحظہ فرمایا۔ روانگی کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی تھوڑی دیر تک یکّوں کی طرف دیکھتے اور دل میں دعائیں فرماتے رہے۔‘‘(47)

وہاں قاضی صاحب کی نگرانی میں ایک دوسرا مرکز اچھنیرہ ضلع آگرہ میں قائم کیا گیا۔ (48)

ضلع متھرا آریوں کا مرکز بن رہا تھا اس وقت بمقام تیرہ آپ کو کام کرنے کا موقعہ ملا۔ (49)۔ اس ضلع میں ایک برہمن عورت آپ کے ذریعہ مسلمان ہوئی۔ آریوں کے ایک احمدی مبلغ پر مظالم کی رپورٹ آپ کی طرف سے بطور نائب امیر وفد المجاہدین شائع ہوئی۔ (50)

قاضی صاحب ۲۶/ جولائی ۱۹۲۳ء کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ ضلع متھرا کے ایک مقام پر نصف صد لوگ اس لئے حملہ آور ہو گئے کہ ایک بکری ذبح کی گئی تھی جس کا گوشت مرتدین نے بھی خفیہ طور پر لیا تھا۔ حملہ آوروں نے مبلغ پر جھونپڑی گرا دی اور جب اسے اس کے نیچے سے باہر نکالا گیا تو دھکے دے کر گاؤں سے باہر نکال دیا گیا اور سامان تک بھی نہیں لینے دیا گیا۔ (51)

آریہ اخبارات میں بار بار ذکر آتا تھا کہ جب تک ساندھن کے لوگ اسلام ترک نہ کریں گے تب تک

ملکانہ شدھ نہیں ہو سکتے۔اس بارہ میں انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور پھر جنوری ۱۹۲۴ء میں اعلان کیا کہ ساندھن کا قلعہ بھی ٹوٹ گیا اور ہندو اخبارات نے آگرہ سے آمدہ ایک تار جلی حروف سے شائع کیا کہ مسلمان رؤساء نے کوشش کر کے دفعہ ۱۴۴ نافذ کرادی۔ پھر اس میں توسیع کرادی تا کہ آریہ جلسہ نہ کر سکیں۔لیکن شدھی سبھا کی متواتر مساعی اور ملکانہ راجپوتوں کی زبردست خواہشوں سے قریباً سارا علاقہ شدھ ہو گیا۔اس غلط اطلاع کی تردید قاضی عبداللہ صاحب نے بطور امیر المجاہدین کرتے ہوئے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ آریہ سماجیوں نے بہت جتن کئے مختلف دیہات سے مرتدین کو جمع کیا۔ساہو کاروں کے اثر واقتدار کو کام میں لائے اور جو مذہب فروخت کرنا چاہتے تھے۔ان کو سینکڑوں روپے پیش کئے۔لیکن احمدی مبلغین نے ایسا مذہبی جوش پیدا کر دیا تھا کہ مخالفین کی ساری کارروائیاں ناکام ہوئیں۔حکام نے دفعہ ۱۴۴ نافذ کردی۔آریوں نے کوشش کی کہ چند روز کیلئے یہ دفعہ معطل کردی جائے تا وہ شدھی کر سکیں۔اس سے مسلمانوں میں سخت جوش پھیلا اور نمبردار کلکٹر سے ملے۔ چنانچہ ایک یورپی افسر کی زیرنگرانی ایک دستہ مسلح پولیس کا وہاں پہنچ گیا۔سو آریہ مایوس ہوئے اور ان کو ندامت اٹھانی پڑی اور ناکامی کو چھپانے کیلئے پرچارکوں نے دو افراد کی منتیں کیں۔روتے ہوئے پاؤں پڑے اور کہا کہ اس وقت ہماری لاج رکھ لو۔لیکن وہ صرف زنّار پہننے پر راضی ہوئے۔لیکن اسے بھی ایک نے ان کے سامنے توڑ دیا اور پھر ایک گھنٹہ بعد ہمارے ساتھ انہوں نے نماز ادا کی۔(52)

مخالف اخبارات غلط خبریں بھی شائع کرتے تھے مثلاً اخبار تیج نے شائع کیا کہ ایک اشدھ راجپوت سے قادیانی شرارتیں کر رہے ہیں۔اس خبر کی قاضی صاحب نے تردید ارسال کی۔(53)

> نام نہاد مولویوں نے تبلیغی جہاد میں اس موقعہ پر بھی فتنہ انگیزی میں کسر نہ اٹھا رکھی۔ گویا بقول اقبال۔ دینِ مُلّا فی سبیل اللہ فساد۔فروری میں فرخ آباد میں علماء کی تقاریر میں حضرت مسیح موعودؑ کو گالیاں دی گئیں اور اشتعال انگیزی کے نتیجہ میں لوگ احمدی مبلغین کے مکان پر حملہ آور ہوئے۔(54)

آپ بطور قائم مقام امیر المجاہدین ۳۱/ جنوری ۱۹۲۴ء کی رپورٹ میں لکھتے ہیں غیر احمدی مولوی صاحب یہ مشہور کر رہے ہیں کہ احمدی ان کے ساتھ مباحثہ سے بھاگتے ہیں۔مولویوں کا یہ حال تھا کہ فرخ آباد میں ایک مولوی کے مریدوں نے ہمارے مبلغین پر حملے کئے تھے۔ ۶ فروری ۱۹۲۴ء کی رپورٹ میں لکھتے ہیں کہ موضع منگھول کے متعلق (جو فرخ آباد سے سولہ میل پر ہے) اطلاع ارتداد ملنے پر احمدی مبلغین فوراً وہاں پہنچے۔البتہ کوئی غیر احمدی مولوی نہیں پہنچا۔ یہ مولوی اور کارکنان خلافت صرف احمدیوں کے خلاف لوگوں کو مشتعل کرنے اور

مقاطعہ کرانے کے لئے دستخط کرانے میں مصروف ہیں جو دستخط نہ کرے یا تأمّل کرے تو اسے زدوکوب بھی کرتے ہیں۔غلط عقائید جماعت احمدیہ کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔(55)

۳۔بطور ہیڈ ماسٹر تعیّن :

میدان ارتداد سے واپسی پر آپ کو مدرسہ تعلیم الاسلام کا ہیڈ ماسٹر مقرر کیا گیا۔چنانچہ مرقوم ہے:

''مکرمی قاضی محمد عبداللہ خاں صاحب انسداد ارتداد کے صیغہ سے اپنے اصلی کام ہیڈ ماسٹری مدرسہ تعلیم الاسلام پر واپس ہو گئے ہیں اور قادیان تشریف لے آئے ہیں۔۱۷/اپریل ۲۴ء کو مسلم گروپ * کے طلباء نے ان کو ایک ایڈریس دیا۔جس میں ان کی خدمات کا اعتراف (تھا)........ طلباء نے نہایت عمدہ پیمانہ پر حاضرین کی روزہ کشائی کا بھی انتظام کیا ہوا تھا۔ حضرت اقدس بھی تشریف فرما تھے۔'' (56)

۴۔انگلستان میں تبلیغ :

قاضی محمد عبداللہ صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کے حضور ۱۹۰۷ء میں زندگی وقف کرنے اور پھر بعد میں کم وبیش پانچ سال تک انگلستان میں تبلیغ کرنے کی توفیق ملی۔اس وقت خواجہ کمال الدین صاحب خلافت ثانیہ سے بغاوت کر کے الگ ہو چکے تھے۔آپ کے متعلق مؤقر الحکم رقمطراز ہے:

''.......... اب دوسرا مبلغ لنڈن کو روانہ کیا جا رہا ہے....... وہ نوجوان جس کے حصہ میں اس خدمت کی سعادت آئی ہے۔قاضی عبداللہ بی۔اے،بی۔ٹی ہے........ وہ بھی ایک نوجوان اور مدرسہ تعلیم الاسلام کا فرزند ہے۔اور خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم امید رکھتے ہیں کہ یہ انتخاب بھی بابرکت ہوگا۔

حضرت خلیفہ ثانیؓ نے خدا تعالیٰ پر توکل کا عجیب نمونہ دکھایا ہے۔اگر محض اسباب پر بھروسہ ہوتا تو شاید قاضی عبداللہ کی جگہ کوئی گرم وسرد روزگار چشیدہ بزرگ بھی مل جاتا۔مگر جس نوجوان کو یہ جوان ہمت بھیج رہا ہے۔اسے شاید پہلی مرتبہ لندن ہی میں تبلیغ واشاعت کیلئے زبان کھولنے کا اتفاق ہوگا۔حضرت خلیفہ ثانی فرمایا کرتے ہیں کہ یہ ہمارا کام نہیں۔بلکہ خدا تعالیٰ کا کام ہے۔وہ آپ ان لوگوں کو ہر قسم کی طاقت دے گا۔غرض قاضی عبداللہ جو

* مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کے ایک مدرس ماسٹر علی محمد صاحب مُسلم نے بچوں کی ایک انجمن بنام مسلم گروپ قائم کی تھی جن میں بچوں کی تقریر کرنے کی مشق کروائی جاتی تھی۔ماسٹر صاحب موصوف آج کل منٹگمری شہر (موجودہ ساہیوال) میں قیام رکھتے ہیں۔

اپنے ہم عصروں میں ہمیشہ ایک دین دار نوجوان کے رنگ میں دیکھا گیا ہے۔اور قادیان کی سرزمین میں بچے سے جوان ہوا۔اس پاک مقصد پر روانہ کیا گیا ہے۔'' (57)

پاک نصائح:

ذیل کی نصائح آپ کو...... حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ولایت روانہ کرتے وقت لکھ کر دیں۔

اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

''میں آپ کو اس خدا کے جو ایک اور صرف ایک ہی خدا ہے۔نہ جس کا بیٹا نہ جورو۔سپرد کرتا ہوں۔وہ آپ کا حافظ ہو۔ناصر ہو۔نگہبان ہو۔ہادی ہو۔معلّم ہو۔راہبر ہو۔اللّٰھم آمین ثم آمین۔

''آپ جس کام کیلئے جاتے ہیں۔وہ بہت بڑا کام ہے۔بلکہ انسان کا کام ہی نہیں۔خدا کا کام ہے۔کیونکہ دل پر قبضہ سوائے خدا کے اور کسی کا نہیں ہے۔دلوں کی اصلاح اسی کے ہاتھ میں ہے۔پس ہر وقت اس پر بھروسہ رکھنا اور کبھی مت خیال کرنا کہ میں بھی کچھ کرسکتا ہوں۔دل محبت الٰہی سے پُر ہو اور تکبر اور فخر پاس بھی نہ آئے۔جب کسی دشمن سے مقابلہ ہو۔اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے آگے گرادیں۔اور دل سے اس بات کو نکال دیں کہ آپ جواب دیں گے۔بلکہ اس وقت یقین کریں کہ آپ کو کچھ نہیں آتا۔اپنے سب علم کو بھلادیں۔لیکن اس کے ساتھ ہی یقین کریں کہ میرے ساتھ خدا ہے۔وہ خود آپ کو سب کچھ سکھائے گا۔اور دعا کریں۔اور ایک منٹ کے لئے بھی خیال نہ کریں کہ آپ دشمن سے زیر ہوجاویں گے۔بلکہ تسلی رکھیں کہ حق کی فتح ہوگی اور پھر ساتھ ہی خدا کے غناء پر بھی نظر رکھیں۔خوب یاد رکھیں وہ جو اپنے علم پر گھمنڈ کرتا ہے۔وہ دین الٰہی کی خدمت کرتے وقت ذلیل کیا جاتا ہے۔اور اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔لیکن ساتھ ہی وہ جو خدمت دین کرتے وقت دشمن کے رعب میں آتا ہے۔خدا تعالیٰ اس کی بھی مدد نہیں کرتا۔نہ گھمنڈ ہو۔نہ فخر ہو نہ گھبراہٹ ہو نہ خوف۔متواضع اور یقین سے پُر دل کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کریں۔پھر کوئی دشمن اللہ تعالیٰ کی نصرت کی وجہ سے آپ پر غالب نہ آسکے گا۔اگر کسی ایسے سوال کے متعلق

بھی آپ کا مخالف آپ سے دریافت کرے گا۔ جو آپ کو معلوم نہیں۔ تو خدا کے فرشتے آپ کی زبان پر حق جاری کر دیں گے۔ اور الہام کے ذریعے سے آپ کو علم دیا جائے گا۔ یہ یقینی اور سچی باتیں ہیں۔ اس میں ہرگز شک نہ کریں۔ آپ جس دشمن کے مقابلہ کے لئے جاتے ہیں۔ وہ وہ دشمن ہے کہ تین سو سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصے سے اسلام کی لہروں نے اس سے سر ٹکرایا ہے۔ مگر سوائے اس کے کہ وہ واپس دھکیلی گئیں۔ کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اس دشمن نے اسلام کے قلعے ایک ایک کر کے فتح کر لئے ہیں۔ پس بہت ہوشیاری کی بات ہے لیکن مایوسی کی نہیں کیونکہ جس اسلام کو اس نے زیر کیا ہے وہ حقیقی اسلام نہ تھا۔ بلکہ اس کا ایک مجسمہ تھا۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ رستم کے مجسمہ کو ایک بچہ دھکیل سکتا ہے۔ آپ حقیقی اسلام کے حربے سے ان پر حملہ آور ہوں۔ وہ خود بخود بھاگنے لگے گا۔

''یورپ اس وقت مادیت میں گھرا ہوا ہے۔ دنیاوی علوم کا خزانہ سائنس کا دلدادہ ہے۔ اسے گھمنڈ ہے کہ جو اس کا خیال ہے وہی تہذیب اور اس کے سوا جو کچھ ہے بدتہذیبی ہے۔ وحشت ہے اس کے علم کو دیکھ کر لوگ اس کے دعویٰ سے ڈر جاتے ہیں اور رعب میں آ جاتے ہیں۔ حالانکہ یورپ کے علم اس علم کا مقابلہ نہیں کر سکتے جو قرآن کریم میں ہے۔ ان کے علوم روزانہ بدلنے والے ہیں اور قرآن کریم کی پیش کردہ صداقتیں نہ بدلنے والی صداقتیں ہیں۔ پس ایک مسلم جو قرآن کریم پر ایمان رکھتا ہے۔ ایک سیکنڈ کیلئے بھی ان کے رعب میں نہیں آ سکتا۔ اور جب وہ قرآن کریم کی عینک لگا کر ان کی تہذیب کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ تہذیب درحقیقت بدتہذیبی نظر آتی ہے۔ اور چمکنے والے موتی سیپ کی ہڈیوں سے زیادہ قیمتی ثابت نہیں ہوں گے۔ پس اس بات کو خوب یاد رکھیں اور یورپ کے علوم سے گھبرائیں نہیں۔ جب ان کی عظمت دل پر اثر کرنے لگے تو قرآن کریم اور کتب حضرت مسیح موعودؑ کا بغور مطالعہ کریں۔ ان میں سے آپ کو وہ علوم مل جائیں گے کہ وہ اثر جاتا رہے گا۔ آپ اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ یورپ کو فتح کرنے جاتے ہیں نہ کہ مفتوح ہونے۔ اس کے دعووں سے ڈریں نہیں کہ ان دعووں کے نیچے کوئی دلیل پوشیدہ نہیں۔ یورپ کی ہوا کے آگے نہ گریں۔ بلکہ اہل یورپ کو اسلامی تہذیب کی طرف لانے کی کوشش کریں۔

''مگر یاد رکھیں آنحضرتؐ کا حکم ہے۔ بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا یعنی لوگوں کو بشارت دینا۔

ڈرانا نہیں۔ ہر ایک بات نرمی سے ہونی چاہئے۔ میرا اس سے یہ مطلب نہیں کہ صداقت کو چھپائیں۔ اگر آپ (ایسا) کریں گے۔ تو یہ اپنے آپ کو تباہ کرنے کے برابر ہوگا۔ حق کے اظہار سے کبھی نہ ڈریں۔ میرا اس سے یہ مطلب ہے کہ یورپ بعض کمزوریوں میں مبتلا ہے۔ اگر عقاءید صحیحہ کو مان کر کوئی شخص اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ لیکن بعض عادتوں کو چھوڑ نہیں سکتا۔ تو یہ نہیں کہ اس کو دھکا دے دیں۔ اگر وہ اسلام کی صداقت کا اقرار کرتے ہوئے اپنی غلطی کے اعتراف کے ساتھ اس کمزوری کو آہستہ آہستہ چھوڑنا چاہے تو اس سے درشتی نہ کریں۔ خدا کی بادشاہت کے دروازوں کو بند نہ کریں۔

''لیکن عقاید صحیحہ کے اظہار سے کبھی نہ جھجکیں۔ جو حق ہو اُسے لوگوں تک پہنچا دیں اور کبھی یہ نہ خیال کریں کہ اگر آپ حق بتائیں گے تو لوگ نہیں مانیں گے۔ اگر لوگ خود نہ مانیں تو نہ مانیں۔ لوگوں کو ایماندار بنانے کے لئے آپ خود بے ایمان کیوں ہوں؟ کیا احمق ہے وہ انسان جو ایک زہر کھانے والے انسان کو بچانے کیلئے خود زہر کھالے۔ سب سے اوّل انسان کیلئے اپنے نفس کا حق ہے۔ پس اگر لوگ صداقت کو سُن کر قبول نہ کریں تو آپ نفس کے دھوکے میں نہ آئیں کہ آؤ میں قرآن کریم کو ان کے مطلب کے مطابق بنا کر سناؤں۔ ایسے مسلمانوں کا اسلام محتاج نہیں۔ یہ تو مسیحیت کی فتح ہوگی نہ کہ اسلام کی۔

''جس نقطہ پر آپ کو اسلام کھڑا کرتا ہے۔ اس سے ایک قدم آگے پیچھے نہ ہوں اور پھر دیکھیں کہ فوج در فوج لوگ آپ کے ساتھ ملیں گے۔ وہ شخص جو دوسرے کو اپنے ساتھ ملانے کیلئے حق چھوڑتا ہے۔ دشمن بھی اصل واقعہ پر اطلاع پانے پر اس سے نفرت کرتا ہے۔ کھانے پینے پہننے میں اسراف اور تکلف سے کام نہ لیں۔ بے شک خلاف دستور بات دیکھ کر لوگ گھبراتے ہیں۔ لیکن ان کو جب حقیقت معلوم ہو اور وہ سمجھیں کہ یہ سب اتقاء کی وجہ سے نہ کہ غفلت کی وجہ سے ہے۔ تو ان کے دل میں محبت اور عزت پیدا ہو جاتی ہے۔

''ایسا مارا ہوا جانور جس کو گردن کے اوپر تلوار مار کر مارا گیا ہو یا دم گھونٹ کر مارا گیا ہو۔ کھانا جائز نہیں قرآن کریم میں آیا ہے اور مسیح موعودؑ سے ولایت جانے والوں نے پوچھا تو آپ نے منع فرمایا۔ پس اسے استعمال نہ کریں۔ ہاں اگر یہودی یا عیسائی گلے کی طرف سے ذبح کریں تو وہ بہر حال جائز ہے۔ خواہ تکبیر کریں یا نہ کریں۔ آپ بسم اللہ کہہ کر اسے کھالیا

کریں۔ یہودی ذبح کرنے میں نہایت محتاط ہیں۔ان کے گوشت کو بے شک کھائیں لیکن مسیحی آج کل جھٹکا کرتے ہیں یا دم کھینچ کر مارتے ہیں۔اس لئے بغیر تسلی ان کا گوشت مسیحی کے ساتھ ایک ہی برتن میں کھانا جائز ہے۔انسان ناپاک نہیں۔ہاں ہر ایک ناپاکی سے ناپاک ہے۔عورتوں کو ہاتھ لگانا منع ہے۔احسن طریق سے لوگوں کو بتادیں۔حضرت مسیح موعودؑ سے جب ایک عورت ملنے آئی تو آپؑ نے اسے یہی بات کہہ دی تھی۔رسول کریمؐ سے بھی عورتوں کا ہاتھ پکڑ کر بیعت لینے کا سوال ہوا۔تو آپ نے اس سے منع فرمایا۔یہ ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔اس میں عورتوں کی ہتک نہیں۔کیونکہ جس طرح مرد کو عورت کو ہاتھ لگانا منع ہے۔اسی طرح عورت کو مرد کو ہاتھ لگانا منع ہے۔پس اگر ایک کی ہتک ہوتی ہے تو دوسرے کی بھی ہتک ہے۔لیکن یہ ہتک نہیں بلکہ اسلام گناہ کو دور کرنے کیلئے اس کے ذرائع کو دور کرتا ہے۔یہ نفس کی چوکیاں ہیں۔یہاں سے اسے حملہ آور دشمن کا پتہ لگ جاتا ہے۔

''ہمیشہ کلام نرم کریں۔اور بات ٹھہر ٹھہر کر کریں۔جلدی سے جواب نہ دیں۔اور ٹالنے کی کوشش نہ کریں۔اخلاص سے سمجھائیں۔اور محبت سے کلام کریں۔اگر دشمن سختی بھی کرے تو نرمی سے پیش آویں۔ہر ایک انسان کی خواہ کسی مذہب کا ہو خیر خواہی کریں حتیٰ کہ اسے معلوم ہو کہ اسلام کیسا پاک مذہب ہے۔جو لوگ آپ کے ذریعہ ہدایت پاویں (انشاء اللہ) ان کی خبر رکھیں۔جس طرح گڈریا اپنے گلّے کی پاسبانی کرتا ہے۔ان کی پاسبانی کریں۔ان کی دینی یا دنیاوی مشکلات میں مدد کریں۔ہر ایک تکلیف میں۔ہر ابتلاء میں محبت سے شریک ہوں۔ان کے ایمان کی ترقی کیلئے دعا کریں۔

''انگریزی زبان سیکھنے کی طرف خاص طور سے توجہ کریں اور چوہدری صاحب کے کہنے کے مطابق عمل کریں۔وہ آپ کے امیر ہوں گے۔جب تک وہاں ہیں ان کی تمام باتوں کو قبول کریں۔جہاں تک اسلام آپ کو اجازت دیتا ہے۔محبت سے ان کا ساتھ دیں۔اور ان کے راستے میں روک نہ ثابت ہوں۔بلکہ ان کا ہاتھ بٹائیں۔تحریکا کا آپ کریں۔تا کہ ان کی آنکھوں کو آرام ملے۔آپ دونوں کی محبت دیکھ کر وہاں کے لوگ حیران ہوں۔

''قرآن کریم اور احادیث کا کثرت سے مطالعہ کریں۔حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے پوری واقفیت ہو۔مسیحی مذہب کا کامل مطالعہ ہو۔فقہ کی بعض کتب زیر نظر رہیں کہ وہ نہایت

ضروری کام ہے۔آخر وہاں کے لوگوں کوآپ لوگوں کو ہی مسائل بتانے پڑیں گے۔

’’جماعت احمدیہ کی وحدت اوراس کی ضرورت لوگوں پر آشکارا کریں۔اسلام اوراحمدیت کو جواس زمانہ میں دومترادف لفظ ہیں۔صفائی کے ساتھ پیش کریں اورایک مذہب کے طور پر پیش کریں اورلوگوں کے دلوں سے یہ خیال مٹائیں کہ یہ بھی ایک سوسائٹی ہے۔خدا تعالیٰ کی مرضی کے مقابلے میں اپنی مرضی کو چھوڑ دینے کی تعلیم اہل یورپ کو دیں۔اب تک وہ خدا تعالیٰ پر بھی اعتراض کرلینا جائز سمجھتے ہیں۔اوراپنے خیال کے مطابق مذہب کو رکھنا چاہتے ہیں۔ان کو بتائیں کہ سب دنیا کی حکومت کرومگر خدا کی حکومت کواپنے نفس پر مقدم کرو۔اس بات کی پرواہ نہ کریں کہ کس قدرلوگ آپ کی بات مانتے ہیں۔اسلامی سادگی ان لوگوں میں پیدا کرنے کی کوشش کریں۔لفظوں سے کھینچ کر روحانیت پیدا کرنے کی کوشش (کرنے کی طرف) متوجہ ہوں۔

’’آپ تو ایک گھوڑے پر بھی سوار نہیں ہوسکتے۔لیکن ایک شیر پر سوار ہونے کیلئے جاتے ہیں۔ بہت ہیں جنہوں نے اس پر سوار ہونے کی کوشش کی۔لیکن بجائے اس کی پیٹھ پر سوار ہونے کے اس کے پیٹ میں بیٹھ گئے۔آپ دعاء سے کام لیں تا کہ یہ شیر آپ کے آگے اپنی گردن جھکادے۔ ہرمشکل کے وقت دعاء کریں اورخط برابر لکھتے رہیں۔میرا خط جائے نہ جائے۔آپ ہر ہفتہ مفصل خط جس میں سب حال مفصل ہو لکھتے رہیں۔اگرکوئی تکلیف ہوتو خدا تعالیٰ سے دعا کریں۔اگرکوئی بات دریافت کرنی ہواورفوری جواب کی ضرورت ہو خط لکھ کر ڈال دیں اور خاص طور پر دعا کریں۔تعجب نہ کریں۔اگر خط کے پہنچتے ہی یا پہنچنے سے پہلے ہی جواب مل جائے۔خدا کی قدرت وسیع اوراس کی طاقت بے انتہاء ہے۔اپنے اندر تصوّف کا رنگ پیدا کریں۔کم خوردن۔کم گفتن۔کم خفتن عمدہ نسخہ ہے۔

’’تہجد ایک بڑا ہتھیار ہے۔ یورپ کا اثر اس سے محروم رکھتا ہے۔ کیونکہ لوگ ایک بجے سوتے ہیں۔آٹھ بجے اٹھتے ہیں۔آپ عشاء کے ساتھ سو جائیں۔تبلیغ میں حرج ہوگا۔لیکن یہ نقصان دوسری طرح خدا تعالیٰ پورا کردیگا۔دن کو سننے والے لوگ آپ کی طرف کھنچے چلے آئیں گے۔ چھوٹے چھوٹے گاؤں میں غریبوں اور زمینداروں کو اور محنت پیشہ لوگوں کو جا کر تبلیغ کریں۔ یہ لوگ حق کو جلدی قبول کریں گے۔ اور جلد اپنے اندر روحانیت پیدا

کریں گے۔ کیونکہ نسبتاً بہت سادہ ہیں اور گاؤں کے لوگ حق کو مضبوطی سے قبول کیا کرتے ہیں۔ کسی چھوٹے گاؤں میں کسی سادہ علاقہ میں لنڈن سے دور جا کر کبھی ایک دو ماہ رہیں۔ اور دعاؤں سے کام لیتے ہوئے تبلیغ کریں۔ پھر اس کا اثر دیکھیں۔ یہ لوگ سختی بھی کریں گے۔ لیکن سمجھیں گے اور خوب سمجھیں گے۔ ان کی سختی سے گھبرائیے نہیں۔ بیمار کبھی خوش ہو کر دودھ نہیں پیتا۔ ہمیشہ بڑے کام مجھ سے پوچھ کر کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اور ہر ایک شر سے محفوظ رکھے۔ اور اعمال صالحہ کی توفیق بخشے۔ زبان میں اثر پیدا کرے۔ کامیابی کے ساتھ جائیں اور کامیابی سے واپس آئیں۔ ہاں یاد رکھنا اس ملک میں آزادی بہت ہے۔ بعض خبیث الفطرت لوگ گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف منصوبہ کرتے ہیں۔ ان کے اثر سے خود بچیں۔ اور جہاں تک ہو سکے۔ دوسروں کو بھی بچائیں۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

''چوہدری صاحب کو السلام علیکم کہہ دیں۔ اور سب نومسلموں کو اور سیلون کی جماعت کو بھی اور بھی جو احمدی ملے۔ کَانَ اللّٰہُ مَعَکُمْ اَیْنَ مَاکُنْتُمْ۔ آمین۔(58)

مرزا محمود احمد ۶ستمبر ۱۵ء''

الوداع:

آپ کی الوداعی تقریب اور روانگی کے متعلق مرقوم ہے:

''۵ستمبر کی رات کو تعلیم الاسلام ہائی سکول کے طلباء نے قاضی صاحب کی روانگی کا الوداعی جلسہ کیا اور معلّمین اور متعلمین نے انگریزی اور اردو میں اخلاص سے بھری ہوئی تقریریں کیں۔ جلسہ کے آخر میں قاضی صاحب کی کامیابی اور سلسلہ عالیہ کی ترقی کیلئے دعائیں مانگی گئیں۔'' نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ۔ ۶ستمبر کو بعد نماز ظہر قاضی محمد عبداللہ صاحب بی۔ اے بی ٹی بغرض تبلیغ ولایت کو روانہ ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ مع صدہا مخلص خدام کے جن میں مقامی عملہ ودفاتر کے اہلکار بزرگانِ دین اور اکثر طلبائے مدارس بھی شامل تھے۔ قاضی صاحب کو رخصت کرنے کے لئے ڈیڑھ دو میل تک تشریف لے گئے۔ اثنائے راہ میں حضور نے قاضی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس وقت خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو تمام روحانی بیماریوں کا علاج قرار دے کے بھیجا ہے۔ اسی میں اس

وقت جمیع امراض دنیا کی شفا ہے۔ اس لئے ہر موقعہ پر حضرت مسیح موعودؑ کو ضرور پیش کریں۔

''سڑک بٹالہ کے موڑ پر پہنچ کر حضرت مع احباب ٹھہر گئے اور کھڑے ہو کر ایک لمبی دعا کی اور اس کے بعد حضرت صاحب نے قاضی صاحب کو رخصت فرمایا۔ بہت سے احباب نے چلتے وقت قاضی صاحب سے مصافحہ کیا اور ماسٹر عبدالرحیم صاحب و شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی امرتسر تک ساتھ گئے۔ خدا کی نصرتیں ان کے شامل حال ہوں۔ ان کی خدمات دین حق کیلئے بہت سی فتوحات کا موجب ہوں اور انہیں کامیابی اور سرخروئی کے ساتھ پھر احباب واقارب سے ملائے۔ آمین۔'' (59)

آپ کی روانگی کے متعلق مؤقر الحکم میں تحریر ہے کہ:

''۶ ستمبر کو بعد نماز ظہر ٹھیک ۳ بجے حضرت خلیفہ ثانی قاضی عبداللہ صاحب کو روانہ کرنے کیلئے نکلے۔ اور سڑک پر جو کنواں آتا ہے۔ وہاں تک مشایعت کیلئے تشریف لے گئے۔ قادیان کی مقیم جماعت آپ کے ہمراہ تھی۔ آپ نے قاضی صاحب کو اپنے ہاتھ سے نصائح لکھ کر دیں۔ جو نہایت قیمتی اور قابل قدر ہیں....... حضرت خلیفہ ثانی نے ان نصائح میں کام کرنے کے عملی طریق اور توکل علی اللہ اور دعاؤں پر زور دینے اور کفایت شعاری اور سادگی کی تعلیم دی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر...... ایسے لوگوں سے الگ رہنے کی ہدایت کی ہے جو آزادی کا بے جا استعمال کرتے ہیں۔ آپ نے مشکلات پر غالب آنے کے اصول بھی بتائے ہیں۔ غرض وہ نصائح پڑھ کر معلوم ہوگا کہ جو لوگ خلیفہ ثانی کو بچہ کہتے ہیں۔ ان کے وہم میں بھی وہ باتیں نہیں آسکتیں۔ اور اگر ان نصائح سے کوئی اندازہ کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ ہدایات دینے والا بڑا مُدبّر خدا پرست۔ متوکل دعاؤں کا عادی اور مختلف طبقوں میں طریق تبلیغ کا تجربہ کار ہے۔ زبانی بھی آپ ہدایات دیتے گئے اور وہاں پہنچ کر آپ نے ایک لمبی دعا کی اور قاضی صاحب کو رخصت کر کے واپس آئے۔

''مومن کے ایمان بڑھانے کیلئے ہر بات ایک معرفت کا نکتہ ہوتی ہے اور ظالم معترض کے نزدیک وہی ٹھوکر کا پتھر۔ جب قادیان سے نکلے تو سخت دھوپ تھی۔ ماسٹر عبدالرحیم صاحب (یعنی حضرت نیّر صاحب۔ مولّف) نے کہا کہ حضرت صاحب (یعنی مسیح موعودؑ) کے ساتھ ایک بادل ہوا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک بادل کا ٹکڑا نمودار ہوا۔ اور سڑک تک جانے

اور واپس آنے تک وہ رہا۔ مرزا نظام الدین صاحب کے باغ کے پاس پہنچے تو دھوپ نکل آئی۔ غرض حضرت نے بڑی محبت اور دعاؤں کے ساتھ اپنے خادم کو روانہ کیا ہے۔ امرتسر تک شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی اور ماسٹر عبدالرحیم صاحب بھی ہمراہ گئے.......... وہ مدراس سے سیلون جائیں گے۔ اور وہاں سے لنڈن.......... (60)۔

جناب قاضی عبداللہ صاحب کی مُراجعت:

میدان مجاہدہ سے واپسی کے متعلق الفضل (مورخہ ۱/۱۲/۱۹) میں مرقوم ہے:

''احباب کرام یہ سُن کر نہایت خوش ہوں گے کہ ۲۸ نومبر ۱۹۱۹ء بروز جمعہ جناب قاضی عبداللہ صاحب بی اے۔ بی ٹی مبلغ اسلام ولایت سے بخیر و عافیت قادیان دارالامان پہنچ گئے ہیں۔ چونکہ جناب قاضی صاحب کی ولایت سے روانگی کے متعلق کوئی پختہ اطلاع نہیں مل سکی تھی۔ اور نہ ہی بمبئی آ کر انہوں نے جو تار حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو دیا۔ وہ پہنچا۔ اس لئے ان کی آمد بالکل اچانک تھی۔ اور اس کا علم اس وقت ہوا جب کہ جناب قاضی صاحب نے مسجد اقصیٰ میں آ کر بآواز بلند مجمع کو السلام علیکم کہا۔ نماز جمعہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مسجد میں دیر تک جناب قاضی صاحب سے گفتگو فرماتے رہے۔ اس خوشی کے موقعہ پر ہائی سکول اور مدرسہ احمدیہ میں دو دن کی تعطیل کی گئی۔''

کارگذاری کی ایک جھلک:

قریباً پانچ سالہ تبلیغ کا ملخّص درج کرنے کا یہ موقعہ نہیں۔ البتہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رپورٹ مرسلہ ۲ مئی ۱۹۱۸ء سے ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے۔ جس سے معلوم ہوگا کہ کس طرح پہلی جنگ عظیم میں گرانی وغیرہ کا بھی مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ اس وقت قاضی صاحب دو سال سے مفتی صاحبؓ ایک سال سے لنڈن میں مقیم تھے۔ مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''میرے رفیق قاضی عبداللہ صاحب اس موسم سرما میں نہ صرف سردی کی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے بلکہ خوف ناک ہوائی حملوں کے نیچے سردئے صبر کے ساتھ لنڈن میں جمے رہے۔ اور اپنے تبلیغی کام میں مصروف رہے۔ خواجہ صاحب کو بھی مباحثہ اور مباہلہ کے واسطے چیلنج دیتے رہے۔ مگر جب کبھی خواجہ صاحب نے عرب صاحب کے اصرار سے کوئی وقت

مقرر بھی کیا۔اور قاضی صاحب عرب صاحب کوساتھ لے کر وہاں پہنچے خواجہ صاحب روپوش ہو گئے ۔ قاضی صاحب نے اس عرصہ میں کئی لیکچر دیئے ۔بعض لوگوں کے ساتھ مباحثات کیئے ۔سائلین کے خطوط کے جواب لکھے ۔اور مکان پر آنے والوں کوتبلیغ کی ۔اور مناسب خاطرداری کی ۔اپنا مکان ہونے سے مہمان نوازی کا ایک اور خرچ بڑھ گیا ہے ۔ یہاں کے دستور کے مطابق جب کوئی ملاقات کے واسطے آوے ۔اور کھانے کا وقت ہو۔ تو ضروری ہوتا ہے کہ اسے کھانے میں شامل کیا (جائے)......اور کھانے کے اوقات یہاں دن میں کم ازکم چار ہیں ۔ باوجود اکیلا ہونے کے قاضی صاحب نے ان تمام کاموں کو پورا کیا اور پھر بڑی کفایت شعاری سے جس کے وہ خاص مشاق ہیں ۔اللہ تعالیٰ ہی ان کا اجر ہو۔اوران کی جوانی ۔عمر ۔نیکی اور صحت میں برکات نازل کرے ۔آمین ۔''(61)

قاضی صاحب نے ۳۰/نومبر ۱۹۱۹ءکومسجد اقصیٰ میں لنڈن مشن کے ذیل کے حالات سنائے ۔

''میرے احباب جانتے ہیں کہ میں یہاں ایک خاموش زندگی بسر کرتا تھا اور میرے لئے لیکچر دینے کا کبھی موقع پیش نہ آیا تھا۔مگر یہ خدا کا فضل ہے کہ میرے ولایت میں بھیجنے کا خیال حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ کے دل میں پیدا ہوا۔ جب آپ نے مجھے اس کام پر لگانے کی اطلاع دی تو میں بہت حیران ہوا۔اور ڈرا کہ مجھ سا ناکارہ اور نالائق انسان وہاں جاکر کیا کریگا۔اس پر میں نے خدا کے حضور نہایت الحاح سے دعا کرنی شروع کردی کہ مولا تو جانتا ہے کہ میں نالائق ہوں اور کوئی قابلیت اپنے اندر نہیں رکھتا تو ہی مدد فرما۔ میں نے بہت دعا کی تو مجھے القاء ہوا اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ....چنانچہ میں نے اس بشارت کا یہ نتیجہ دیکھا کہ اس ملک میں جاکر مسیحیوں کے بڑے بڑے آدمیوں سے بحثیں ہوئیں اوران کے بشپوں کودعوت دی گئی کہ وہ اپنے اصول مذہبی کی صداقت کا ثبوت دیں ۔ لیکن خدا کے فضل سے کوئی سامنے نہ آسکا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ جب کسی سے کوئی کام لینا چاہتا ہے تو خواہ وہ کتنا ہی نالائق کیوں نہ ہو۔اس کو اتنی لیاقت دے دیتا ہے کہ دنیا کی لیاقتیں اس کے آگے ہیچ ہوجاتی ہیں ۔پس میں نے جو کچھ کام کیا ہے ۔اس کے لئے وہی خدا مستحق حمد ہے ۔ جو نالائقوں سے کام لیتا ہے ۔

''...... میں اواخر ۱۹۱۵ء میں یہاں سے روانہ ہوا۔ وہ زمانہ جنگ کا تھا۔ بمبئی سے سوار

ہونے میں دقتیں تھیں۔اس لئے میں کولمبو کی راہ سے گیا۔اگرچہ جرمنوں نے اس وقت یہ اعلان تو نہیں کیا تھا کہ ہمیں جو جہاز ملے گا۔اس کو ضرور غرق کر دیں گے۔مگر ان کی سب میرنیز Submarines پھیلی ہوئی تھیں۔اس لئے جہاز راستہ میں چکر کھاتا ہوا جاتا تھا۔ رات کو تمام روشنیاں گُل کر دی جاتی تھیں کہ کہیں دشمن اچانک حملہ نہ کر دے اور ہر شخص کے پاس ایک ایک لائف بیلٹ ہوتا تھا۔جو سوتے وقت بھی پاس ہی رہتا تھا۔جہاز غالباً دو ہفتہ کی مسافت کے بعد مارسیلز میں پہنچا اور وہاں جنگی قانون سے پالا پڑا۔

''ان دنوں چونکہ جناب چوہدری فتح محمد صاحب کی آنکھیں دکھتی تھیں۔اس لئے وہ لندن سے ۱۲ ؍میل کے فاصلہ پر ایک جگہ رہتے تھے۔مجھے بھی وہاں رہنا پڑا۔ہمارا قیام ایک گھر میں تھا۔اس وقت ہماری تبلیغ بالکل پرائیویٹ حیثیت کی تھی۔وہاں جانے کے چار مہینہ بعد برائٹن میں میرا ایک لیکچر ہوا اور محض خدا کے فضل سے نہایت کامیاب ہوا۔کچھ دنوں کے بعد چوہدری صاحب تو واپس آ گئے اور میں اکیلا رہ گیا۔میں نے مکان تبدیل کر لیا۔لیکن جس مکان میں مَیں گیا۔اس کی لینڈ لیڈی سخت متعصب نکلی اور وہاں رہنے سے مجھے یہ نقصان ہوا کہ جو کوئی ملنے کیلئے آتا اُسے کہتی کہ یہ انٹی کرائسٹ (دجال) ہے اس کے بعد میں نے مناسب خیال کیا کہ لنڈن کو اپنا ہیڈ کوارٹر بناؤں۔چنانچہ اب میں نے برٹش میوزم کے پاس رسل سٹریٹ میں ایک مکان لیا۔وہیں مسٹر کوریو بھی رہتے تھے۔جو چوہدری صاحب کے ذریعہ مسلمان ہوئے تھے۔وہ ایک قابل شخص ہیں۔ان کا کام یہ ہے کہ انگریزی اخباروں کے تراجم اٹلی میں پہنچاتے ہیں اور اٹلی کے اخباروں کے تراجم انگریزی اخباروں میں دیتے ہیں۔ان سے مل کر کام شروع کیا۔اس طرح میں نے اس جگہ ایک مرکز قائم کر لیا اور مکان پر موٹا لکھ کر لگا دیا گیا۔''احمدیہ موومنٹ'' اس کو دیکھ کر بہت لوگ آتے تھے۔بعض اخبارات کے قائم مقام بھی آتے تھے۔بعض تو وہی باتیں شائع کرتے جو ہم انہیں بتاتے اور بعض ہنسی بھی کرتے۔لیکن ان کی ہنسی بھی ہمارے لئے مفید ہوتی تھی۔اس وقت میرا کام یہ تھا کہ خط وکتابت کے ذریعہ تبلیغ کرتا تھا اور جو لوگ پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ان کی تعلیم وتربیت کرتا تھا۔

''وہاں ایک بڑا ذریعہ مشنری کے اشتہار کا یہ ہے کہ وہاں کا پورا لباس اختیار نہ کرے۔بلکہ

ان سے کچھ امتیاز رکھے۔ کیونکہ اگر بالکل ان جیسا ہی لباس پہن لے تو پھر ان کیلئے کوئی توجہ کرنے کی وجہ نہیں ہوتی۔ میں وہاں پگڑی رکھتا تھا۔ لیکچروں اور ملاقات کے وقت پگڑی ہی ہوتی تھی۔ البتہ جب کسی دکان میں کچھ خریدنے کیلئے جاتا تو اس وقت ٹوپی پہن لیتا تھا۔ کیونکہ اگر پگڑی رکھے ہوئے دکان میں جائیں تو وہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ کوئی راجہ یا مہاراجہ ہے جو اپنے طرز کو نباہ رہا ہے اور اس پر مطلق ہمارے لباس وغیرہ کا اثر نہیں ہوا۔ اس غلط فہمی میں اندیشہ ہوتا تھا کہ شاید وہ اشیاء کی قیمت معمولی سے زیادہ نہ وصول کرلیں۔ پس میرا یہ طریق تھا کہ خرید وفروخت کے وقت ٹوپی اور باقی وقتوں میں پگڑی رکھتا تھا۔

''وہاں جو کچھ کام ہوتا تھا اس کی میں باقاعدہ رپورٹ حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور بھیجتا رہتا تھا۔ مگر جب ۱۹۱۷ء میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب پہنچ گئے تو پھر حالت ہی بدل گئی۔ کام بڑے پیمانے پر شروع ہوگیا۔ اور خدا کے فضل سے ہمیں دن بدن کامیابی ہونے لگی۔ اور ہندوستان کے اخبارات میں ہماری رپورٹیں باقاعدہ شائع ہونے لگیں۔

''اب خدا کے فضل سے ہمارا ذاتی مکان وہاں ہوگیا ہے۔ مکان کے باہر موٹا لکھا ہوا ہے۔ ''المسجد'' اور پھر لکھا ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامِ۔ پھر اس کے نیچے لکھا ہے۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ یہ بھی ہمارے اشتہار کا ذریعہ ہے۔ بہت سے لوگ ملاقات کیلئے آتے ہیں۔ کچھ ان میں سے ہدایات پاتے ہیں اور کچھ قریب ہوجاتے ہیں اور کچھ جیسے آتے ہیں ویسے کے ویسے ہی واپس چلے جاتے ہیں......... وہاں جاکر معلوم ہوا کہ اللہ جس کو چاہتا ہے اس کو ہدایت ہوتی ہے۔''(62)۔

مالی خدمات:

آپ کو بفضلہٖ تعالیٰ بہت سی مالی خدمات سلسلہ کا بھی موقعہ ملا ہے۔ مثلاً

(۱) آپ کی خوش قسمتی ہے کہ منارۃ المسیح کی تعمیر کا چندہ دینے کے باعث آپ کا نام وہاں اس طرح کندہ ہے۔''۱۴۹۔ قاضی عبداللہ بی۔اے قادیان''

(۲) تشحیذ الاذہان کی خدمت کا بھی موقع ملا۔ مثلاً رسیداتِ زر کیلئے دیکھئے سرورق ہائے ص۲ رسالہ جات بابت اگست وستمبر ۱۹۰۹ء۔ دسمبر ۱۹۱۳ء وجولائی ۱۹۱۴ء۔ سرورق ص۴ رسالہ اپریل ومئی ۱۹۰۹ء سرورق ص۳ رسالہ

اکتوبر ۱۹۰۹ء۔

(۳) آپ بفضلہٖ تعالیٰ موصی ہیں۔علاوہ ازیں تحریک جدید دفتر اوّل کی پانچ ہزاری فوج میں شامل ہیں۔

(۴) دفتر انصار اللہ مرکزیہ ربوہ کی تعمیر کیلئے آپ نے ایک سو روپیہ چندہ دیا۔(63)۔

(۵) تحریک وقف جدید کا اعلان سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء پر فرمایا۔السابقون الاوّلون میں قاضی صاحب کا نام درج ہے۔(64)۔

خدماتِ کشمیر:

کشمیر کمیٹی کا قیام کن حالات میں عمل میں آیا اور مہاراجہ کے مظالم سے اس مظلوم قوم کو آزاد کرانے کے لئے حضرت امام جماعت احمدیہ نے بنفس نفیس کیا کچھ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔اس کے تذکرہ کا یہ موقعہ نہیں۔اس دوران میں خاص وجوہات کی بنا پر آپ کو اس کمیٹی سے الگ ہونا پڑا لیکن پھر بھی ایک حد تک اس علاقہ کی بیوگان و یتامیٰ اور غریب طلباء کی پرورش صحیح رانمائی کے لئے اخبار ’اصلاح‘ سرینگر کے جاری رکھنے اور ان امور کے لئے رقوم مہیا کرنے کا کام کشمیر ریلیف فنڈ کمیٹی کے سپرد تھا۔تقسیم ملک تک قاضی صاحب سالہا سال سے اس کے سیکرٹری تھے۔آپ ہی سالانہ بجٹ تیار کر کے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے اس کی منظوری حاصل کرتے تھے اور اخبار ’اصلاح‘ کے طریق کار کی نگرانی رکھتے تھے۔

قاضی کے طور پر تقرّری:

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے آپ سالہا سال تک بطور قاضی بھی کام کرتے رہے۔مثلاً رپورٹ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ بابت ۴۳-۱۹۴۲ء ص ۱۱۰ پر آپ کا ذکر آتا ہے۔)

قابلِ قدر اسوہ:

اپنی تبلیغی مساعی اور قربانیوں کے باعث قاضی صاحب ایک قابل قدر نمونہ ہیں چنانچہ حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا:

> ’’میں....... حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کی تعمیل میں (جو حضور نے ڈلہوزی سے مجھے بھیجا ہے) آپ کو مدرسہ تعلیم الاسلام کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔
>
> ’’یہ کوئی مخفی امر نہیں کہ اس مدرسہ کو حضرت مسیح موعودؑ نے ایک خاص تحریک کے ماتحت جاری فرمایا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توجہ اور دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ یہ........ آج اللہ تعالیٰ

کے فضل سے ایک کامیاب ہائی سکول ہے۔اس مدرسہ میں جماعت کے سینکڑوں بچوں نے تعلیم پائی۔اوران میں بہت بڑی تعداد دنیا کی زندگی کے مختلف شعبوں میں کامیاب زندگی بسر کررہے ہیں۔ اور دینی حیثیت سے انگلستان اور ماریشس کے مشنری قاضی عبداللہ صاحب اور مولوی غلام محمد صاحب بھی اسی سکول کے طالب علم ہیں۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے اور چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے سلسلہ کی خدمت کیلئے جو کام کررہے ہیں وہ بھی کوئی پوشیدہ بات نہیں۔ یہ واقعات میں نے مدرسہ کی عظمت اوراس کے نتائج کی عمدگی کیلئے پیش کئے ہیں''۔(65)۔

اسی طرح شیخ محمود احمد صاحب عرفانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

''تم نے صرف اپنے نفسوں سے ہی جنگ نہیں کرنی۔ بلکہ شیطان کی فوج کو شکست دینی ہے۔تمہارا مقابلہ صرف ایک مذہب سے نہیں بلکہ دنیا کے ادیان سے ہے۔ بلکہ خود اپنے گھر کے اندر مسلم کہلانے والوں کی اصلاح کی از حد ضرورت ہے........ ہم کوایک سیال۔ایک نیّر۔ایک صادق۔ایک قاضی عبداللہ یا ایک صوفی مبارک علی۔غلام محمد۔عبیداللہ پرخوش نہیں ہوجانا چاہئے۔ بلکہ جب تک تم ہزاروں .... نہ پیدا کرلو۔تم یقین جانو کہ تم نے کچھ بھی کام نہیں کیا۔''(66)

سلسلہ کے لٹریچر میں ذکر:

جماعت احمدیہ کا ممتاز رکن ہونے کے باعث ہمیشہ ہی سلسلہ کے اخبارات میں آپ کا ذکر آتا رہا ہے۔ اس موقعہ پر چند ایک حوالے درج کرتا ہوں۔

(۱) ''رپورٹ محکمہ زراعت جماعت احمدیہ'' بابت ۱۹۱۹ء ص ۸

(۲) راجپال نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بے حد گستاخانہ کتاب شائع کی تھی۔جسٹس دلیپ سنگھ نے اسے بری کردیا۔کہ وہ قانون کی زد میں نہیں آتا۔یہ فیصلہ مسلمانوں کی حد درجہ دلآزاری کا موجب ہوا۔اس بارہ میں مسلم آؤٹ لُک کے ایڈیٹر وغیرہ نے احتجاج کیا تو وہ گرفتار کرلئے گئے کہ ہائی کورٹ کے جج کی ہتک ہوئی ہے اس موقعہ سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فائدہ اٹھا کر کئی ایک مفید تحریکات مسلمانوں میں کیں۔جن کے نتائج بہت دُوررَس تھے۔اوران کی افادیت شک وشبہ سے بالاتھی۔اس کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں۔ایک اور جلد میں جو عنقریب شائع ہوگی۔زیادہ تفصیل درج کی جائیگی۔

ان ایام میں تمام مسلمان حضرت امام جماعت احمدیہ کی آواز پر کان دھرنے لگ گئے تھے۔اور حضرت نے ان ایام میں مسلمانوں کو ان کی اقتصادی بدحالی و دیگر اقسام کی پسماندگی کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی اور حضور صلعم کی عزت و ناموس کے تحفظ کے سامان بھی حکومت کو مجبوراً کرنے پڑے۔اور حضور کی تجاویز کے مطابق صدائے احتجاج مؤثر ثابت ہوئی۔

اس تعلق میں ۲۲ جولائی ۱۹۲۷ء کو ہندوستان بھر میں احتجاجی جلسے کئے گئے۔قادیان کا جلسہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صدارت منعقد ہوا۔جس میں تیرہ قراردادیں منظور ہوئیں۔ایک کے مؤید قاضی صاحب تھے۔

(۳) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے نمائندہ کے طور پر محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر نے مسجد جرمنی کی افتتاحی تقریب میں شرکت کی۔اور یورپ کے احمدی مشنوں کا معائنہ کرنے اور دیگر نو یورپین ممالک میں اسلام کی اشاعت کے وسیع تر امکانات کا جائزہ لے کر واپس آنے پر ربوہ میں پُر جوش استقبال ہوا۔اس موقعہ پر جو بزرگ شامل تھے۔ان میں قاضی صاحب کا نام بھی مرقوم ہے۔(67)۔

(۴) مکرم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب و مکرم سید محمود احمد صاحب ناصر کی لندن سے مراجعت پر ۴/اکتوبر ۱۹۵۷ء کو ربوہ ریلوے سٹیشن پر استقبال کرنے والوں میں قاضی صاحب کا اسم گرامی بھی درج ہے۔(68)۔

(۵) آپ کا ایک اعلان الفضل مورخہ ۱۵/۶/۵۸ (ص ۴ پر) درج ہے۔

(۶) ۲۵/ستمبر ۱۹۵۵ء کو جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سفر یورپ سے مراجعت فرمائے ربوہ ہوئے تو اس تعلق میں مرقوم ہے۔

> ''حضور کیساتھ مصافحہ کا شرف حاصل کرتے ہوئے ضعیف العمر صحابہ کی حالت غیر ہوئی جاتی تھی۔جوشِ مسرت سے ان پر رقت کا عالم طاری تھا۔ان میں سے بعض بے اختیار ہو کر ہاتھ پھیلاتے ہوئے حضور کی طرف دوڑ پڑے۔مسیح پاک کے ان حواریوں کا اپنے اس امام کی طرف بے تابانہ بڑھنا جو حسن و احسان میں خود مسیح پاک کا نظیر ہے ایک عجیب روح پرور منظر کا حامل تھا کہ جس کی یاد کبھی نہیں بھول سکتی۔حضور نے صحابہ کرام کو شرفِ دید دیا۔اور شرف مصافحہ سے نوازتے ہوئے ان سے ان کا احوال پوچھا۔'' یہ سولہ صحابی تھے۔جن میں محترم قاضی محمد عبداللہ صاحب افسر لنگر خانہ بھی شامل تھے۔(69)

ایک جنازہ میں شمولیت اور آخری دعاء کرانے کا ذکر الفضل ۱۳/۱/۵۹ ص ۱ پر درج ہے۔

خاندان قاضی صاحب پر برکاتِ احمدیت:

حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے آپ سے دلی محبت واخلاص رکھنے والوں کے بارے میں بمقام ہوشیار پور ۱۸۸۶ء میں بذریعہ وحی خوشخبری دی تھی کہ:

''میں تیرے خالص اور دِلّی محبّوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا۔ اوران کے نفوس واموال میں برکت دوں گا۔ اوران میں کثرت بخشوں گا اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔ خدا انہیں نہیں بھولے گا اور فراموش نہیں کرے گا۔ اور وہ علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے۔'' (70)

اس پیشگوئی کو ہم تمام صحابہؓ میں پورا ہوتے دیکھتے ہیں بلکہ ان کی اولاد بھی برکات کی وارث ہورہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اسلام کے اس دورِ ثانی میں خدمات اسلام واعلائے کلمۃ اللہ کے بے شمار و بے نظیر مواقع میسر فرمائے ہیں۔ حضرت مسیح ومہدی کے ہاتھوں ایسے خزائن ہمیں دیئے جارہے ہیں کہ خزائن کی وسعت کی کوئی حدّ نہیں۔ لینے والے اپنی طاقت ومساعی کے مطابق جس قدر چاہیں قبول کریں۔ ورنہ دینے والے کی طرف سے کوئی حد و بست نہیں۔ یہ مواقع ہمارے آباؤ اجداد کو میسر نہیں آئے۔ سو حضرت اقدسؑ کا الہام یَنْقَطِعُ اٰبَآؤُکَ وَ یُبْدَءُ مِنْکَ (71) حضور کی اتباع کے باعث آپ کے اتباع میں بھی پورا ہو کر فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ * الخ کے وجد آفرین اور ایمان افروز مناظر پیش کررہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری اولاد در اولاد کو خلافت کے دامن سے ہمیشہ وابستہ رہنے کی توفیق عطا کرے۔ تا ان برکات اور روحانی خزائن کے ہمیشہ وارث اور انوار وافضال الٰہیہ کے مورد بنتے رہیں۔ آمین یارب العالمین۔

یہ امر باعث مسرت ہے کہ حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ کی ساری اولاد بھی خلافت سے وابستہ ہے اور خدمات کے مواقع پارہی ہے۔ قاضی عبدالرحیم صاحبؓ۔ قاضی محمد عبداللہ صاحبؓ اور محترمہ امتہ الرحمٰن صاحبہؓ کی خدمات کا ذکر اوراق سابقہ میں ہو چکا ہے۔ آپ کی اولاد میں سے قریباً سارے مرد وزن جو پانچ درجن کے لگ بھگ ہونگے۔ مُوصی ہیں اور تحریک جدید اور دیگر مالی خدمات میں بالعموم شرکت کرتے ہیں۔ قاضی عبدالسلام صاحب عرصہ سے جماعت احمدیہ نیروبی مشرقی افریقہ کے صدر ہیں۔ مشرقی افریقہ کے تبلیغی تذکرہ میں (جو صدر انجمن احمدیہ کی سالانہ رپورٹ بابت ۳۸۔۱۹۳۷ء میں شائع ہوا ہے۔) آپ کا شمار ان افراد میں ہوا ہے جو خاص طور پر انفرادی تبلیغ کرتے ہیں۔ (ص ۶۹) علاوہ ازیں ریویو آف ریلیجنز (اردو) بابت دسمبر ۱۹۲۴ء جولائی

* سورۃ النور۔ آیت ۳۷

۱۹۲۵ء۔فروری ۱۹۲۶ء اور مئی ۱۹۲۶ء وغیرہ سے ظاہر ہے کہ آپ قلمی خدمت میں بھی نمایاں حصہ لیتے ہوئے اہم مضامین کے تراجم قارئین کے لئے مہیا کرتے رہے ہیں۔

روایات

ذیل میں روایات درج کی جاتی ہے۔گو یہ زمانہ روایات محفوظ کرنے کا ہے۔تاہم حتیٰ المقدور چھان بین کر لی جاتی ہے۔ پہلے حضرت عرفانی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ کرتا رہا ہوں۔اور اب بعض روایات پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالیٰ نے ازراہ شفقت اپنا قیمتی مشورہ عنایت فرمایا ہے۔**فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔**

(۱) روایات حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ

(۱) حضرت عرفانی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر کرتے ہیں:

حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ .... ۱۹۰۰ء میں ایک مرتبہ یہاں آئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے۔انہوں نے بہت سی مفید باتیں اور آپ کے کلمات طیبات ایک مخلص دوست کو تحریر فرمائے۔منجملہ ان کے آج ایک کا ذکر کرتا ہوں۔آپ نے لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

”زندگی کی زیادہ خواہش اکثر گناہوں اور کمزوریوں کی جڑ ہے۔ ہمارے دوستوں کو لازم ہے کہ مالک حقیقی کی رضا میں اوقات عزیز بسر کرنے کی ہر وقت کوشش رکھیں۔ورنہ آج چل دینے اور مثلاً پچاس سال کے بعد کوچ کرنے میں کیا فرق ہے۔جو آج چاند سورج ہے وہی اس دن ہوگا۔جو انسان نافع الناس اور اس کے دین کا خادم ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ خود بخود اس کی عمر اور صحت میں برکت ڈال دیتا ہے۔اور شر النّاس کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔آپ سب کام ہر حال خدا میں ہو کر کریں۔خود اللہ تعالیٰ آپ کو محفوظ رکھے گا۔“

یہ الفاظ بھی فرمائے کہ ”تیس سال سے زیادہ عرصہ گذرتا ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے صاف لفظوں میں فرمایا کہ تیری عمر اسی برس یا دو چار اوپر نیچے ہوگی۔اس میں بھی یہی بھید ہے کہ جو کام مجھے سپرد کیا ہے۔اس قدر مدّت میں تمام کرنا منظور ہوگا۔لہذا مجھے اپنی بیماری میں کبھی

موت کا غم نہیں ہوتا۔'' (72)۔

(۲) حضرت قاضی صاحب اپنے روزنامچہ میں ۱۴/اکتوبر **۱۹۰۲ء** میں تحریر کرتے ہیں۔

''از حضرت اقدسؑ بابت جلد چار عدد کشتی نوح۔ایک روپیہ۔بوقت انکار کہا کیا اجرت حرام ہے۔پس میں نے چپ کر کے لے لیا۔''

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ قاضی صاحب نے چار عدد کتاب کشتی نوح کی جلد بندی کی۔جس کی اجرت حضرت اقدسؑ نے ایک روپیہ دی۔تو قاضی صاحب نے حضور کی ذات بابرکات کے احترام کے پیش نظر اجرت نہ لینا چاہی اس پر حضور نے فرمایا۔''کیا اجرت حرام ہے؟''

(۳) مولوی محمد عبداللہ صاحب بوتالویؓ لکھتے * ہیں کہ

قاضی ضیاء الدین صاحب مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے سنایا کہ سردار فضل حق صاحبؓ ساکن دھرم کوٹ کے اسلام لانے کا واقعہ ہمارے سامنے ہوا تھا۔جب سردار صاحب عید کے دن قادیان آ کر مسلمان ہوئے اور اس کے بعد کچھ دن قادیان ٹھہرے تھے۔ان کے دیگر رشتہ داران اس عرصہ میں چڑھائی کر کے آئے اور ان کو اسلام سے ہٹا کر واپس سکھ مت میں لانے کی کوشش کرتے رہے۔چنانچہ ایک دن ایک جتھ سکھوں کا آیا۔جس میں بوڑھے بوڑھے اور اپنے مذہب کے واقف لوگ بھی تھے۔اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک میں فروکش تھے۔وہ لوگ بھی مسجد مبارک میں ہی آ گئے۔اور غیظ وغضب سے بھرے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔انہوں نے اسلام پر اعتراض کرنے شروع کر دیئے۔چنانچہ انہوں نے سوال کیا کہ مرجا جی! ہمیں یہ بتاؤ کہ جس ملک میں چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے کی رات ہوتی ہے۔وہاں مسلمان کیا کریں گے اور چھ مہینہ کا روزہ کس طرح رکھ سکیں گے۔اور نمازوں کے وقت کس طرح معلوم کریں گے۔یہ سوال انہوں نے اپنے خیال میں عقدۂ لاینحل سمجھ کر پیش کیا۔لیکن حضرت اقدسؑ نے نہایت آسانی کے ساتھ فوراً جواب دیا کہ اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں کہ جو انسانی طاقت سے باہر ہو۔لہذا اگر انسان چھ مہینے کا روزہ

---

* مولوی صاحبؓ کی روایات نمبر ۳ تا ۷ ہیں۔جو انہوں نے قاضی صاحب سے سُن کر قلم بند کر رکھی تھیں۔اور اب خاکسار مؤلف کو مولوی صاحب کے صاحبزادہ اخویم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری سیدنا خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے حاصل ہوئی ہے۔

نہیں رکھ سکتا۔ تو نہ رکھے۔ اس صورت میں اس پر کوئی گناہ نہیں۔ رہا نماز کے وقتوں کا سوال ۔سو آج کل تو گھڑیوں کے ذریعہ نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں اور دن اور رات کا اندازہ بھی اس مقام پر شرق اور غرب کے لحاظ سے کیا جاسکتا ہے۔ اس پر وہ سکھ خاموش اور لاجواب ہو گئے۔ اور جو اعتراض کا پہاڑ بنا کر وہ لائے تھے۔ وہ حضورؑ نے ذرا سی پھونک سے ہی اُڑا دیا۔''

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ سردار فضل حق صاحب سابق سُندر سنگھ موصوف ۱۲ نومبر ۱۸۹۹ء کو سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر اسلام قبول کر کے جماعت میں داخل ہوئے۔(73)

(۴) مولوی محمد عبداللہ صاحبؓ بوتالوی لکھتے ہیں کہ :

''قاضی ضیاء الدین صاحبؓ مرحوم نے مجھ سے ذکر فرمایا کہ اگر چہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ علم طبّ میں بہت کمال رکھتے تھے لیکن ہم نے دیکھا ہے کہ بعض اوقات کسی طبی مسئلہ میں ان کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اختلاف ہوجاتا تو تبادلہ خیالات کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دلائل کے لحاظ سے مولوی صاحبؓ پر غالب ہی آجاتے تھے اور مولوی صاحب کو لاجواب ہو کر آخر قائل ہی ہونا پڑتا تھا۔''

(۵) مولوی محمد عبداللہ صاحب بوتالویؓ لکھتے ہیں کہ :

''قاضی ضیاء الدین صاحبؓ احمدیت سے پہلے اہل حدیث کا عقیدہ رکھتے۔ اور مولوی عبداللہ صاحب غزنویؒ اور ان کی اولاد سے عقیدت رکھتے تھے۔ ان کے ذریعہ سے ان کے گاؤں کے مالکان بھی اہل حدیث ہو گئے تھے۔ چنانچہ قاضی صاحب ہی ان کے امام اور استاد اور طبیب بھی تھے۔ اور اس وجہ سے وہ لوگ ان کی بہت عزت اور خدمت کرتے تھے۔ احمدیت کی وجہ سے وہ لوگ سخت مخالف ہو گئے۔ اور قاضی صاحب سے اپنے تمام تعلقات قطع کر لئے۔ جب قاضی صاحب نے اس طور کے مقاطعہ کا اظہار حضرت اقدسؑ سے کیا تو حضور بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ قاضی صاحب اچھا ہوا کہ یہ بھی ایک بت تھا جو ٹوٹ گیا۔''

(۶) مولوی محمد عبداللہ صاحب بوتالویؓ تحریر کرتے ہیں کہ:

''قاضی ضیاء الدین صاحب مرحومؓ نے خاکسار راقم سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ہم مہمانان قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستر خوان پر حضورؑ کے ہمراہ کھانا کھا رہے

تھے۔مولوی برہان الدین صاحبؓ جہلمی جو کہ نہایت اعلیٰ درجہ کے فاضل تھے۔اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لاکر اخلاص میں بہت ہی بڑھ گئے ہوئے تھے وہ بھی اس دستر خوان پر کھانا کھا رہے تھے۔چونکہ بڑھاپے کی وجہ سے ان کے دانت نکل چکے ہوئے تھے۔ اس لئے کسی قدر تکلیف سے کھانا کھاتے تھے۔اور میں بھی دانت نکل جانے کی وجہ سے تکلیف سے روٹی کھا رہا تھا۔حضورؑ نے ہم دونوں کی اس تکلیف کو دیکھ کر کھانا پکانے والے خادم سے جو وہیں موجود تھا۔فرمایا کہ قاضی صاحب کو روٹی چبانے میں تکلیف ہورہی ہے۔ اس لئے ایسے مہمانوں کے لئے چاولوں کا یا نرم روٹی کا انتظام کردیا کریں اور ساتھ ہی مولوی برہان الدین صاحب کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ مولوی صاحب کے بھی دانت تو نہیں۔لیکن یہ تجربہ کار معلوم ہوتے ہیں۔اور اپنے تجربہ کے ذریعہ سے کسی قدر سہولت پیدا کر لیتے ہیں۔لیکن قاضی صاحب ابھی ناتجربہ کار ہیں۔''

مولوی محمد عبداللہ صاحبؓ موصوف لکھتے ہیں کہ اس واقعہ سے ایک تو یہ پایا جاتا ہے کہ حضرت اقدسؑ کو اپنے مہمانوں کی خاطر مدارت اور ان کی ذرا ذرا سی تکلیف کا کس قدر احساس ہوتا تھا کہ بغیر کسی کے اظہار تکلیف کے خود بخود ان کی آسانی اور آرام کا انتظام فرما دیتے۔دوسرے یہ کہ مولوی برہان الدین صاحبؓ چونکہ خوش طبع انسان تھے۔اس لئے ان کی تکلیف کا اظہار بھی خوش طبعی کے رنگ میں فرمایا۔اور بعض اوقات (حضور) اپنے احباب کے ساتھ بے تکلفانہ مذاق کر کے ان میں بھی شگفتگی پیدا کر دیتے تھے۔

(۷) مولوی عبداللہ صاحب بوتالویؓ تحریر کرتے ہیں کہ:

''قاضی ضیاء الدین صاحبؓ مرحوم نے خاکسار سے خطبہ الہامیہ کے سنانے کا واقعہ اپنے مشاہدہ کے رُو سے مفصّل سنایا تھا۔اگرچہ یہ واقعہ مشہور ہے اور روز روشن میں کئی لوگوں کے سامنے ظہور میں آچکا ہے۔لیکن ہر ایک دیکھنے اور سننے والا اپنے مذاق کے مطابق اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔اور پھر اپنے مذاق کے رنگ میں ہی دوسروں کے آگے بیان کرتا ہے۔اس لئے قاضی صاحب مرحوم کا بیان کردہ حال جہاں تک میرے ذہن میں محفوظ ہے۔اس جگہ تحریر کر دیتا ہوں۔ممکن ہے کہ کوئی حصہ اس کا شائع شدہ حالات سے زائد ہو۔اور اس کا اظہار دوسروں کیلئے مفید ہو۔

''قاضی صاحب نے فرمایا کہ وہ واقعہ عید الاضحیٰ کا تھا۔ جس کی وجہ سے ہم اور کئی دیگر مشتاقین حضورؑ کی زیارت اور ارشادات سے فیض یاب ہونے کیلئے دور دور سے آئے ہوئے تھے۔ اگلے دن عید تھی۔ لیکن حضرت اقدسؑ اچانک دورہ اسہال سے سخت بیمار ہو گئے۔ احباب جماعت کو بہت فکر تھا کہ حضرت اقدسؑ کی بیماری کی وجہ سے ہمیں حضورؑ کی صحبت اور ارشادات سے محروم نہ رہنا پڑے۔ چنانچہ رات کو حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ حضرت اقدسؑ کی عیادت اور مزاج پرسی کے واسطے جب اندر تشریف لے گئے تو انہوں نے آئے ہوئے مہمانوں کے جذبات اور اشتیاق کی ترجمانی کرتے ہوئے عرض (کرکے دریافت) کیا کہ کیا حضور کل عید پر تشریف لے جائیں گے۔ اس پر حضورؑ نے فرمایا کہ مفتی صاحب۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ بیماری کے دورہ سے کس قدر ضعف ہو رہا ہے۔ اس حالت میں مَیں کس طرح جا سکتا ہوں۔ چنانچہ جب حضرت مفتی صاحبؓ نے حضرت اقدسؑ کا یہ حال اور یہ فرمان باہر آ کر مشتاقین اور منتظرین کو سنایا تو سب پر افسردگی چھا گئی اور حضرت اقدسؑ کی صحت و عافیت کیلئے دعائیں ہونے لگ گئیں۔ رات گذر گئی۔ اگلے دن یعنی عید کی صبح کو جب حضرت مفتی صاحبؓ کو حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ ملا تو حضورؑ نے ان کو دیکھتے ہوئے نہایت خوشی کے لہجہ میں فرمایا کہ مفتی صاحب ہم نے تو کل آپ کو جواب ہی دے دیا تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے آپ کی درخواست کو منظور فرما لیا ہے۔ لیکن ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف سے الہاماً ارشاد ہوا ہے کہ اس موقعہ پر ہم کچھ تقریر کریں۔ سو اگرچہ اس وقت تک ہم اپنے ضعف کی وجہ سے اس قابل نہیں ہیں کہ باہر جا سکیں۔ یا کچھ سنا سکیں۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ اس لئے ہمیں یقین ہے کہ وہ اس کی طاقت اور توفیق بھی عطا کر دے گا۔

''جب حضرت مفتی صاحب باہر تشریف لائے تو انہوں نے حاضر آمدہ مہمانان کو حضرت اقدسؑ کی طرف سے یہ بشارت سُنا دی اور لوگوں میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اس کے بعد جب حضورؑ مسجد اقصیٰ میں عید کی نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ تو ضعف کی وجہ سے احباب کے سہارا دینے سے حضورؑ نے راستہ طے کیا۔ لیکن خطبہ پر کھڑا ہوتے ہی حضورؑ کو اللہ تعالیٰ نے خاص طاقت اور توانائی عطا فرمائی۔ چنانچہ حضورؑ نے پہلے اردو میں تقریر فرمائی

اس وقت گاؤں کے کچھ ہندو اور آریہ بھی آ کھڑے ہوئے تھے۔ اس لئے حضورؑ نے اپنی اس تقریر میں ان کو بھی تبلیغ فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا کہ اب ہماری حالت الہام کی طرف منتقل ہونے لگی ہے۔ اس لئے دو اصحاب کاغذ اور قلم دوات لے کر بیٹھ جائیں اور جو کچھ ہم بولتے جائیں وہ لکھتے جائیں۔ اگر کوئی لفظ پوچھنا ہو تو اسی وقت پوچھ لیں۔ پھر نہیں بتایا جاسکے گا۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ نے عربی زبان میں فصیح و بلیغ تقریر کرنی شروع کردی اور حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اور حضرت عبدالکریم صاحبؓ لکھنے لگ گئے اور جہاں کہیں کسی لفظ کا اشتباہ ہوتا تھا دہرا کر پوچھ لیتے تھے۔ اور حضرت اقدسؑ انہیں بتلا کر پھر آگے اصل مضمون بیان کرنا شروع کردیتے تھے۔ قاضی صاحب کا بیان ہے کہ مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو زیادہ الفاظ پوچھنے پڑتے تھے۔ اور مولوی نورالدین صاحبؓ کو ان کی نسبت کم الفاظ دریافت کرنے کی ضرورت پڑتی۔ لیکن باوجود اس قدر علم و فضل کے بعض ایسے الفاظ بھی انہوں نے دریافت کئے کہ مثلاً یہاں سٓ ہے یا صٓ۔ زٓ ہے یا ظٓ۔ وغیر وغیرہ۔ لیکن حضرت اقدسؑ اس طرح آسانی کے ساتھ بتاتے جاتے تھے کہ گویا حضورؑ کے سامنے لکھا ہوا موجود ہے۔ اور حضورؑ اس کو پڑھتے جارہے ہیں۔ حضور کا چہرہ اس وقت نہایت تاباں و درخشاں تھا۔ اور جلال آ گیا تھا۔ وہ بیماری کا ضعف اور رنگ کی زردی دور ہوگئی تھی۔ جب خطبہ ختم ہوا تو حضور اس طرح بیٹھے کہ جیسے ایک کمزور اور ضعیف انسان تھک کر بیٹھتا ہے۔ اور حضورؑ کے جسم کو دبانا شروع کیا گیا۔ حضورؑ کی وہ حالت ربودگی اور بے خودی کا رنگ رکھتی تھی۔ اور حضورؑ بے اختیار ہو کر بول رہے تھے۔ یہاں تک کہ حضور نے خاتمہ تقریر کے بعد اس لکھی ہوئی تقریر کو ملاحظہ کے واسطے طلب فرمایا۔ اور نہایت خوشی سے اس کو دوبارہ پڑھا۔ اور اس کو خوش خط لکھوانے اور کوشش سے چھپوانے کے واسطے انتظام فرمایا۔ چنانچہ غالباً صفحہ ۳۸ تک کا حصہ مطبوعہ خطبہ میں وہی ہے جو اس وقت حضرت اقدسؑ نے کھڑے کھڑے بصورت الہام فرمایا۔ اور امابعد سے آگے کا حصّہ تصنیف بعد میں تحریر فرمایا۔''

خاکسار مؤلّف عرض کرتا ہے کہ خطبہ الہامیہ والی عید ۱۱/ اپریل ۱۹۰۰ء کو ہوئی تھی۔

(۲) روایات محترمہ امتہ الرحمٰن صاحبہؓ

(۱) قاضی محمد عبداللہ صاحب نے بیان کیا کہ

''میری ہمشیرہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ حضورؑ کیلئے یخنی پکائی گئی۔ غفلت سے اس میں مکھیاں پڑ گئیں۔ دادی نے شور ڈال دیا کہ مکھیاں پڑ گئیں ہیں۔ فرمایا اب ہم نہیں پئیں گے۔ اس نے کہا اور کسی کو پلا دیں گے۔ فرمایا جس کو ہم نہیں پیتے کسی کو بھی نہیں پینے دیں گے۔ چنانچہ حضورؑ کے حکم سے وہ یخنی گرادی گئی۔'' (74)

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ منشی شادی خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہؓ جو حضور اقدسؑ کے گھر میں خدمت کرتی تھیں۔ دادی کے نام سے مشہور تھیں۔

(۲) ''ایک دن حضور علیہ السلام بڑی بے تابی سے اِدھر اُدھر کوئی کپڑا سر پر باندھنے کیلئے ڈھونڈ رہے تھے۔ شاید پگڑی کہیں ملتی نہ تھی اور نماز کیلئے جلدی تھی تو حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دوپٹہ ہی پڑا مل گیا۔ جلدی سے وہ لے کر سر پر لپیٹ لیا اور نماز ادا فرمائی''

(۳) ''ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب غالباً کرم دین کے مقدمہ کے سلسلہ میں گورداسپور تشریف لے جانے والے تھے تو مجھے ارشاد فرمایا کہ امتہ الرحمٰن تم بھی اس مقدمہ کے متعلق استخارہ کرو۔ تو میں نے عرض کیا کہ حضور! مجھے تو استخارہ کی دعا نہیں آتی۔ تب حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم سونے سے پہلے گیارہ دفعہ درود پڑھ لو تو یہی دعائے استخارہ کا کام دے گا۔ چنانچہ اس ارشاد پر میں نے عمل کیا اور اس کے بعد میں ہمیشہ اسی طرح درود پڑھ کر استخارہ کرتی ہوں۔ اور جب بھی کرتی ہوں تو مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضرور ہی استخارہ کا جواب مل جاتا ہے۔'' (75)

۳۔ روایات حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحبؓ *

شیخ محمود احمد صاحب عرفانیؓ مدیر الحکم تحریر فرماتے ہیں۔

''قاضی محمد عبداللہ صاحب اپنے والد کے ساتھ بغرض حصول تعلیم مارچ ۱۹۰۰ء میں قادیان آئے اور

---

* آپ نے ۲۰/۴/۳۱ کو ''ذکر حبیب'' کی مجلس میں روایات بیان کی تھیں۔ جو الحکم ۱۴/۲/۳۶ میں چھپ گئیں۔ لیکن قلمبند ہونے کے بعد آپ سے ان کی نظر ثانی نہیں کروائی گئی تھی۔ چنانچہ خاکسار مؤلف کے عرض کرنے پر آپ نے نظر ثانی کر کے ان کی افادیت میں اضافہ کر دیا ہے۔

چھٹی جماعت میں داخل ہوئے قاضی صاحب نے صحبت کا لمبا عرصہ پایا۔ چونکہ وہ زمانہ طالب علمی کا تھا۔اس لئے زیادہ روایات یاد نہ رکھ سکے۔تاہم بہت کچھ اس زمانہ کے متعلق آپ کے ذہن میں نقشہ موجود ہے۔ (76)

(۱)''۱۰/اپریل ۱۹۰۰ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبہ الہامیہ مسجد اقصیٰ کے درمیانی در میں کھڑے ہو کر دیا تھا۔اور حضورؑ کے دونوں طرف حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ بیٹھے ہوئے لکھتے جاتے تھے۔آخر میں حضورؑ نے سجدہ شکر کیا تھا اور جماعت بھی اس سجدہ میں شامل ہوئی تھی۔الحمدللہ کہ خاکسار کو بھی خطبہ الہامیہ سننے اور سجدۂ شکر میں شامل ہونے کا موقعہ ملا تھا۔

(۲)مارچ ۱۹۰۰ء میں جب میں قادیان آیا اسی سال ۲۰ جون کو میری بڑی ہمشیرہ آمنہ بیگم زوجہ قاضی نظیر حسین صاحب فوت ہو گئیں۔ * ۔والد صاحب نے میرے خط میں حضرت مسیح موعود کے نام بھی ایک خط ارسال کیا تھا۔ میں نے وہ لے جا کر حضورؑ کی خدمت میں پیش کیا تو حضورؑ نے مجھ سے پوچھا کہ تمہاری کتنی بہنیں ہیں۔میں نے عرض کیا کہ تین۔پھر فرمایا کہ کہاں کہاں بیاہی ہوئی ہیں۔میں نے تفصیل عرض کی۔فرمایا اچھا اب دو بہنیں ہیں۔ پھر فرمایا سب نے مرنا ہے۔اچھا میں قاضی صاحب کو خط لکھوں گا۔اس طرح سے حضور نے میرے ساتھ بھی تعزیت فرمائی۔اور والد صاحب سے بھی۔

''میری ہمشیرہ امۃ الرحمٰن حضرت مسیح موعودؑ کے دار میں حضرت ام المومنین کی خدمت میں رہتی تھیں۔ میں کبھی کبھی ہمشیرہ صاحبہ کی ملاقات کیلئے جاتا تھا۔سیڑھیوں کے پاس ہی اندر جانے کا راستہ تھا۔ میں وہاں دروازے پر کھڑا ہو کر آواز دیتا۔ بہن جی! کبھی وہ سُن کر آجاتیں اور کبھی کوئی اور جواب دیتا۔کبھی ایسا ہوتا کہ کوئی وہاں نہ ہوتا تو کوئی جواب نہ دیتا۔ حضرت اقدسؑ جو برآمدے میں ٹہل رہے ہوتے یہ معلوم کر کے کہ کوئی نہیں سنتا۔تشریف لے آتے اور حضور خود میری بہن کو بلاتے اور فرماتے امۃ الرحمٰن تمہارے بھائی آئے ہیں۔ باوجود اس کے میں بچہ تھا حضورؑ تو کا لفظ نہیں استعمال فرماتے تھے۔

(۴)''جن ایام میں مسجد مبارک کے نیچے گول کمرے کے غربی جانب مخالفین نے دیوار

* قاضی صاحب کا بیان ہے قاضی نظیر حسین صاحب مرحوم صحابی نہیں تھے۔بعد میں احمدی ہو گئے تھے۔

چُن دی تھی۔ جس کی وجہ سے مہمانان اور طلباء کو مسجد میں آمد ورفت میں بڑی تکلیف ہوتی تھی اور اوپر سے دور کا چکر کاٹ کر آنا پڑتا تھا۔ حضورؑ نے اس تکلیف کا احساس فرماتے ہوئے اپنے گول کمرے کا شرقی دروازہ اور سیڑھیوں کے پاس والا دروازہ دونوں کھول دیئے تھے۔ تا احباب وہاں سے گذر جایا کریں اور ان کو تکلیف نہ ہو۔

(۵) ''ہم بچوں میں بھی حضورؑ کی خدمت کا بڑا شوق تھا۔ ایک دفعہ میں اور میرے ہم جماعت مرحوم ملک محمد حسین ولد ملک غلام حسین صاحب رہتاسی مرحوم نے ارادہ کیا کہ ہم حضرت اقدسؑ کو جبکہ حضورؑ کو ایک اہم تصنیف کے کام کیلئے رات بھر مصروف رہنا تھا۔ عشاء کے وقت سے دباتے رہیں گے۔ چنانچہ جب حضور روشنی کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھے لکھنے میں مصروف تھے۔ تو ہم دبانے لگ گئے اور دیر تک دباتے رہے۔ جب حضورؑ کو ہماری طرف توجہ ہوئی اور خیال آیا کہ بہت دیر ہوگئی ہے تو فرمایا۔ اب تم جاؤ۔ ہم نے عرض کیا کہ نہیں حضور۔ ہم ٹھہریں گے۔ مگر حضور نے ہمیں بھیج ہی دیا۔''

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ ملک محمد حسین صاحب مرحوم کی دنیوی ترقی کے متعلق حضرت اقدسؑ کی ایک پیش خبری ''محمد حسین ڈپٹی کمشنر بنے گا'' (77)۔ جو غیر معمولی حالات میں پوری ہوئی جبکہ وہ مشرقی افریقہ چلے گئے۔

(۶) ''ان ایام میں حضور احباب کے ساتھ دوپہر کا کھانا بیت الفکر میں اور شام کا کھانا مسجد مبارک کی چھت پر تناول فرماتے تھے۔ اور مجھے بھی ہر دو مقامات پر حضور کی معیت میں کھانا کھانے کا کئی بار موقعہ ملا ہے۔ **فالحمد للّٰہ علی ذالک۔**

(۷) مسجد مبارک ابھی چھوٹی تھی اور اس کی توسیع نہیں ہوئی تھی۔ موسم گرما میں نماز مغرب کے بعد مسجد کے شاہ نشین پر سامنے مغرب کی طرف درمیان میں حضور علیہ السلام تشریف فرما ہوتے اور حضورؑ کے دائیں اور بائیں طرف کونوں میں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ بیٹھتے اور دیگر احباب حلقہ کر کے بیٹھ جاتے۔ اور حضور کی ایمان پرور گفتگو سے لطف اندوز ہوتے۔

(۸) ''ایک دفعہ ایک شخص آیا اور اس نے تین سو روپے کا سوال کیا۔ اور اس پر بڑا اصرار کیا۔ اور قرآن شریف حضور کے زانو پر رکھ دیا۔ حضور نے فرمایا ہم اس طرح نہیں دے سکتے۔

آپ لوگ قرآن کریم اٹھانا جانتے ہیں۔اور ہم اس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ پھر فرمایا تم ہی بتاؤ دو بیمار ہوں ایک شدید اور دوسرا معمولی کس کو مدد کی زیادہ ضرورت ہوگی۔اس کو جس کی جان جانے کا خطرہ ہو یا دوسرے کو۔مگر اس نے پھر بھی اصرار کیا۔ مجھے یاد نہیں رہا کہ حضورؑ نے اسے کچھ دیا تھا یا نہیں۔

(۹)''حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ انگریزی اخبارات کے واقعات حضورؑ کو مجلس میں سناتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے امریکہ کے ایک اخبار میں سے سنایا کہ ڈوئی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرے الفاظ سے یاد کیا ہے۔حضورؑ نے یہ بات سنی۔تو اس وقت اسے چیلنج بھیجا۔جس کے آخر میں اپنے متعلق پرافٹ آف گاڈ کے الفاظ لکھوائے۔

(۱۰)''حضور فرماتے تھے کہ دعاء کے ساتھ تدبیر بھی کرنی چاہیئے مثلاً روشنی کیلئے دعاء کرنے کے علاوہ کھڑکی بھی کھول دینی چاہیئے۔ایک دفعہ جیسا کہ مسجد مبارک کے قریب مرزا نظام الدین و مرزا امام الدین کے بیرونی صحن سے بڑا شور وغوغا ہورہا تھا اور اس کی آوازیں مسجد میں سنائی دے رہی تھیں تو حضور نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص چاہے کہ میرے کان میں آواز نہ آئے تو اسے چاہیئے کہ وہ کھڑکی کو بھی بند کردے۔

(۱۱)''دعاؤں کے تذکرہ میں حضور اپنی کامیابی اور فتح کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ بڑے وعدے کئے ہیں۔ یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ کب اور کس وقت یہ وعدے پورے ہونگے۔مگر کَتَبَ اللّٰهُ لَاَ غْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ * کے مطابق یہ سنت اللہ ہے اور یہ وعدے ضرور پورے ہوں گے۔ میرے معاملہ میں میرے مخالف جلد بازی نہ کریں۔

(۱۲)''ایک دفعہ جون کے مہینہ میں غالباً ۲۸ جون کو جمعہ کی نماز مسجد اقصیٰ کی بجائے مسجد مبارک میں ادا کی اور یہ امر خلاف معمول تھا۔

(۱۳)''حضور کا معمول تھا کہ اگر کوئی خاص روک نہ ہو تو صبح کو سیر کیلئے تشریف لے جاتے۔ مسجد مبارک کے قریب احباب انتظار میں ہوتے۔حضور آتے اور حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اور حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ کو بلانے کا ارشاد فرماتے۔ چنانچہ ان کے

---

*المجادلہ آیت ۲۲

آ جانے پر سیر کیلئے روانہ ہوتے۔ شہتوت کے موسم میں بڑے باغ متصل بہشتی مقبرہ میں تشریف لے جاتے اور شہتوت منگوا کر وہیں احباب کے ساتھ اکٹھے بیٹھ کر کھاتے۔ کبھی بعض دوست سیر میں نظمیں بھی سناتے تھے۔ مجھے جہاں تک یاد ہے۔ ۱۹۰۱ء میں میر مہدی حسین صاحب نے ایک دفعہ موضع بُڑ کے راستہ میں سیر کے دوران نظم پڑھ کر سنائی تھی۔ ہم طالب علم سیر میں حضور کے دائیں بائیں اور کبھی آگے نکل جاتے تھے اور میں بارہا حضورؑ کے عمامہ مبارک کا شملہ اپنی آنکھوں سے یہ یقین کر کے لگایا کرتا تھا کہ اس کی برکت سے میری آنکھیں نہیں دکھیں گی۔

(۱۴) ''میں نے منشی عبدالحق صاحب سے سنا تھا کہ جب وہ تحقیق حق کیلئے قادیان میں آئے تھے اور وہ حضرت اقدس سے کوئی سوال یا اعتراض پیش کر کے جواب مانگتے تو حضور پیش کردہ سوال کا جواب بھی دیتے اور اس سوال کا جواب بھی دیتے جو ابھی میرے دل میں ہوتا۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ حضورؑ حق پر ہیں اور میں عیسائیت ترک کر کے مسلمان ہو گیا۔*

(۱۵) ''اِعۡدِلُوۡا هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی۔ پر ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے اعضائے جسمانی سے بھی عدل کا معاملہ کرو اور ان سے ان کی طاقت سے زیادہ کام نہیں لینا چاہئے۔

(۱۶) ''پہلے حضورؑ قلم سے لکھا کرتے تھے پھر ٹیڑھی نب سے لکھنا شروع کر دیا تھا۔

(۱۷) ''ایّام طاعون میں حضورؑ صفائی کا بہت خیال رکھتے تھے اور دارالمسیح میں بہت سی گندھک جلانے کا انتظام فرماتے تھے۔

(۱۸) ''ایک دفعہ حضورؑ کو درد گُردہ کی تکلیف ہوئی۔ ہم طالب علم ریتی چھلہ کے بڑ کے پیڑ کے نیچے میرو ڈبہ کی کھیل کھیل رہے تھے کہ ہمیں اس بات کا علم ہوا اور ہم کھیل چھوڑ کر حضورؑ کی خدمت میں عیادت کیلئے حاضر ہوئے۔ حضورؑ نے ہمیں دیکھ کر فرمایا کہ دعا کرو۔

(۱۹) ''ملک نور خاں صاحب جو بعد ازاں کچھ عرصہ شفاخانہ نور قادیان میں ڈسپنسر کے طور پر

---

* منشی صاحب کا اس بارہ میں اپنا بیان الحکم ۱۰/۱/۰۲ پر درج ہے۔ حضرت ملک مولا بخش صاحبؓ کی ایک تائیدی روایت اصحاب احمد جلد اول ص ۱۲۹ پر مرقوم ہے۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں الحکم ۱۴/۲/۲۶ میں سہواً نام عبدالحق کی بجائے عبدالرحیم شائع ہوا تھا۔

بھی کام کرتے رہے ہیں اور چند سال ہوئے فوت ہو چکے ہیں قادیان میں میرے ہم جماعت تھے۔انہیں اور مجھے حضرت اقدسؑ کے ساتھ لاہور اور گورداسپور کے بعض سفروں میں جانے کے مواقع بھی حاصل ہوئے ہیں۔''

(۴) روایات محترمہ صالحہ بی بی صاحبہؓ

(۱)''ایک دفعہ مجھے قاضی ضیاء الدین صاحبؓ نے جب کہ میرا لڑکا بشیر احمد جو ابھی بالکل بچہ ہی تھا اور بوجہ بیماری کے کمزور تھا۔حضورؑ کو دکھانے کیلئے بھیجا۔حضورؑ نے دیکھ کر فرمایا کہ اوہو! یہ تو بہت کمزور ہو گیا ہے اور سر پر ہاتھ بھی پھیرا۔پھر حضورؑ نے ایک بوتل عرق گاؤزبان کی اور ایک چینی کی پیالی دی اور ایک خوراک اسی وقت حضورؑ نے ڈال کر بچہ کے منہ سے پیالی لگا کر پلائی۔ جب میں پیالی واپس کرنے لگی تو حضورؑ نے فرمایا کہ نہیں۔ یہ پیالی بھی لے جاؤ اور یہ بوتل بھی اور دن میں دو دفعہ پلانا اور مولوی صاحبؓ (یعنی حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ) کو بھی دکھانا۔ قاضی صاحب کو کہہ دینا۔ میں دعا کروں گا۔ یہ اچھا ہو جائے گا۔فکر نہ کرنا۔

(۲)''حضرت اقدسؑ جب کرم دین والے مقدمہ والے سفر جہلم سے واپس تشریف لائے تو حضرت اُم المومنین سے مخاطب ہو کر اپنے صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؓ کے متعلق فرمایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ سلطان احمد ڈپٹی ہو گیا ہے؟ اس نے دعا کرائی تھی۔ہم نے دعا کی تھی۔

(۳)''ہندوؤں والے بازار میں سے جو اَب بڑا بازار کہلاتا ہے۔اور اس وقت چھوٹا سا تھا۔ایک دفعہ حضورؑ گذر کر سیر کے لئے شمال کی طرف جہاں اب حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کا گھر ہے۔تشریف لے گئے۔ہم دس پندرہ عورتیں حضورؑ کے ہمراہ ہونگی۔واپسی پر اسی بازار میں سے گذرتے ہوئے چوک میں جو مسجد اقصیٰ کے متصل شمال میں ہے۔کنویں کے پاس ٹھہر گئے۔اور سوٹی کی نوک زمین میں لگا کر فرمایا کہ یہ عنقریب احمدی بازار کہلائے گا۔اور یہاں احمدی ہی احمدی ہونگے۔اور پھر حضورؑ بڑی مسجد (یعنی مسجد اقصیٰ) میں آئے اور وہاں پانی پیا۔ پھر حضورؑ نے اپنے والد ماجد کے مزار پر دعاء فرمائی۔ یہ گرمیوں کے دن

تھے۔‘‘

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے حضور کا فرمودہ تقسیم ملک سے سالہا سال قبل پورا ہو گیا تھا۔ جب کہ اس کے دکانداروں کی اکثریت احمدی احباب پر مشتمل ہو گئی تھی۔

(۴)’’ایک دفعہ حضرت اقدسؑ نے گھر میں تھوڑے سے چاول بطور پلاؤ پکوائے اور حضرت اقدسؑ کے ارشاد سے حضرت ام المومنینؓ نے قادیان کے تمام احمدی گھرانوں میں تھوڑے تھوڑے بھیجے۔ وہ چاول برکت کے چاول کہلاتے ہیں۔ اور حضورؑ کا حکم تھا کہ گھر میں جتنے افراد ہیں۔ سب ان کو کھائیں۔ چنانچہ بڑے قاضی صاحب نے اپنے بڑے بیٹے (یعنی میرے خاوند) قاضی عبدالرحیم صاحب کو جو ان دنوں جموں میں ملازم تھے۔ چند دانے کاغذ کے ساتھ چپکا کر لفافہ میں بھیج دیئے اور خط میں لکھ دیا کہ اتنا کونہ جس پر چاول چپکائے ہوئے ہیں کھالینا۔(78)۔

(۵)’’حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (خلیفہ ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) کی شادی کے موقعہ پر ایک میراثن ڈھول لے کر حضورؑ کے گھر آ گئی اور بجانا شروع کر دیا تا کہ کچھ نہ کچھ حاصل کر سکے۔ جب حضورؑ نے ڈھول کی آواز سنی تو فوراً اس طرف متوجہ ہو گئے اور فرمایا کہ اس کو کہو کہ ڈھول نہ بجائے اور بند کراؤ۔ اور جو کچھ یہ مانگتی ہے اس کو دے دو۔ چنانچہ ڈھول بند کرا دیا گیا اور اس کو چار پانچ روپے دیدیئے گئے۔ پھر وہ کہنے لگی ’’جی مینوں سردی لگدی اے پالے دے دن آ گئے نے‘‘ تب حضور نے اسے رضائی بھی دلوادی۔

(۶)’’ایک دفعہ میں حضورؑ کے پاؤں دبا رہی تھی۔ گرمیوں کے دن تھے۔ کوئی دس گیارہ بجے رات کا وقت ہوگا۔ حضورؑ نے اس وقت ایک بھاری کپڑا طلب فرمایا۔ غالباً وہ نزول وحی کا وقت ہوگا کیونکہ سخت گرمی میں بھی بوقت نزول وحی بدن ٹھنڈا ہو جاتا تھا۔ ایک ہلکی سی رضائی لائی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضورؑ اٹھ کر بیٹھ گئے اور مجھ سے فرمایا ’’لڑکی جزاک اللہ۔ بس جاؤ۔ بچہ نہ روئے‘‘۔ بچہ سے مراد بشیر احمد ہے جو اُس وقت بہت ہی چھوٹا تھا۔

(۷)’’ایک دفعہ سخت گرمی کے موسم میں ایک عورت جو آلے بھولے (مٹی کے کھلونے) بیچنے والی تھی۔ حضرت اقدس کے گھر میں آئی۔ اور صحن کے کنویں کے پاس سر سے ٹوکرا اتار کر بیٹھ گئی۔ سلطانو اہلیہ کرمداد کو جو حضورؑ کے گھر میں خادمہ تھیں۔ مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بی بی بھکھ لگی اے'' یعنی بی بی مجھے بھوک لگی ہے۔اس پر خادمہ نے اس کو دو روٹیاں دال ڈال کر دے دیں۔اس نے اس میں سے ایک لقمہ توڑا۔لیکن جب منہ کے قریب لے جانے لگی تو ادھر ادھر مکان میں نظر دوڑائی اور کہا کہ ''بی بی ایہہ عیسائیاں دا گھر تے نہیں؟'' خادمہ نے پوچھا ''تو کون ایں'' تو اس نے جواب دیا۔''میں بندہ خدا دا تے امت حضرت محمد رسول اللہ دی''۔جب یہ آواز اس کی حضرت اقدسؑ نے سنی تو اسی وقت حضورؑ جو برآمدہ میں ٹہل رہے تھے۔اس کے الفاظ پر جھٹ اس طرف متوجہ ہوئے اور اُس طرف منہ کر کے فرمایا کہ ان کو تسلی دو کہ یہ گھر مسلمانوں کا ہے اور یہی گھر تو مسلمان کا ہے اور اسے ایک روپیہ بھی دیا۔اور فرمایا کہ اس نے میرے پیارے کا نام لیا ہے۔اور باوجود اس کے کہ اس کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی اس نے تقویٰ سے کام لیا کہ لقمہ توڑ کر منہ میں نہیں ڈال لیا۔پھر اس عورت نے روٹی کھائی اور خوش خوش چلی گئی۔''*

(5) روایات حضرت قاضی عبدالرحیم صاحبؓ

قاضی عبدالرحیم صاحبؓ کی روایات (۱۰تا۱۳) آپ کی ڈائری سے نقل کی گئی ہیں۔نمبر ۱۵ خاکسار کے نام ایک خط سے درج کی گئی ہے۔بقیہ روایات آپ نے ۱۹۴۱ء میں قاضی عبدالسلام صاحب کو لکھوائی تھیں۔

(۱) ''میرے والد صاحبؓ مرحوم ومغفور نے ایک دن صبح کے وقت مجھے تلاوت قرآن کریم میں باقاعدگی کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خاص طور پر اس امر پر زور دیا ہے کہ آنے والی تباہی میں ان لوگوں کو میں دین و دنیا کے لحاظ سے سخت تباہی میں دیکھتا ہوں جو قرآن کریم سے وابستگی اور اس کی تلاوت کے التزام سے غافل ہیں۔صرف وہی لوگ بچائے جائیں گے۔جو قرآن کریم سے وابستگی رکھتے ہوں گے۔یہی اس مصیبت سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

(۲) ''میاں محمد بخش عرف میاں مہندا والد میاں عبداللہ احراری جو خوجوں والی مسجد کا (جو کوچہ الحکم میں واقع ہے۔مؤلف) ملاں تھا۔قادیان میں قصائیوں کے جانور ذبح کیا کرتا تھا۔جب مرزا امام الدین صاحب فوت ہوئے تو میاں مہندا نے ان کا جنازہ پڑھایا۔اس پر

* نام نہاد مسلمان خصوصاً دیہاتی عدم صفائی اور غلاظت کیلئے بدنام تھے اور ہندوستان میں عیسائیت قبول کرنے والے حتی کہ چوڑھے چمار تک بھی صفائی پسند ہو جاتے تھے۔مکان میں اُس عورت کو صفائی نظر آئی اسی سے اس کو غلط فہمی پیدا ہوگئی ہوگی۔(مؤلف)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کیلئے یہ انتظام فرمایا کہ بجائے مہندا کے آئندہ میاں کرم داد احمدی جانور ذبح کیا کریں اور ایک قصاب کو احمدیہ چوک میں بٹھایا گیا۔ جس سے میاں کرم داد کا ذبیحہ گوشت خریدا جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مرزا امام دین شریعت اسلام اور اللہ تعالیٰ کی نسبت تمسخرانہ رویہ رکھتے تھے۔ اور دہریہ خیالات کے تھے۔ ایسے شخص کا جنازہ پڑھانے والا شریعت کے احکام کا استخفاف کرنے والا سمجھا گیا۔''

خاکسار مؤلف اصحاب احمد یہ عرض کرتا ہے کہ مرزا امام الدین حضرت اقدس کے چچازاد بھائی تھے۔ ان کی مجلس میں چرس اور بھنگ پینے والے جمع ہوتے تھے۔ یہ لوگ اباحتی فقیروں کی طرح دین کا تمسخر کرتے تھے۔ یہ معلوم ہونے پر کہ لیکھرام نے حضرت اقدسؑ سے خط و کتابت شروع کی ہوئی ہے۔ نومبر ۱۸۸۵ء میں مرزا امام الدین خود جا کر لیکھرام کو قادیان لائے اور آریہ سماج کی تجدید ہوئی اور مرزا صاحب مذکور اور اس کے زیر اثر بعض نام نہاد مسلمان آریہ سماج قادیان کے ممبر بنے۔ جس کا مقصد صرف اور صرف حضرت اقدسؑ کی مخالفت تھا۔

احباب کو یہ امر بھی یاد رہے کہ مرزا نظام الدین مرزا امام الدین دونوں بھائی ملحد و بے دین تھے اور ان کی اور ان کے اقارب کی ایسی بے باکی ہی محمدی بیگم والے عظیم نشان کے ظہور میں آنے کا موجب ہوئی تھی۔ ان کی حالت حضرت اقدسؑ نے تفصیلاً آئینہ کمالاتِ اسلام میں عربی میں رقم فرمائی ہے۔ جس کا ایک حصہ اردو میں پیش کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

''ایک شخص میرے پاس روتا ہوا آیا۔ میں اس کے رونے سے ڈر گیا۔ اور اس سے کہا کہ کیا تو کوئی موت کی خبر لایا ہے۔ اس نے کہا بلکہ اس سے بڑھ کر۔ اور بتایا کہ میں ان لوگوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ جو دین اللہ سے مرتد ہو گئے ہیں۔ ان میں ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت سخت غلیظ گالی دی جو میں نے اس سے پیشتر کسی کافر کے منہ سے بھی نہیں سُنی۔ اور میں نے انہیں دیکھا کہ قرآن کو اپنے پاؤں کے نیچے رکھتے ہیں اور ایسے کلمات منہ سے نکالتے ہیں کہ زبان ان کے نقل کرنے سے قاصر ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی وجود نہیں اور نہ دنیا کا کوئی معبود ہے۔ صرف مفتریوں نے جھوٹی باتیں بنا رکھی ہیں۔'

''انہوں نے ایک اشتہار لکھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں اور کلام اللہ کو اس میں گالیاں دیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کیا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے اس کتاب میں مجھ سے میری سچائی اور ہستی باری تعالیٰ کا نشان طلب کیا اور اپنے اس اشتہار کو

انہوں نے تمام لوگوں میں مشتہر کیا۔ اور اس کے ذریعہ سے ہندوستان کے کافروں کو امداد پہنچائی اور بہت بڑی سرکشی اختیار کی جس کی مثال پہلے فرعون کے زمانہ میں بھی نہیں سُنی گئی۔......... اس میں مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ایسی گالیاں دیکھیں جن سے مومنوں کے دل پھٹ جائیں اور مسلمانوں کے کلیجے چیرے جائیں۔........ میں نے دیکھا کہ اس میں ایسے کلمات ہیں جن سے قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں...... پس میں نے دروازوں کو بند کرلیا...... اور نہایت تضرّع کے ساتھ اس کی مدد طلب کی........... میں نے پکارا اے ربّ! اپنے بندہ کی نصرت فرما۔ اور اپنے اعداء کو ذلیل و رسوا کر...... پس رحم کیا میرے ربّ نے میری تضّرعات پر اور فرمایا کہ میں نے ان کی عصیان اور سرکشی دیکھی ہے۔ جلدی ہی میں ایسی آفات کا عذاب ان پر وارد کروں گا۔ جو آسمان کے نیچے سے انہیں پہنچے گا....... میں اُن کی عورتوں کو رانڈ اور اُن کے بیٹوں کو یتیم بنادوں گا اور اُن کے گھروں کو ویران کردوں گا........... بے شک میری لعنت نازل ہونے والی ہے۔ اُن پر اور ان کے گھروں کی دیواروں پر اور ان کے چھوٹوں پر اور اُن کے بڑوں پر اور ان کی عورتوں پر اور ان کے مردوں پر اور ان کے مہمانوں پر جو ان کے گھروں میں داخل ہوں اور وہ سب کے سب ملعون ہیں۔ سوائے ان کے جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں اور ان سے تعلقات منقطع کرلیں اور ان کی مجالس سے دور ہو جائیں''۔(79)

ظاہر ہے کہ مرزا امام الدین ایسے شخص کا جنازہ پڑھنے والا بھی اسی قماش کا ہوگا۔

(۳)''ایک دفعہ مسجد مبارک میں تشریف رکھتے ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نماز تہجد کی پابندی کی تاکید فرمائی اور اسے نہایت ضروری بیان فرمایا اور بار بار تاکید فرمائی۔ اور فرمایا کہ اگر کوئی شخص اس وقت اٹھنے کی طاقت نہ رکھے تو وہ چارپائی پر ہی پڑھ لے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو لیٹے لیٹے ہی اس وقت خدا کی یاد اور استغفار کر لے۔

(۴)''ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ کوشش کرنی چاہئے کہ نماز کھڑے ہو کر ہی ادا کی جائے اور فرمایا کہ میں بیماری میں بھی حتی الوسع یہی کوشش کرتا ہوں کہ نماز کے فرض کھڑے ہو کر پڑھوں۔

(۵)''ایک دفعہ ہم نے سنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر سجدہ والی جگہ

پاک ہوتو نماز ہوجاتی ہے۔یعنی اگر چٹائی یا دری وغیرہ پاک نہ ہو یا مشتبہ ہوگئی ہوتو کوئی ایسا پاک کپڑا ڈال کرنماز ہوجاتی ہے جوصرف سجدہ والی جگہ کوڈھانپ سکے۔

''میں نے اس وقت اس فتویٰ کی حکمت پرغور کیا تھا۔اور مجھے یہ سمجھ آیا تھا کہ حضرت صاحبؑ نے یہ استنباط بعض وقت جوتی سمیت نماز پڑھ لینے کے جواز سے فرمایا ہوگا۔

(۶)''جب مولوی ثناء اللہ صاحب مع اپنے شاگردوں کے قادیان آئے تو لالہ بڈھامل کے مکان پرٹھہرے۔ظہر کے وقت ان کے چندشاگرداوران کالڑکا مسجد مبارک میں آئے اورنمازظہر ہمارے ساتھ پڑھی۔نماز کے بعد حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے ایک تقریرفرمائی۔جس میں بتایا کہ مولوی ثناءاللہ کوتحقیق حق کیلئے آنے کیلئے میں نے لکھا تھا۔لیکن اب وہ اسلام کے ایک دشمن کے پاس آ کرٹھہرے ہیں۔اگرتحقیق حق مقصود ہوتا تو میرے پاس آتے۔پس ان کا آنا صرف الزام دینے کیلئے ہے۔ورنہ وہ اس طرح نہیں آئے۔جیسا کہ میں نے ان کو بلایا تھا۔اوراس لئے ہماری یہ بات بدستورقائم ہے کہ وہ تحقیق حق کیلئے نہیں آئیں گے۔

(۷)''جب کرم دین کا مقدمہ جہلم میں تھا۔تو میرے والد صاحبؓ نے حضورعلیہ السلام کے ہمراہ جہلم جانے کی اجازت مانگی۔حضورعلیہ السلام نے اجازت دی۔اور چونکہ سردی کے دن تھے۔حضورعلیہ السلام نے ازخود ہی والد صاحب مرحوم کیلئے اپناایک گرم کوٹ اور ایک گرم پائجامہ ہمارے گھربھجوادیا۔میرے والدصاحب دیہاتی دستور کے مطابق پائجامہ نہیں پہنا کرتے تھے۔تہہ بندرکھتے تھے۔لیکن حضورعلیہ السلام کا وہ عطیہ پاجامہ انہوں نے پہنا۔اورکوٹ بھی پہنتے رہے۔اس کے بعد وہ کوٹ میں پہنتا رہا۔اورکبھی کبھی میرے چھوٹے بھائی (قاضی محمد عبداللہ صاحب۔ناقل) نے بھی پہنا ہے۔لیکن زیادہ اسے میں نے ہی استعمال کیا ہے۔اور جوگرم پائجامہ تھا۔اس میں سے اپنے دو بچوں بشیر احمد اور عبدالسلام کیلئے پاجامے قطع کر کے بنوادیئے جو یہ پہنتے رہے۔یہ نہایت عمدہ کپڑا تھااور بہت قیمتی تھا۔یہ عجیب بات تھی کہ آخرتک اُسے کیڑا نہ لگا تھا۔چار پانچ سال کے استعمال کے بعد یہ کپڑا پھٹا تھا۔''

خاکسارمؤلف عرض کرتا ہے کہ البدرؔ مورخہ ۲۳/۳۰ جنوری ۱۹۰۳ء میں ایک نامکمل فہرست انتالیس

افراد کے اسماء پر مشتمل درج ہے۔ یہ دوست قادیان ونواح سے حضورؑ کے رفیق سفر ہوئے تھے۔ ان میں حضرت قاضی ضیاءالدین صاحبؓ کا نام بھی درج ہے۔

(۸)''طاعون کے ایّام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک الہامی نسخہ جس کا نام تریاق الٰہی رکھا گیا تھا۔ اور قیمتی اجزاء کستوری۔ مروارید اور جدوار وغیرہ حضورؑ نے اس میں ڈالے اور خود گھر میں تیار کیا۔ اور بہت بڑی مقدار میں بنایا اور اپنے خدّام میں تقسیم کیا۔ اور جہاں تک مجھے یاد ہے میری اہلیہ لینے کیلئے حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئیں تو حضورؑ نے پورا ہاتھ کھول کر جس قدر ہاتھ میں آیا بھر کر عطا کر دیا۔ جس کا کچھ حصہ اب تک ہمارے پاس محفوظ ہے۔ حضور علیہ السلام اسی طرح جس کو دیتے تھے دل کھول کر دیتے تھے۔''

خاکسار مؤلف اصحابِ احمد عرض کرتا ہے کہ ۱۸۹۶ءمیں طاعون ہندوستان میں آئی تھی۔ بظاہر انسدادی تدابیر سے رُک گئی تھی کہ ۶ فروری ۱۸۹۸ءکو ایک اشتہار کے ذریعہ حضرت اقدسؑ نے اعلان کیا کہ میں نے خواب میں فرشتوں کو پنجاب کے مختلف مقامات میں بدشکل اور سیاہ پودے لگاتے دیکھا ہے اور فرشتوں نے بتایا کہ یہ طاعون کے پودے ہیں۔ حضور نے یہ بھی تحریر کیا کہ یہ کہنا غلط ہے کہ ایام طاعون میں بستی سے باہر نکلنا حرام ہے۔ البتہ وبا والے شہر سے دوسرے شہر میں جانا شرعاً منع ہے۔ لیکن کھلے میدان میں رہائش اختیار کرنا ہی عقلاً بھی مناسب ہے۔ جیسا کہ حکومت کہتی ہے۔(80)

اس پر لوگوں نے حضرت اقدسؑ پر استہزا کیا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد طاعون پنجاب میں اس شدّ ومدّ سے پھیلی کہ خدا کی پناہ! دوسری طرف دیہات کے جاہل لوگ حکومت کی انسدادی تدابیر کو جو محض خیر خواہی پر مبنی تھیں۔ سخت مشکوک سمجھتے تھے۔ چنانچہ بلوے ہوئے ضلع سیالکوٹ میں ایک نائب تحصیلدار قتل ہوگیا۔ اس پر حکومت نے دستِ اعانت کھینچ لیا۔ اور یہ ہدایت دی کہ جو لوگ امداد حاصل کرنا چاہیں۔ صرف انہی کو طبی امداد دی جائے۔

ان حالات میں حضورؑ نے از راہ ہمدردی وشفقت ۲۲ اپریل ۱۸۹۸ءکے اشتہار کے ذریعہ حکومت سے استدعا کی کہ لوگوں کی جہالت سے ناراض ہو کر وہ اپنی مدد نہ روک لے بلکہ انسدادی تدابیر جاری رکھے اور عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر احباب کو جمع ہونے کی تاکید کی جس میں حضورؑ نے حکومت کی انسدادی تدابیر کے فوائد اور شرعی اور طبّی نقطہ ہائے نگاہ بیان فرمائے۔ علاوہ ازیں ۲۳ جولائی ۱۸۹۸ءکو ایک اشتہار دیکر احباب سے اڑھائی ہزار روپیہ جمع کر کے قیمتی اجزاء سے مرکب ایک دوا جس کا نام آپؑ نے تریاق الٰہی رکھا۔ تیار کی۔(81) یہ دوائی مفت تقسیم کی

گئی۔اس دوا کا مندرجہ بالا روایت میں ذکر آیا ہے۔

(۹)''حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب خموش بیٹھے ہوتے تھے تو آہستہ آواز میں سبحان اللہ کا ورد زبان مبارک پر جاری رہتا۔مگر وہ شخص سُن سکتا تھا۔جو بہت قریب ہو۔اور غور سے سُنے۔چنانچہ میں نے خود کئی دفعہ سُنا۔

(۱۰)''ایک دفعہ اکھنور ریاست جمّوں میں بسلسلہ ملازمت میں مقیم تھا اور اس زمانہ میں وہاں کوئی احمدی نہ تھا۔عید قریب تھی۔میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں لکھا کہ ایسے موقعہ پر نماز عید ادا کرنے کیلئے کیا کیا جائے تو حضورؑ کی طرف سے مجھے جواب آیا کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی۔عید گھر میں پڑھ لو۔''' (ڈائری)

(۱۱) ڈائری میں ۱۲ جنوری ۱۹۰۲ء کے تحت عید الفطر کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

''آج عید کا دن ہے۔مسجد جامع (مراد مسجد اقصیٰ۔ناقل) میں حضرت اقدس علیہ السلام کے ساتھ نماز ادا کی گئی۔اور مولوی نور الدین صاحبؓ نے بڑا عجیب وعظ فرمایا۔''

(۱۲) ڈائری ۱۳/ مارچ ۱۹۰۲ء

''آج حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ دن خدا کے غضب کے ہیں۔سب لوگ رات کو اُٹھیں اور دعائیں کریں اور کل طاعون کے متعلق تقریر ہوگی۔سب لوگ حاضر ہوں۔''

(۱۳) ڈائری ۳۱ مارچ ۱۹۰۲ء

''آج بروز جمعہ عید الاضحیٰ کی تقریب پر مولوی محمد احسن صاحبؓ نے وعظ فرمایا اور پھر جمعہ پر مولوی عبد الکریم صاحبؓ نے خطبہ پڑھا۔اس دفعہ حضرت صاحبؑ نے فرمایا تھا کہ کوئی شخص آلودہ اور طاعون زدہ شہروں سے نہ آوے۔اس واسطے اس تقریب پر بہت تھوڑے آدمی پہلے کی نسبت آئے۔''

(۱۴) ڈائری ۱۲/ اکتوبر ۱۹۰۲ء

''پتاشہ از خانہ حضرتؑ بہ تقریب آمدِ دلہن محمودؑ''۔

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت سیدہ امّ ناصر صاحبہ (حرم اوّل سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ) کے انتقال پر اس بارہ میں غلط فہمی ہوئی ہے۔آیا ۱۹۰۲ء میں نکاح کے ساتھ رخصتانہ بھی عمل میں آیا تھا یا نہیں۔چنانچہ مجدد اعظم کا مؤلّف بھی اس غلط فہمی کا شکار ہوا ہے۔(ملاحظہ جو جلد ۲ ص ۸۷۶) لیکن

حضرت عرفانی صاحبؓ کی اس وقت کی ذیل کی تحریر سے یہ غلط فہمی دور ہوتی ہے۔

''اس سے پیشتر آپ کی تقریب نکاح سے واپسی پر بھی ہم کو عرض مبارکباد کا موقع ملا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دوسرا موقعہ بھی نصیب ہوا........ ۱۱/اکتوبر کی شام کو صاحبزادہ صاحب مع الخیر دارالامان پہنچ گئے۔........ ڈاکٹر صاحب (یعنی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ ناقل) چونکہ آگرہ میں مقیم تھے۔ اس لئے یہ تقریب رخصت آگرہ سے ہی ہوئی ہے'' (82)۔ اس کی تائید البدر مورخہ ۲۳/اکتوبر ۱۹۰۳ء سے نیز حضرت قاضی صاحبؓ کی مندرجہ بالا ڈائری سے بھی ہوتی ہے۔

(۱۵) ''منارۃ المسیح (کے متعلق) مستری فضل دین صاحب نے مجھے ایک تحریر لکھ کر دی تھی۔ جس میں بنیادی اینٹ کا حال تھا جو کہ شائد ضائع ہو چکی ہے۔ قادیان سے نکلتے وقت بہت قیمتی مواد وہاں رہ گیا تھا۔ جس کا ہر وقت افسوس رہتا ہے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

مستری فضل دین صاحب معمار اس وقت منار پر کام کرتے تھے۔ انہوں نے مجھے لکھ کر دیا تھا کہ ایک اینٹ حضور نے منگوا کر اس کو اپنی جھولی میں رکھ کر بڑی دیر دعا کی اور فرمایا کہ

اس اینٹ کو اسی طرح منار کی بنیاد میں رکھ دو۔ اس کو اُلٹا نہ کرنا۔''

''مستری صاحب کہتے تھے کہ اس اینٹ کے نچلے طرف کچھ لکھا ہوا تھا۔ اس وقت یہ قیاس کیا گیا تھا کہ حضور نے پہلے اینٹ پر کچھ لکھا۔ اور پھر جھولی میں رکھ کر دعا کی۔ پھر لکھا ہوا حصّہ نیچے کا نیچے رکھ کر بنیاد میں لگانے کیلئے دے دیا۔ پھر اسی طرح لا کر اس اینٹ کو بنیاد میں لگا دیا گیا تھا۔ یعنی اس اینٹ کو الٹا کر کے کسی نے نہ دیکھا۔ بلکہ اسی طرح لگا دیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں بنیادی اینٹ رکھوانے کا رواج نہ تھا۔

''منارۃ المسیحؑ کا اصل نقشہ میرے پاس محفوظ ہے۔ میر محمد رشید صاحبؓ برادر خورد میر حامد علی شاہ صاحبؓ سیالکوٹی نے نقشہ بنایا اور دس ہزار روپیہ تخمینہ بنایا۔ جو نقشہ پر درج ہے۔ اور اینٹ کے لئے ایک بھٹہ چالو کیا۔ جب مینار بننا شروع ہوا تو قادیان کے اہل ہنود کی طرف سے درخواست گذری کہ مینار بننے سے ہمارے گھروں کی بے پردگی ہوگی۔ اس پر تحصیل دار صاحب بٹالہ قادیان میں آئے اور بعد تحقیقات اس کا جاری رکھنا برقرار رکھا تھا۔ لیکن حضورؑ نے اس کو اس وقت ملتوی فرما دیا تا کہ ہمسایہ کے احساسات کو صدمہ نہ پہنچے۔ اور پھر بعد میں حالات تبدیل ہونے پر تعمیر ہو جائے گا۔

یہ روایت خاکسار مؤلف کے نام قاضی صاحب کے بعد تقسیم ملک ایک مکتوب سے ماخوذ ہے۔ ممکن ہے

التواءِ تعمیر کی متعدد وجوہات ہوں۔اوران میں سے ایک یہ بھی ہو۔لیکن اہم وجہ اس وقت روپیہ کا نہ ہونا تھا۔

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ اس بارہ میں الحکم میں مرقوم ہے۔

''اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آخر منارۃ المسیح کا بنیادی پتھر ۱۳/ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۳/مارچ ۱۹۰۳ء بروز جمعہ رکھا گیا۔

''بعد نماز جمعہ حضرت حجۃ اللہ المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور ہمارے مکرم دوست حکیم فضل الٰہی صاحب لاہوری۔مرزا خدابخش صاحب۔شیخ مولابخش صاحب۔قاضی ضیاء الدین صاحب وغیرہ احباب نے عرض کی کہ حضور منارۃ المسیح کی بنیادی اینٹ حضور کے دست مبارک سے رکھی جاوے۔تو بہت ہی مناسب ہے۔فرمایا کہ ہمیں تو ابھی تک معلوم بھی نہیں کہ آج اس کی بنیاد رکھی جاوے گی۔اب آپ ایک اینٹ لے آئیں میں اس پر دعا کروں گا۔اور پھر جہاں میں کہوں وہاں آپ جا کر رکھ دیں۔چنانچہ حکیم فضل الٰہی صاحب اینٹ لے آئے۔اعلیٰ حضرتؑ نے اس کو ران مبارک پر رکھ لیا۔اور بڑی دیر تک آپ نے لمبی دعا کی۔معلوم نہیں کہ آپ نے کیسی کیسی اور کس کس جوش سے دعائیں اسلام کی عظمت و جلال کے اظہار اور اس کی روشنی کے کل اقطاع و اقطارِ عالم میں پھیل جانے کی ہونگی۔وہ وقت قبولیت کا وقت معلوم ہوتا تھا۔جمعہ کا مبارک دن اور حضرت مسیح موعودؑ منارۃ المسیح کی بنیادی اینٹ رکھنے سے پہلے اس کے لئے دلی جوش کے ساتھ دعائیں مانگ رہے ہیں۔ یعنی دعا کے بعد آپ نے اس اینٹ پر دَم کیا۔اور حکیم فضل الٰہی صاحب کو دی کہ آپ اس کو منارۃ المسیح کے مغربی حصہ میں رکھ دیں۔

''حکیم صاحب موصوف اور دوسرے احباب اس مبارک اینٹ کو لے کر جب مسجد کو چلے تو راستہ میں مولانا مولوی عبدالکریم صاحبؓ نماز جمعہ پڑھا کر (اور کچھ عرصہ مسجد میں ملاقاتیوں کی خاطر ٹھہر کر۔ناقل) واپس آرہے تھے........ راستہ میں جب یہ حال آپ کو معلوم ہوا تو رقّت سے آپ کا دل بھر آیا اور اس اینٹ کو لے کر اپنے سینہ سے لگایا اور بڑی دیر تک انہوں نے دعا کی اور کہا کہ یہ آرزو ہے کہ یہ فعل ملائکہ میں شہادت کے طور پر رہے۔ آخر وہ اینٹ فضل دین صاحب معمار احمدی کے ہاتھ سے منارۃ المسیح کی بنیاد کے مغربی حصہ میں لگائی گئی..........''(83)

(۱۶)''والد صاحبؓ مرحوم نے ایک سفید قطعہ زمین پرائمری سکول کے پاس فصیل پر خرید لیا لیکن وہ خواہش رکھتے تھے کہ کاش کوئی جگہ حضرت مسیح موعودؑ کے قرب میں مل جاتی۔ان کی وفات کے بعد میں نے اس جگہ پر مکان بنوانا شروع کیا۔خندق کی کچھ زمین شاملات سمجھتے ہوئے مکان میں شامل ہوگئی۔ یہ مکان آج کل میرے شہر والے مکان سے ملحق ہے اور میری ہمشیرہ امتہ الرحمٰن صاحبہ مرحومہ کا مکان کہلاتا ہے۔ جب وہ مکان بن رہا تھا تو مرزا اکرم بیگ صاحب نے آ کر روک دیا۔ میں نے حضرت خلیفہ اول سے جا کر عرض کیا آپ نے ان کو سمجھایا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ پھر میں نے حضرت عرفانی صاحب سے ذکر کیا۔ وہ مجھے لے کر نواں پنڈ (یعنی موضع احمد آباد نزد کوٹھی دارالسلام۔مولّف) مرزا صاحب کے پاس پہنچے۔عرفانی صاحب نے ان سے بہت کچھ کہا اور اپنی طرف سے پورا زور لگایا۔لیکن وہ نہ مانے۔ہم ناامید ہو کر بیٹھے رہے کہ اتنے میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل ؓ کا ایک شاگرد وہاں آ پہنچا۔اس نے حضرت مسیح موعودؑ کا ایک رقعہ بنام مرزا غلام اللہ صاحبؓ مرحوم مختار مرزا اکرم بیگ صاحب ان کو دیا۔ مرزا غلام اللہ صاحب نے خود پڑھ کر مرزا اکرم بیگ صاحب کو وہ رقعہ دے دیا۔انہوں نے رقعہ پڑھا اور کہا اب اس خط کے بعد میں بول نہیں سکتا۔اب ہماری مجال نہیں کہ کچھ کہیں۔ جاؤ مکان بنالو۔رقعہ خاصہ لمبا تھا۔اور اس میں لکھا ہوا تھا کہ مرزا اکرم بیگ صاحب کے والد(مرزا اعظم بیگ صاحب) مخلص تھے۔اور مرزا اکرم بیگ صاحب بھی احمدی ہیں۔آپ ان کو سمجھائیں کہ باہر سے آنے والوں کے ساتھ ہمیں نرمی کرنی چاہئے۔ ان کو مکان بنانے سے روکنا مناسب نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خلیفہ اولؓ نے حضرت اقدس سے ذکر کیا ہوگا۔جس پر حضورؑ نے رقعہ لکھ کر حضرت خلیفہ اولؓ کے پاس بھجوایا۔اور پھر انہوں نے اپنے کسی شاگرد کے ہاتھ یہ رقعہ نواں پنڈ بھجوا دیا تھا۔حضورؑ کا وہ رقعہ مدت تک میرے پاس رہا۔لیکن اب پتہ نہیں شاید قادیان میں ہی رہ گیا ہوگا۔''

نوٹ :۔ یہ روایت خاکسار مولّف کے نام قاضی صاحب کے ایک خط اور قاضی عبدالسلام کی ان سے شنیدہ ایک روایت کا مرکب ہے۔قاضی عبدالسلام صاحب بتاتے ہیں کہ یہ پہلا مکان کچّی اینٹ کا تھا۔ جو حضرت عرفانی صاحبؓ والی گلی میں احمدیہ چوک سے نکل کر شہر سے جانبِ شمال جاتے ہوئے۔اس گلی کے دائیں ہاتھ کا

آخری مکان تھا۔

(۱۷) آپ ۱۷/فروری ۱۹۰۴ء کی ڈائری میں لکھتے ہیں:

''آج حضرت ابویم صاحب کا قادیان سے کارڈ آیا کہ گھر میں خیریت ہے۔آپ حضرت اقدسؑ کے ساتھ گورداسپور مقدمہ پر جاتے ہیں۔مقدمہ کے آثار بظاہر سخت ردّی ہیں۔ الہام مبشّر ہوتے ہیں۔جیسے

تریٰ نصراً عند اللّٰہ

آج رات حضرت نے خواب بیان فرمایا کسی نے کہا کہ

''جنگ بدر کا قصّہ مت بھولو۔'' *

۱۸۔ ایک شوخ و گستاخ پر دست بدست مواخذہ الٰہی:

قاضی عبدالرحیم صاحب بیان کرتے تھے کہ:

''(اہلیہ چراغ دین جمونی کی تذلیل) واقعہ ** کے قریباً ایک سال بعد (گویا ۱۹۰۷ء میں) یہ واقعہ ہوا کہ خاکسار عام طور پر عشاء کے بعد اپنے مکان کے آگے محلّہ والوں کو تبلیغ کیا کرتا تھا۔اور ایک مجلس لگ جایا کرتی تھی۔ایک دن ایک ہندو جو پرلے درجے کا مفتّن تھا۔اس نے ایک ایسی بات کہی۔جس کے جواب میں مجھے مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی مثال کسی نبی کی مثال سے دینی پڑی۔اس پر اس شخص نے مجلس کے مسلمانوں کو اشارہ کیا۔اور اس میں سے ایک ملّاح نے جو وہاں جمّوں کے ایک گھاٹ کا ٹھیکیدار تھا۔اور بڑا زبان دراز تھا۔یہ کہنا شروع کر دیا کہ مرزا کی مثال نبیوں سے دیتا ہے اور اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اور مجھے سخت گندی گالیاں دینی شروع کر دیں اور مجھے گلے سے پکڑ لیا۔ اور اس کشمکش میں میرا تہ بند بھی کھل گیا۔اگرچہ رات کے اندھیرے کی وجہ سے ستر پوشی قائم رہی۔اس وقت مجھے اپنی کسی رسوائی اور تکلیف کی تو حِس نہ تھی۔مگر حضور علیہ السلام کی شان میں اس کی بدزبانی سے سخت درجہ دکھ ہوا۔اور اکثر حصّہ رات کا بے چینی میں گذرا۔خدا تعالیٰ کی شان دیکھیئے کہ رات کو یک دم بارش ہوئی اور زور کی بارش ہوئی۔اور اگلی صبح کے اول

---

* عربی الہام آخر دسمبر ۱۹۰۳ء کا ہے۔(تذکرہ ص ۵۰۹) اردو الہام خاکسار مؤلف پہلی دفعہ شائع کر رہا ہے۔

** یہ واقعہ قاضی صاحب کی روایت نمبر ۲۰ میں درج ہے۔

وقت اس ملّاح کے دروازے کے سامنے تھانیدار اور سپاہی کھڑے ہوئے سخت گندی گالیاں دے رہے تھے۔ اور اس کو گھر سے نکلنے کیلئے بلا رہے تھے۔ جب وہ نکلا تو اس کو ہتھکڑی لگا کر تھانے میں لے گئے۔ یہاں اس بات کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ ریاست کے تھانیدار گورنمنٹ انگلشیہ کے تھانیدار کی طرح نہیں ہوتے۔ اس وقت کے رواج کے مطابق وہ جابر، سخت گیر اور بے باک ہوا کرتے تھے۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے کس قدر فحش کلامی کی ہوگی۔

''واقعہ یوں ہوا کہ ٹھیکیدار پابند ہوتے ہیں کہ رات کے وقت دریا سے کسی کو کشتی پر عبور نہ کرائیں۔ لیکن عام طور پر اس حکم کی خلاف ورزی ٹھیکیدار اپنے مفاد کیلئے کرتے رہتے ہیں اور اس پر کوئی گرفت نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ رات کے وقت چوری چوری یہ کام ہوتے رہتے ہیں۔ اس رات نواحی علاقے کے چند گوجر اس کے ٹھیکہ کے گھاٹ سے اس کے نوکروں کی معرفت دریا عبور کررہے تھے کہ بارش کی وجہ سے پہاڑی علاقوں کی طرز پر دریا توی میں یک دم طوفان آ گیا۔ اور وہ کشتی قابو سے نکل کر غرق ہوگئی۔ اور جیسا کہ سنا گیا۔ دو گوجر عورتیں غرق ہوگئیں۔ اس جرم کی پاداش میں وہ ٹھیکیدار پکڑا گیا۔ اور (اس نے) اپنی شوخی اور گستاخی کا دست بدست مزہ چکھ لیا۔''

۱۹۔ قاضی ظفر الدین صاحب اور اس کے خاندان پر غضب الٰہی کا نزول:

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ غضب الٰہی کے نزول کا ایک حیرت انگیز نظارہ ہم حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ کے معاند اقارب میں بھی دیکھتے ہیں۔ آپ کے قبول احمدیت پر آپ کا خاندان جو بہت بڑا اور ذی وجاہت افراد پر مشتمل تھا مخالفت پر کمر بستہ ہوگیا۔ ان میں آپ کے حقیقی بھانجے قاضی ظفر الدین (پروفیسر اورینٹل کالج۔ لاہور) پیش پیش تھے۔ یہ ان سرکردہ معاندین میں سے تھے۔ جو صاحب علم و فضل سمجھے جاتے تھے۔ اور ادب عربی کے رسالہ نسیم الصبا کے ایڈیٹر بھی تھے۔ جب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کو حضرت اقدسؑ نے ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کے اشتہار کے ذریعہ تفسیر قرآن مجید فصیح عربی میں لکھنے کے مقابلہ کی دعوت دی تھی اور فرمایا تھا کہ پیر صاحب ہی تین علماء تجویز کردیں۔ جو ان کے مرید نہ ہوں۔ جو حلفاً اپنی رائے ظاہر کریں کہ کس کی تفسیر اور عربی اعلیٰ درجہ کی اور تائید الٰہی سے ہے۔ اس اشتہار کے ضمیمہ میں چھیاسی سجادہ نشین علماء کو بھی دعوت مقابلہ دی تھی۔ ان

میں سے نمبر ۷۴ پر قاضی ظفر الدین صاحب پروفیسر کا نام بھی درج ہے۔(84)۔

اعجاز احمدی کا جواب لکھنے کی دعوت میں حضورؑ نے پروفیسر صاحب مذکور کا نام بھی خاص طور پر لیا تھا۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:

امکفر مهلاً کلّما کنت تذکر و امل کمثلی ثم انت مظفّر ' !

رضیتُ بان تختار فی النمق رُفقةً و انّا علیٰ املاء هم لا نعیّر '

فما الخوفُ فی هذا لو غایا اباالوفا لیُمل حُسین أو ظَفَراً ا و اصغر ' !

و انی ارٰی فی رأسهم دُودِ نخوةٍ فان شآء ربّی یخرجَنَّ و یجذر * (85)

نیز فرماتے ہیں:

''اگر اب مولوی ثناء اللہ اور دوسرے میرے مخالف پہلو تہی کریں اور بدستور مجھے کافر اور دجال کہتے رہیں تو یہ ان کا حق نہیں ہوگا کہ مغلوب اور لاجواب ہو کر ایسی چالا کی ظاہر کریں۔اور وہ پبلک کے نزدیک جھوٹے ٹھہریں گے۔اور پھر میں یہ بھی اجازت دیتا ہوں کہ وہ سب مل کر اردو مضمون کا جواب اور قصیدہ مشتملہ بر واقعات لکھ دیں اگر........انہوں نے اس قصیدہ اور اردو مضمون کا جواب چھاپ کر شائع کر دیا تو یوں سمجھو کہ میں نیست و نابود ہو گیا۔اور میرا سلسلہ باطل ہو گیا۔اس صورت میں میری تمام جماعت کو چاہئے کہ مجھے چھوڑ دیں۔اور قطع تعلق کریں۔لیکن اگر اب بھی مخالفوں نے عمداً کنارہ کشی کی تو نہ صرف دس ہزار روپے کے انعام سے محروم رہیں گے۔ بلکہ دس لعنتیں ان کا ازلی حصہ ہوگا۔اور اس انعام میں سے ثناء اللہ کو پانچ ہزار ملے گا۔اور باقی پانچ کو اگر فتح یاب ہو گئے ایک ایک ہزار ملے گا۔'' (86)

پیشگوئی بالا کے مطابق قاضی ظفر الدین اور اس کے خاندان کا استیصال ہوا۔قاضی عبدالرحیم صاحبؓ

---

*ترجمہ: اے میرے کافر کہنے والے (ثناءاللہ)! گذشتہ سب باتیں چھوڑ دے اور میری مانند قصیدہ لکھ۔پھر تو فتح یاب ہے۔میں نے یہ بھی قبول کیا کہ اگر تو مقابلہ سے گرے تو اپنے رفیق بنالے اور ہم ان کے لکھنے میں کوئی سرزنش تجھے نہیں کرینگے۔پس اے ابوالوفا (ثناءاللہ) اس لڑائی میں تجھے کیا خوف ہے؟ چاہئے کہ (مولوی) محمد حسین بٹالوی (ایڈووکیٹ فرقہ اہلحدیث) اس کا جواب لکھے۔یا قاضی ظفر الدین یا اصغر علی۔اور میں ان کے سر میں تکبر کے کیڑے دیکھتا ہوں۔اگر خدا چاہے تو وہ کیڑے نکال دے گا۔اور جڑھ سے اکھاڑ دے گا۔

کی زبانی اس کی تفصیل درج کرنے سے قبل حضرت اقدسؑ کا اقتباس درج کیا جاتا ہے۔فرماتے ہیں:

''اس کتاب کے ختم کرنے کے بعد ایک اور نشان مباہلہ کے رنگ میں اور دوسرا نشان پیشگوئی کے طور پر ظاہر ہوا۔جس سے دوسوآٹھ نمبر نشانوں کا پورا ہوتا ہے۔لہٰذا ان نشانوں کیلئے دواوراق کتاب میں بڑھانے پڑے۔

وَهٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ. اِنَّ رَبِّیْ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ. وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَ الْآخِرَةِ وَ هُوَا لْمَوْلَی الْکَرِیْمِ۔''

بعدہٗ حضورؑ 'فیصلہ بذریعہ مباہلہ کا ایک اور تازہ نشان'' کے عنوان کے تحت رقم فرماتے ہیں:

''نشان ۲۰۷۔ذیل میں وہ مباہلہ درج کیا جاتا ہے۔جو ہماری جماعت کے ایک ممبر منشی مہتاب علی صاحب نے فیض اللہ خاں بن ظفر الدین احمد سابق پروفیسر اورینٹل کالج لاہور کے ساتھ ۱۲ جون ۱۹۰۶ء کو کیا تھا۔اور جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فیض اللہ خاں اپنی خواہش کے مطابق مرض طاعون میں گرفتار ہوکر ۱۳ اپریل ۱۹۰۷ء مطابق یکم بیساکھ سمہ ۱۹۶۳ میں نہ صرف خود ہی ہلاک ہوا۔بلکہ اپنے بعض دیگر عزیزوں کو بھی لے ڈوبا۔

''اس جگہ اس بات کا ذکر بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ اس شخص فیض اللہ خاں کا باپ قاضی ظفر الدین بھی ہمارے سلسلہ کا سخت مخالف تھا۔اور جب اس نے اس سلسلہ کے برخلاف ایک عربی نظم لکھنی شروع کی۔* تو ہنوز اسے پورا نہ کر چکا تھا۔اور مسودّہ اس کے گھر میں تھا۔چھاپنے تک نوبت نہ پہنچی تھی کہ وہ مرگیا۔اب اس مباہلہ کی تحریر کی عبارت طرفین کی نقل کی جاتی ہے۔دونوں فریق کی دستخطی تحریریں ہمارے پاس موجود ہیں۔

تحریر دستخطی فیض اللہ خاں

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ، و نصلی علی رسولہ الکریم الحمد للّٰہ الذی لا یضرّ مع اسمه شئی فی الارض ولا فی السماء وھوالسمیعُ العلیم.

بعد حمد وصلوٰت برسول رب العٰلمین۔کے میں قاضی فیض اللہ خاں بن قاضی ظفر الدین احمد مرحوم ایک مسلمان حنفی سُنّت نبویہ کا پورا تابعدار اس بات کا قائل ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ

***نوٹ از حضور علیہ السلام:** ''ایک قصیدہ میں نے عربی میں تالیف کیا تھا۔جس کا نام اعجاز احمدی رکھا تھا اور الہامی طور پر بتلایا گیا تھا کہ اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکے گا۔اور اگر طاقت بھی رکھتا ہوگا تو خدا کوئی روک ڈال دے گا۔(باقی اگلے صفحہ پر)

علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو کہ خاتم النّبیین ہو چکے ہیں۔وحی کا نازل ہونا خلاف مذہب قرآن و حدیث ہے۔اور مرزا صاحب کے اس دعویٰ کی تردید کرتا ہوں کہ وہ مثیل و مسیح موعود ہیں اور منشی مہتاب علی صاحب خلف الرشید منشی کریم بخش صاحب سکنہ شہر جالندھر جو کہ مرزا صاحب موصوف کے تابع ہیں۔دعویٰ کرتے ہیں کہ جو شخص ان کے اس دعویٰ کی تردید کرے۔اس پر عذاب الٰہی نازل ہوگا۔لہذا میں دعا کرتا ہوں کہ ہم دونوں فریقوں میں سے جو شخص جھوٹا ہے اس پر عذاب الٰہی نازل ہو۔مثل موت یا بیماری طاعون یا مقدمہ میں گرفتاری۔اور میں بمطابقت سنت نبوی کے ایک سال کی معیاد ٹھہراتا ہوں۔اور یہ شرط کرتا ہوں کہ اگر یہ عذاب میرے یا منشی مہتاب علی کے بغیر کسی اور شخص قرابتی پر ہو تو یہ شرط میں داخل نہ ہوگا۔**و آخر دعوٰنا ان الحمد لله رب العلمين و صلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد و آله و اصحابه اجمعين. برحمتک یا ارحم الرحمين.**

قاضی فیض اللہ خاں سکنہ جنڈیالہ باغوالہ
ضلع گوجرانوالہ مورخہ ۱۲ جون ۱۹۰۶ء

تحریر دستخطی منشی مہتاب علی

"**بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم** **نحمدہ و نصلّی**

"میں حضرت اقدس حضرت مرزا غلام احمد کو سچا مسیح سمجھتا ہوں اور ان کا ہر ایک دعویٰ جو دین کے متعلق ہے۔بلا کسی شک و شبہ کے صحیح مانتا ہوں۔مگر میرے مقابلہ پر قاضی فیض اللہ خلف الرشید قاضی ظفر الدین مرحوم یقین کے ساتھ کہتا ہے کہ مرزا صاحب جھوٹا اور ان کا دعویٰ بالکل گھڑا ہوا۔اور خود تراشیدہ ہے۔اس لئے میں قاضی صاحب کے مقابلہ میں مباہلہ کرتا ہوں۔اور پورا پورا اور کامل یقین مجھے ہے کہ جو ہر دو میں سے جھوٹا ہوگا۔اللہ تعالیٰ اس پر عذاب الیم نازل کرے گا۔زمین آسمان ٹل جائیں گے۔لیکن یہ عذاب یقیناً نہیں ٹلے گا۔اور وہ اپنی چمکار دکھا کر رہے گا۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے یہ قانون جاری ہے۔اور آخری و بہتر اور اولیٰ طریق کذب اور راستی میں تفریق کرنے کا ہے۔پس خدا سے میری دعا ہے کہ

بقیہ حاشیہ : پس قاضی ظفر الدین جو نہایت درجہ اپنی طینت میں خمیر انکار اور تعصب اور خود بینی رکھتا تھا۔اس نے اس قصیدہ کا جواب لکھنا شروع کیا تا خدا کے فرمودہ کی تکذیب کرے پس ابھی وہ لکھ ہی رہا تھا کہ ملک الموت نے اس کا کام تمام کر دیا۔"

وہ جلد تر نتیجہ پیدا کرے۔اے خدا۔اے خدا تجھ سے کوئی انہونی بات نہیں اگر تو چاہے تو ایک آن میں عذاب نازل کر سکتا ہے لیکن میں سُنت نبویؐ کے مطابق ایک سال کی معیاد تجویز کرتا ہوں اور وہ عذاب محض مجھ عاجز پر اور یا قاضی صاحب پر نازل ہونا چاہئے۔مثلاً موت یا طاعون یا کسی مقدمہ میں ماخوذ ہو جانا یہی شرط ہے اور کسی قرابتی اور اپنے کسی متعلق پر کوئی عذاب نازل ہونا یا اس کا مر جانا شرط میں داخل نہ ہوگا اور وہ عذاب صرف ہم دونوں سے مخصوص سمجھا جائے گا۔ خاکسار عاجز

مہتاب علی سیّاح۔جالندھری

مورخہ ۱۲/ جون ۱۹۰۶ء''

''ان بالمقابل تحریروں کے بعد جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں۔نتیجہ یہ ہوا کہ قاضی فیض اللہ خاں مرض طاعون کے ساتھ جیسا کہ جھوٹے کیلئے بدعا کی گئی تھی۔اور نیز سال کے اندر جیسا کہ شرط تھی۔بمقام جموّں ہلاک ہوگیا اور بموجب آیت کریمہ وَمَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ * مہتاب علی کو خدا نے طاعون سے بچالیا کیونکہ وہ اپنے دعویٰ میں صادق تھا اور فیض اللہ خاں طاعون کا شکار ہوگیا۔کیونکہ وہ اپنے دعویٰ میں کاذب تھا۔'' (87)

حضرت قاضی عبدالرحیم صاحبؓ بیان فرماتے تھے کہ قاضی ظفر الدین اور اس کی اہلیہ دونوں میری دو حقیقی پھوپھیوں کی اولاد تھی۔مگر اللہ تعالیٰ نے قہری نشان کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تائید میں ہمارے ان عزیزوں کے حق میں ظہور پذیر ہوئے بیان کرنے میں اپنی کوئی ذلت نہیں سمجھتا۔

حضرت اقدس نے اعجاز احمدی میں قاضی مذکور وغیرہ کو متکبّر قرار دیکر یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ غرور کا سر نیچا ہوگا اور ان کا استیصال ہوگا اور ان پر لعنت پڑے گی۔چنانچہ وہ اور اس کا خاندان بار بار لعنت کا شکار ہوا اور اس کی عزت و ناموس خاک میں مل گئی اور یہ سب کچھ خارق عادت طور پر ہوا۔حضرت قاضی صاحبؓ کا بیان ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔اس میں صرف نمبر شمار خاکسار مؤلف کی طرف سے ہے۔

(اول) ''اعجاز احمدی کے جواب میں قاضی ظفر الدین نے مسودہ تیار کیا۔لیکن اس کی تکمیل نہ کر سکے۔اور سِل کی بیماری میں مبتلا ہو گئے اور ایک لمبا عرصہ اس موذی مرض کی تکلیف میں مبتلا رہ کر ناکام مر گئے۔ *

---

* سورۃ آل عمران۔آیت نمبر ۱۴۶

(دوئم تا چہارم) ''چونکہ اپنی اولاد میں بھی انہوں نے احمدیت کے خلاف سخت معاندانہ خیالات راسخ کئے ہوئے تھے۔ اس لئے ان کے بڑے لڑکے فیض اللہ خاں نے جو نائب تحصیل داری کا امیدوار تھا۔ وہ مسودہ شائع کرنے کی کوشش کی۔ اور ساتھ ہی منشی مہتاب علی صاحب مرحوم کے ساتھ مباہلہ کیا۔ یہ مباہلہ بمقام جنڈیالہ باغوالہ (ضلع گوجرانوالہ) میں ہوا تھا۔ قاضی ظفر الدین کا بھانجا عظیم اللہ اس مباہلہ کا گواہ بنا تھا۔ یہ بھی سخت مخالف تھا۔ مباہلہ کی میعاد ایک سال مقرر کی گئی تھی۔ اب غضب الٰہی کا ظہور اس طرح پر ہوا کہ پہلے سیف اللہ خان جو قاضی ظفر الدین کا چھوٹا لڑکا تھا۔ طاعون میں مبتلا ہوا۔ اس کی اطلاع جنڈیالہ (ضلع گوجرانوالہ) سے جمّوں قاضی نظیر حسن صاحب کو کی گئی۔ جو قاضی ظفر الدین کے چھوٹے بھائی اور وہاں محکمہ انجینئر نگ (انہار) میں ہیڈ ڈرافٹسمین تھے۔ وہ جمّوں سے جنڈیالہ پہنچے۔ لڑکا تو بچ گیا۔ لیکن عظیم اللہ (گواہ مباہلہ) کو طاعون ہوگئی۔ اور وہ آناً فاناً مر گیا۔ اس کو دفنا کر آئے تو قاضی ظفر الدین کی چھوٹی لڑکی کو طاعون ہوگئی اور وہ بھی فوراً ہلاک ہوگئی۔ اسے دفنا کر آئے تو فیض اللہ خاں بن قاضی ظفر الدین کو (جس نے منشی مہتاب علی صاحبؓ سے مباہلہ کیا ہوا تھا)۔ طاعون نے آدبایا۔ اس کو اسی حالت میں مع دیگر افراد خاندان جمّوں لے گئے۔ وہاں پہنچ کر نہایت تکلیف اور کرب و اضطراب میں کئی دن مبتلا رہنے کے بعد مباہلہ کے پورے دس ماہ بعد یہ شخص طاعون سے ہلاک ہوا۔''

ضمناً قاضی عبدالرحیم صاحبؓ فرماتے تھے کہ ''اگر چہ یہ ہمارا قرابتی تھا۔ مگر میں نے مصمّم ارادہ کر رکھا تھا کہ میں اس کا جنازہ نہیں پڑھوں گا۔ جب صندوق میں ڈال کر اسے قبرستان میں لے گئے تو یہ عصر کا وقت تھا۔ مجھے انہوں نے اندھیرا ہوجانے کے خیال سے واپس شہر میں لیمپ لانے کیلئے بھیج دیا۔ اور میرے پیچھے یک دم بارش ہوگئی اور قبرستان میں کوئی جائے پناہ بھی نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے جلدی سے جنازہ پڑھ پڑھا کر میرے واپس آنے تک اسے دفن کردیا۔ جب میں پہنچا تو ان لوگوں نے کہا کہ ہمیں پتہ تھا کہ آپ نے جنازہ

---

* قاضی بشیر احمد صاحب اپنی والدہ صاحبہ سے روایات کرتے ہیں کہ قاضی ظفر الدین طاعون میں مبتلا ہوگئے تھے۔ خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے اگر یہ امر درست ہو کہ وہ لمبے عرصہ تک بیمار رہے تو پھر سِلّ کی مرض ہوگی۔ جو طول بھی پکڑ لیتی ہے۔ طاعون کی مرض طول نہیں پکڑتی۔ قاضی عبدالرحیم صاحب کے روزنامچہ میں قاضی ظفر الدین کی تاریخ وفات یکم دسمبر ۱۹۰۴ء مرقوم ہے

نہیں پڑھنا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے میرے ارادہ کے کامیاب ہونے کے سامان پیدا کردیئے۔''

(پنجم)''بعدازاں قاضی نظیر حسن صاحب کی اپنی بھاوجہ (بیوہ قاضی ظفر الدین) سے ناچاقی ہوگئی۔ وہ اپنے بیٹے فیض اللہ خاں کا تابوت اپنے گاؤں جنڈیالہ لے جانا چاہتی تھی۔لیکن قاضی نظیر حسن صاحب اس طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔آخراس نے تنگ آ کر خود ہی کسی کو اپنے بیٹے کا تابوت لانے کیلئے بھیج دیا۔ وہ شخص تابوت نکال کرلے گیا۔لیکن وہ بہت وزنی تھا۔اس لئے راستہ میں اس نے اسے کھولا۔اور ہڈیاں وغیرہ نکال کر کپڑے میں باندھ کر جنڈیالہ جا پہنچا۔اورتابوت میں مٹی اور کچھ ہڈیاں پیچھے چھوڑ آیا۔ یہ اس شخص کی لاش کا انجام ہوا جس نے مباہلہ کیا تھا۔

(ششم)'' قاضی ظفر الدین کا چھوٹا لڑکا سیف الدین جو طاعون سے بچ رہا تھا۔اس نے بی۔اے پاس کیا اور تعلیم ختم کر چکا تو سوزاک کے خبیث مرض میں مبتلا ہو گیا۔تب اس کا یہ شغل تھا کہ اپنے باپ کی لائبریری میں سارا دن طبلہ اور سارنگی سننے سنانے میں گذارتا۔ گاؤں کے عمر رسیدہ لوگ تعجب کرتے۔اوراسے کہتے تمہارا باپ کتنا بڑا عالم تھا۔اورتمہارا یہ شغل ہے۔تو وہ کہتا کہ طبیبوں نے میرے مرض کا مجھے یہی علاج بتایا ہے۔آخراسی عبرت ناک حالت میں وہ بھی مرگیا۔

(ہفتم)'' قاضی ظفر الدین کی بیوی بوجہ اس کے کہ یہ خاندان بڑا ذی وجاہت تھا۔ پردہ کی سخت پابند تھی۔مگر بیوہ ہوگئی تو خاوند کے بھائی قاضی نظیر حسن صاحب کے ساتھ ناچاقی ہوگئی تھی۔اس لئے اسے اپنی اراضی کی نگرانی وغیرہ کیلئے غیروں کا دست نگر ہونا پڑا۔اور لاہور کے ایک ڈاکٹر سے استمداد کے بہانے سے میل جول شروع کیا۔اس سے لوگوں میں اس کی بدنامی کی شہرت ہوگئی اور ایک عرصہ تک ایسی خواری کی زندگی بسر کرنے کے بعد وہ بھی طاعون کا شکار ہوئی۔

''قاضی نظیر حسن صاحب اپنے برادرزادہ فیض اللہ خاں کا انجام دیکھ کر احمدی ہوگئے تھے۔اور قاضی عبدالرحیم صاحب سے شکوہ کیا کرتے تھے کہ فیض اللہ خاں کے مباہلہ کا مجھے کیوں علم نہ دیا گیا۔ ورنہ میں اسے سمجھاتا اور توبہ کرالیتا۔اوراس کی جان بچالیتا۔قاضی نظیر حسن صاحب خلافت ثانیہ سے

وابستہ تھے۔صحابی نہ تھے ۱۹۳۰ء کے قریب ان کا انتقال ہوا۔اللھم اغفر له‘۔

’’اللہ! اللہ! کیسا عبرت آموز قصہ ہے۔قاضی ظفر الدین اور اس کے اہل وعیال کا لعنت و نکبت یوں یکے بعد دیگرے تعاقب کرتی ہے کہ جس میں صاف طور پر خدائی ہاتھ کارفرمانظر آتا ہے۔فَاعْتَبِرُوْا یَااُولِی الْاَبْصَارِ۔‘‘

(۱۹) چراغ دین جمّونی کا عبرت ناک انجام: پہلانشان

چراغ دین جمّونی پہلے احمدی تھا۔پھر شقاوت ازلی نے اسے آگھیرا اور اس نے رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔اور اپنا کام یہ بتایا کہ تا عیسائیوں اور مسلمانوں میں صلح کرادے۔اور قرآن وانجیل کا باہمی تفرقہ دور کردے اور ابن مریم کا ایک حواری بن کر یہ خدمت سرانجام دے۔اسے بار بار یہ شیطانی الہام ہوئے کہ حضرت اقدسؑ (معاذ اللہ) دجّال ہیں۔جن کو نیست ونابود کرنے کیلئے وہ مبعوث ہوا ہے۔اس نے اپنی کتاب ’’منارۃ المسیح ‘‘میں یہی باتیں لکھیں۔اس کی تالیف کے ایک سال بعد اس نے ایک دوسری کتاب اسبارہ میں تالیف کی۔جس میں مباہلہ کی دعا بھی لکھی۔جب مضمون مباہلہ اس نے کاتب کے حوالہ کیا تو وہ کاپیاں ابھی پتھر پر نہیں جمی تھیں کہ پہلے اس کے دونوں لڑکے اور پھر وہ خود واصل جہنم ہوا۔

حضورؑ کو الہاماً بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے فنا اور غارت کردے گا۔اور اس پر غضب نازل کرے گا۔ حضورؑ نے اس کا ذکر اپنی کتاب دافع البلاء میں کیا ہے۔اور پیشگوئی پورا ہونے کا ذکر حقیقۃ الوحی صفحات ۲۲۰‘۳۷۷‘ ۳۷۸ میں کیا ہے۔اور دعائے مباہلہ کا عکس بھی حقیقۃ الوحی میں درج کیا ہے۔اس کے عبرتناک انجام کی خبر اور مباہلہ کی دعا کی اطلاع حضرت قاضی عبدالرحیم صاحبؓ نے دی تھی جیسا کہ ذیل کی تفصیل سے احباب کو علم ہوگا۔

آپ نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں تحریر کیا :

’’سیدی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

’’چراغ دین ساکن جمّوں مصداق الہام نَزَلَ بِہٖ جَبِیْزٌ (88) نے دافع البلاء کی اشاعت کے بعد جن جن پیرایوں میں حضورؑ سے عداوت شروع کی تھی وہ مخفی نہیں۔چنانچہ اس نے ایک کتاب موسوم بہ منارۃ المسیح شائع کی۔جس میں اس نے اپنے اندرونی بغض کے انگار اُگلے ہیں۔آج کل وہ ایک اور کتاب چھاپنے کا اہتمام کر رہا تھا۔جو اوّل الذکر سے بدرجہا بدتر تھی۔زبانی توہین کا بھی اس نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا ہوا تھا۔غرض اس نے اپنے آپ کو ہر طرح سے ملزم ٹھہرالیا۔اور آخر الامر خدا تعالیٰ کے مرسل کے فرمودہ کے مطابق زیر

دفعہ اِنّــِیْ اُذِیْبُ مَنْ یُّرِیْبُ مرقومہ دافع البلاء گرفتار ہوکر اپنی پاداش کو پہنچا۔اس کے دو
ہی لڑکے تھے۔ جو یکے بعد دیگرے طاعون سے فنا ہوئے۔ چھ سات روز کے بعد ۵ اپریل
۱۹۰۶ء وہ خود بھی اس مرض میں مبتلا ہوکر غارت ہوا۔الحمدللہ کہ خدا تعالیٰ کے مرسل کا فرمایا
حرف بحرف پورا ہوا۔اور ہمارے لئے ایک تازہ نشان ظاہر ہوا۔

’’آج کل شہر میں طاعون کثرت سے ہے۔ عاجز کیلئے دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ کشتیءِ نوح
میں سوار ہونے کے قابل بنادے۔

دعا کا خواستگار

قاضی عبدالرحیم از جمّوں‘‘ (89)

اس پر حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے دریافت کر کے مزید حالات بھجوانے کیلئے تحریر کیا تو قاضی
صاحبؓ نے لکھا ہے:

’’بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

’’مکرمی جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

’’جناب کا نوازش نامہ شرف صدور لایا۔ نہایت خوشی ہوئی۔ چراغ دین کے حالات
دریافت کرنے کے واسطے آج میں اس کے مکان کی طرف جارہا تھا کہ راستہ میں یعقوب
مسیحی امریکن مشن کے پادری سے ملاقات ہوئی۔ یہ شخص اس کا بڑا انیس تھا۔ چراغ دین
عموماً اس سے مجلس رکھتا تھا۔ یعقوب مسیحی اس کی تصانیف کا ازحد ثنا خواں ہے۔

’’چراغ دین نے نورالہدیٰ منارۃ المسیح چھپوا کر شائع کی تھی اور ایک کتاب اعجاز محمدی کے
چھپوانے کے درپے تھا۔ کچھ کاپیاں بھی لکھی گئیں تھیں اور کتاب چھاپہ خانہ میں جاچکی تھی۔
مگر اجل نے اسے فرصت نہ دی۔ وہ کامیاب نہ ہوا۔اعجاز محمدی میں چکڑالوی اور سر سیّد احمد
صاحب اور حضرت مرزا صاحب کا تذکرہ ہے۔یعقوب کہتا ہے کہ اگر کوئی مرزائی اسے بغور
دیکھے تو اس کے دیکھنے کے بعد وہ مرزائی نہیں رہ سکتا۔ کتاب کیا موتیوں کی لڑی ہے۔ وہ
خواہشمند ہے کہ یہ کتاب کسی طرح چھپ جائے حتیٰ کہ اپنی جیب سے چھپوانے کو تیار ہے۔
منارۃ المسیح اکبر مسیح نے چھپوائی تھی۔اس نے دوصد پچاس روپے اپنی گرہ سے صرف کئے
تھے۔اس کی کتابیں ایسی ہیں کہ کسی شخص کو اس کی طرز تحریر گراں نہیں گزرتی۔اس نے ایک

اور کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام ''اغراض مرزا'' رکھا ہے۔ اسے اعجاز محمدی کے چھپنے کے بعد چھپوانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ اگر یہ شخص زندہ رہتا تو کچھ کا کچھ کر کے دکھا دیتا۔ مگر خدا نے اسے مہلت نہیں دی۔ غرض یعقوب اس کا نہایت مدّاح ہے۔

''میرے خیال میں یہ شخص مس اینی بیسنٹ کی طرح باریک پالیسی پر چلتا تھا۔ زندگی میں اس کی حالت نہایت ردّی اور ذلیل تھی۔ اس کی عورت پر لوگ یاری آشنائی کا الزام لگاتے تھے۔ ممکن ہے کہ وہ اس کی زندگی میں ہی خراب ہو۔ یہ شخص مقروض تھا۔ اس کی حالت یہاں تک گری ہوئی تھی کہ اس کی اور اس کے بچوں کی تکفین پر چندہ کیا گیا تھا۔ یعقوب مسیحی سے مل کر بعدازاں میں چراغ دین کے مکان پر پہنچا۔ وہاں اس کی عورت اور دو ایک محلّہ دار عورتیں موجود تھیں۔ ان سے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ بروز ہفتہ چراغ دین کے دونوں لڑکے فوت ہوئے۔ سوموار دس بجے کے قریب وہ اپنے بچوں کا افسوس کر رہا تھا کہ بخار میں مبتلا ہوگیا۔ عورتوں کا خیال ہے کہ اسے طاعون نہیں ہوا۔ بلکہ وہ بچوں کے غم والم سے مرا ہے۔ بخار کے بعد اس نے کھانا چھوڑ دیا تھا۔ گاہے گاہے ساگودانہ کے چند کاشک کھلائے گئے۔ بعد میں وہ بھی نہیں۔ بیماری کے دوسرے روز مُسہل کرایا۔ مگر پاخانہ نہ آیا۔ پھر تیسرے روز مسہل کرایا گیا۔ اور قبض کشانہ ہوئی۔ اس کی زبان سیاہ ہوگئی تھی۔ چوتھے روز اس نے الہام میں سنگترہ اور گلاب کے پھول دیکھے۔ صبح اس نے اپنی خواب کے مطابق ایک سنگترہ اور دو غنچہ گلاب کے منگائے۔ اتفاق سے گلاب کے پھول دستیاب نہ ہوئے۔ سنگترہ کی کوئی ایک پھاڑی اس نے کھائی۔ اس کے بعد کے روز اس نے انار منگایا اور اس کے بھی چند دانہ کھائے۔ ساتویں روز اسے نمونیا ہوگیا۔ سینہ پر بہت سا بلغم جم کر بعض دفعہ سانس رکتا تھا۔ نویں روز بدھوار ۴؍اپریل ۱۹۰۶ء کو وہ مر گیا۔

''مرنے سے پیشتر اس سے پوچھا کہ کسی چیز کی خواہش ہے۔ تو اس نے برف مانگی۔ چنانچہ لاکر تھوڑی سی کھلائی گئی۔ دورانِ بیماری میں اس نے ایک دو گھونٹ دودھ پیا۔ عام رائے یہی ہے کہ اس نے کچھ نہیں کھایا اور پاخانہ مطلق نہیں آیا۔ ڈاکٹر کہتا ہے کہ شروع میں اسے پلیگ فیور تھا۔ اور ساتویں روز اسے نمونیا پلیگ ہوگیا۔ کل نو روز بیمار رہا ہے۔ دوران بیماری میں اس کا پیٹ پھول گیا تھا۔ مرنے کے بعد تو اچھا خاصہ سوج گیا تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ اگر

رات رکھا جاتا تو پیٹ شاید پھول کر پھٹ جاتا۔ بدھ کو وہ چار بجے مرا ہے۔ اور اسی وقت دفن کیا گیا تھا۔ بیماری سے پہلے بہت لوگوں کے رُو برو اُس نے بچوں کے افسوس میں کہا کہ اب خدا بھی میرا مخالف ہو گیا ہے۔ ایام بیماری میں بھی گاہے گاہے ایسے لفظ بولتا رہا۔ ڈاکٹر کے روبرو کہا کہ اب خدا پر مجھے کوئی امید نہیں ۔ یہ کہنے پر کہ خدا فضل کرے گا۔ اس سے فضل مانگو۔ عموماً وہ ایسے الفاظ بولتا تھا۔ جو کچھ میں نے تحریر کیا ہے۔ نہایت تحقیقات سے دریافت کیا ہے اور بالکل راست ہے۔

راقم عاجز قاضی عبدالرحیم ۔ نقشہ نویس محکمہ نہر۔ جمّوں‘‘

مورخہ ۱۱/ اپریل ۱۹۰۶ء (90)

دوسرا ایمان افزا نشان:

چراغ دین کے متعلق نشان بالا کے بعد ایک اور ایمان افزا نشان ظاہر ہوا اس میں بھی دست غیب کارفرما نظر آتا ہے۔ افسوس کہ دل کے اندھے نشان کے بعد نشان دیکھتے ہیں۔ اور عبرت نہیں پکڑتے۔ خط بالا کے شائع ہونے پر معاندین نے ایک مقدمہ کھڑا کر دیا۔ جس کا نتیجہ اگر ان کے حسب مراد نکلتا تو گویا نشان بالا مشتبہ ہو جاتا۔ لوگ سمجھتے کہ اگر ایک بار چراغ دین کی تذلیل ہوئی ہے تو دست بدست حضرت اقدسؑ کے مرید کی بھی تذلیل ہوئی ہے۔ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ جس نے اپنے محبوب مسیح کو چمکتے ہوئے نشانوں کے ساتھ مبعوث کیا تھا۔ اس کی عزت کو محفوظ و مامون رکھنے کے لئے ملائکہ کی افواج ہر وقت چوکس رہتی تھیں۔ تا **اِنِّیْ مُهِيْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَکَ وَ اِنِّیْ مُعِيْنٌ مَنْ اَرَادَ اِعَانَتَکَ** کا نظارہ ہر لحہ ظاہر ہوتا رہے۔ اور معاند ہمیشہ ناکام و نامراد خائب و خاسر اور مخذول و مردود ثابت ہوں۔ اس کی تفصیل آپ قاضی صاحب کی قلم سے سُنئیے کہ یہ قصّہ کس قدر ایمان افزا اور ساتھ ہی کس قدر عبرت انگیز ہے۔ (یہ تفصیل پہلی بار شائع کی جارہی ہے) آپ نے حضورؑ کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔

’’بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

’’سیدی . السلام علیکم ورحمة اللّٰہ وبرکاتہ‘

’’خاکسار نے ایک عریضہ چراغ دین کی وفات پر حضور پُرنور کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ اس کے جواب میں مفتی صاحب نے لکھا کہ چراغ دین کے متعلق چند باتیں تحقیقات سے دریافت کر کے لکھو۔ جو کچھ مجھے دریافت کرنے سے معلوم ہوا میں نے تحریر کر دیا۔ لیکن مجھے یہ وہم بھی نہ تھا کہ یہ خط اخبار میں چھاپا جائے گا۔ میں نے اس خیال پر کہ شاید چراغ دین

کے متعلق کوئی مضمون لکھا جائے گا۔ وہ کل حالات صرف پرائیویٹ طور پر تحریر کئے تھے کہ اس مضمون کیلئے مصالحہ درکار ہوگا۔ اس لئے اس خط میں مَیں نے بعض باتیں بے تعلق بھی درج کر دی تھیں۔ جن کا اصل غرض کے ساتھ کوئی لگاؤ نہ تھا۔ اگر اخبار کیلئے مضمون لکھتا تو طرز تحریر بدل دیتا۔ جیسا کہ پہلے خط میں مَیں نے قابلِ گرفت الفاظ کا لحاظ رکھا ہے۔ ایسے ہی اس خط میں بھی ان باتوں کو مدنظر رکھتا۔ میں نے تو صرف حضورؑ کے واسطے لکھا تھا نہ اخبار کیلئے۔ مفتی صاحب کی طرف اس لئے لکھا تھا کہ شاید مولوی عبدالکریمؓ صاحب مرحوم کی جابجا مفتی صاحب خط و کتابت کا کام کرتے ہیں۔ کیونکہ حضرتؑ کی خدمت میں جو خط لکھا تھا۔ اس کا جواب مفتی صاحب نے دیا تھا۔ اور نیز میں نے اجازت نہیں دی کہ اس خط کو اخبار میں شائع کیا جائے۔ جیسا کہ پہلے خط میں دی تھی۔ اگر میں لکھ بھی دیتا کہ اس کو شائع کیا جائے تو بھی ایڈیٹر صاحب اور مینجر صاحب کا فرض تھا کہ چھپنے سے پہلے مضمون کے ہر ایک پہلو پر غور کر لیتے اور بعد قانونی تصحیح کے چھاپتے۔ کیونکہ کرم دین کے مقدمہ نے پورا پورا سبق سکھا دیا تھا۔ جن مخالفوں نے ایک لئیم کے لفظ پر اس قدر زور مارا کیا اب وہ کچھ کم کریں گے؟ آئندہ ماشاءاللہ۔ ان کو تو خدا خدا کر کے ایسے موقعے ہاتھ لگتے ہیں۔ اب بھلا وہ کس طرح درگذر کریں؟ اصل مضمون میں یہ لفظ ہیں۔

''اس کی عورت پر لوگ یاری آشنائی کے الزام لگاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ اس کی زندگی میں بھی خراب ہو'

''یعقوب مسیحی سے میں نے یہ سنا تھا لیکن اب وہ انکاری ہے۔ اور ثبوت طلب کرتا ہے۔ یہی عیسائی اور مسلمان اس پر تلے ہوئے ہیں کہ عورت کی طرف سے فوجداری مقدمہ کروایا جائے۔ آج کل میں مقدمہ دائر کرنے والے ہیں۔ پیروی کے واسطے ایک بڑی کمیٹی مقرر ہوئی ہے۔ بظاہر ان کے باز رہنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ ۱۹/فروری کا الہام..........

''عورت کی چال۔ ایلی ایلی لما سبقتانی'' (91)

''شاید یہی چال نہ ہو۔ میں دین کے کام میں لڑنے اور تکلیف سے نہیں ڈرتا۔ صرف ناداری اور عیالداری کی وجہ سے خوف ہے۔ اس وقت میرے پاس کوئی سرمایہ نہیں جو مقدمہ میں کام آ سکے۔ اور مقدمہ کی ایک پیشی بھی سرمایہ بغیر بھگتی نہیں جا سکتی۔ اس لئے یہ مقدمہ میرے

لئے سخت ابتلاء ہے۔حضور خاص توجہ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ عورت کی شرّ سے بچالے۔ بھروسہ ہے تو صرف اس کی ذات بابرکات پر ہے۔نرے مادّی اسباب کارگرنہیں ہوا کرتے۔بواپسی جواب (سے) سرفراز فرماویں کہ کیا تجویز کی جائے۔کیونکہ آج کل میں مقدمہ جاری ہونے والا ہے۔

''دیگرعرض ہے کہ شیخ رحیم بخش صاحب کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ چراغ دین کی کتاب چھپوانے کے واسطے حضورؑ نے سخت تاکید کی ہے۔سوعرض ہے کہ میں مہتمم چھاپہ خانہ کے پاس اس غرض سے کئی دفعہ گیا ہوں۔اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اب چھپنے کی تجویز ملتوی ہوگئی ہے۔ان کے پاس روپیہ نہیں اور میں خود اس لئے نہیں چھاپتا کہ کوئی مفید کتاب نہیں۔ جو دست بدست فروخت ہوسکے۔آخر میں نے اسے بہت کچھ طمع وترغیب دے کر چھاپنے پر آمادہ کرلیا ہے۔کل لاگت کوئی ۵۰ یا ۶۰ روپیہ تک ہوگی۔جس کے ادا کردینے کے واسطے میں نے اس سے عہد کرلیا ہے۔کچھ کتب حق تصنیف میں دی جائیں گی۔اور کچھ کتب مہتمم چھاپہ خانہ کے نذر ہوں گی۔اگر خریدار پیدا ہوجائیں تو باقی ماندہ کتب فروخت کر کے لاگت کا کچھ حصہ وصول ہوسکتا ہے۔وہ نقلیں جو حضورؑ کی خدمت میں ارسال کی گئی تھیں۔وہ کاپی میں آگئی ہیں۔کچھ مسودہ ادھر ادھر منتشر ہے۔مہتمم چھاپہ خانہ اس کے جمع کرنے کی فکر میں ہے۔فیصلہ ہوجانے کے بعد ٹھیک فیصلہ کیا جائے گا۔دعا کریں کہ جیسے پہلے نقل حاصل کرنے میں خدا نے مجھے کامیاب کیا تھا۔ایسا ہی اب بھی کامیاب کرے۔جواب سے ممنون فرماویں۔عاجز کا بڑا بچہ اور منجھلے سے چھوٹا بیمار ہے۔اور عاجز کی اور عاجز کی بیوی کی صحت بھی درست نہیں ہے۔حضورؑ خاص توجہ سے دعا کریں کہ شافی مطلق پوری پوری صحت بخشے۔

والسلام

عاجز قاضی عبدالرحیم۔نقشہ نویس محکمہ نہر۔جموں''

مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۰۶ء

''میں نے اس میں کسی کی شکایت نہیں کی۔اور نہ ایڈیٹر صاحب پر شاکی ہوں۔جو کچھ مقدر ہوتا ہے۔ہوگذرتا ہے۔صرف اصلیت امر ظاہر کیا ہے۔''

حضور علیہ السلام نے اس خط پر اپنے دست مبارک سے رقم فرمایا:

''اس خط کو بہت محفوظ رکھا جائے اور اس کا جواب لکھ دیا جاوے کہ اب صبر سے خدا تعالیٰ پر توکل کریں۔دعا کی جائے گی۔والسلام مرزا غلام احمد عفی عنہٗ'' *

''اس مقدمہ کے متعلق یوں ہوا کہ عین اس تاریخ کو جس دن دعویٰ دائر ہونا تھا اور سب تیاری ہر طرح سے مکمل ہو چکی تھی۔اس دن علی الصبح پتہ لگا کہ وہ عورت اپنے آشنا کے ساتھ غائب ہو گئی اور اس طرح ان مخالفوں کی ساری کارستانی پر پانی پھر گیا۔اور میرے لئے

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبولیت دعا اور حضورؑ کی توجہ کی برکت کا ایک روشن نشان ظاہر ہوا۔کیونکہ شہر کے تمام غیر احمدی مخالفوں نے بڑی کامیابی کی امید رکھتے ہوئے۔اس منصوبہ کو کھڑا کیا تھا۔اور مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی دائر کرنے کے لئے قریباً پانچ صد روپیہ بھی فراہم کرلیا تھا۔لیکن وہ سب لوگ مع عیسائی معاون کے خائب و خاسر ہوئے۔ فاعتبرو ایا اولی الابصار۔''

حضرت مسیح موعودؑ کیا خوب فرماتے ہیں:

''میں یقیناً کہتا ہوں کہ ہمارا خدا وہ خدا نہیں جو اپنے صادق (بندہ) کی مدد نہ کر سکے۔بلکہ ہمارا خدا قادر خدا ہے۔جو اپنے بندوں اور.......... غیروں میں مابہ الامتیاز رکھ دیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر دعا بھی ایک فضول شے ہو۔''(92)

تیسرا نشان:

چراغ دین اور اس کے اہل و عیال کی تباہی کے یہ نشانات حضرت اقدسؑ کی مبارک زندگی میں ظاہر ہوئے۔ایک اور نشان اس کے چالیس بیالیس سال بعد ۱۹۴۷ء میں ظاہر ہوا۔آپ کے فرزند قاضی بشیر احمد صاحب سناتے ہیں کہ ہمارا مکان جو دارالبرکات شرقی میں تھا۔۱۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو حملہ کے باعث اسے چھوڑ کر ہمیں بورڈنگ تعلیم الاسلام ہائی سکول میں پناہ گزین ہونا پڑا۔دوسرے دن ایک سکھ نے جو میرا واقف تھا یہ پیشکش کی کہ کوئی ضروری چیز گھر سے لانی ہو تو میں آپ کی رفاقت کرتا ہوں۔آپ چلیں اور لے آئیں۔چنانچہ میں گیا۔اور جلدی میں وہ بستہ جس میں حضرت اقدسؑ کا یہ مکتوب اور دیگر مکتوبات اور دادا جانؓ اور والد ماجدؓ کے روزنامچے تھے اُٹھا لایا۔گویا حضرت اقدسؑ کے قلم مبارک سے جو یہ لفظ نکلے تھے کہ

''اس خط کو بہت محفوظ رکھا جاوے''

* مکتوبات احمدؑ یہ جلد ہفتم حصہ اول میں خاکسار نے اسے اول بار شائع کیا ہے۔بلکہ بلاک بھی درج کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص قدرت سے پورے کر دیئے۔ اور گو سارا گھر تو ہاتھ سے جاتا رہا۔ لیکن عجیب قدرت خداوندی نہ صرف یہ مکتوب بلکہ اس کے باعث دیگر مکتوبات اور روزنامچے بھی ضائع ہونے سے محفوظ رہے۔ سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ کیسی عجائب در عجائب قدرتوں کا مالک ہے۔ اس کے اذن کے بغیر ایک پتہ تک حرکت نہیں کر سکتا۔ جب محلّہ جات خالی ہو گئے تو آناً فاناً غیر مسلم مکانات میں گُھس گئے اور لاکھوں میں سے ایک مکان بھی بمشکل تھا کہ کوئی ایسی چیز محفوظ رہتی۔ اور پھر ان قیامت سا اور روح فرسا حالات میں کون کسی سکھ پر اعتبار کر کے گھر جا سکتا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی کہ اس نے ایک طرف وہ بستہ محفوظ رکھا۔ دوسری طرف اس سکھ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ وہ ایسی پیشکش کرے۔ تیسری طرف قاضی صاحب کے دل کو تقویت دی۔ اور ان کو تحریک کی کہ یہ پیشکش قبول کر لیں۔ میں اسے اللہ تعالیٰ کی خاص قدرت اس لئے کہتا ہوں کہ قاضی بشیر احمد صاحب گھر لوٹے اور صرف یہی بستہ اٹھا کر واپس آئے۔ جس میں مکتوب مذکور تھا۔ گویا اسے محفوظ رکھنے کے اسباب اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے۔ جو مسبّب الاسباب اور تمام قدرتوں کا مالک ہے۔ سوذوالعجائب خداوند کریم نے چراغ دین کے تعلق میں ایک جدید رنگ میں ہمارے ازدیاد ایمان کا سامان پیدا کر دیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

خاتمۃ الکتاب:

قیام جماعت سے تین سال قبل ۱۸۸۶ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بمقام ہوشیار پور اسلام کی سربلندی اور ترقی کیلئے بہت دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو قبول کرتے ہوئے آپ کی اولاد کے ذریعے اعلائے کلمۃ اللہ ہونے کی پیش خبری دی اور نہ صرف آپ کی اولاد بلکہ آپ کے خالص محبّوں کو بھی برکات دینے اور معاندین کو ناکام کرنے کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ اس وحی الٰہی کا ایک حصہ یہ ہے۔

> ''اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی اور نامرادی میں مریں گے .... میں تیرے خالص اور دلی محبّوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا۔ اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔ اور ان میں کثرت بخشوں گا اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے۔ جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔ خدا انہیں نہیں بھولے گا۔ اور فراموش نہیں کرے گا۔ اور وہ علی حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے۔'' (93)

قارئین کرام! اس کتاب کے ختم کرنے سے پہلے میں اس پُرعظمت وجلال وعدہ اور پُر ہیبت وعید کی طرف آپ کی توجہ منعطف کرتا ہوں جو آپ اوراق سابقہ میں مطالعہ فرما چکے ہیں۔ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَ غْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اورِاِنّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ وَ اِنّیْ مُعِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِعَانَتَکَ کےنشانات کس طرح حیرت انگیز طور پر پورے ہوئے۔خود حضرت قاضی ضیاءالدین صاحبؓ کے خاندان میں قاضی ظفرالدین اوران کے اقارب معاندین میں شامل تھے۔حضرت اقدسؑ نے قاضی ظفرالدین اوربعض دیگر دشمنان سلسلہ کےمتعلق اپنی عربی نظم میں تحریرفرمایا تھا کہ میں ان کے سر میں تکبّر کے کیڑے دیکھتا ہوں اوراگر خدا چاہےتو وہ کیڑے نکال دے گا۔ اور ان کو جڑھ سے اکھاڑ دے گا۔(94)

نیز فرمایا تھا کہ:

''اگر اب بھی مخالفوں نے عمداً کنارہ کشی کی تو نہ صرف دس ہزارروپے کے انعام سےمحروم رہیں گے بلکہ دس لعنتیں انکا ازلی حصہ ہوگا۔''(95)

یہ نشان آپ کے ملاحظہ میں آ چکا ہے کہ کس طرح قاضی ظفرالدین کے خاندان کے ایک ایک فرد کو ذلت وخواری سے سابقہ پڑا۔اور وہ موردقہر وعتاب الٰہی ہوئے اوراللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ کا مقابلہ کرنے کی پاداش میں اس گھرانہ کا استیصال کر کے اس کا نام ونشان تک صفحہٴ ہستی سے مٹادیا۔اور انہیں گذشتہ انبیاء کے مکذّبین کی طرح فَتِلْکَ بُیُوْتُھُمْ خَاوِیَۃٌ کا عبرت انگیز مرقع بنادیا۔فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار!

اس خاندان کا جوحصہ حضرت اقدسؑ کے''خالص اوردلی محبّوں میں شامل ہوا۔اللہ تعالیٰ نے اس کو خاص برکات و فیوض عطا کئے۔اور خدمات اسلام کی نمایاں توفیق عطا کی۔اس گروہ میں ہمیشہ خشیۃ اللہ تقوٰی اللہ۔للّٰہیت۔عشق الٰہی۔اَلْحُبُّ وَ الْبُغْضُ لِلّٰہِ۔مسابقت فی الخیرات۔انفاق فی سبیل اللہ۔ دنیا سے بے رغبتی۔غرضیکہ اسلامی مناقب اوراخلاق اوراللہ تعالیٰ کا زندگی بخش تعلق اوراس کےنشانات اورقرون اولیٰ کے مسلمانوں کے سے''اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ'' کےمطابق شاندار نمونے سامنے آتے ہیں۔

حضرت قاضی ضیاءالدین صاحبؓ حضرت اقدس علیہ السلام کے ساتھ حضورؑ کے دعویٰ سے بھی چار سال پہلے وابستہ ہو چکے تھے۔اورانتہائی عقیدت رکھتے تھے۔پھر دعویٰ کے آغاز ہی پر اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن میں شامل ہونے کا آپ کو شرف حاصل ہوا۔آپ اورآپ کے دونوں بیٹوں کو۳۱۳ صحابہ کے مقدس گروہ میں شمار ہونے کی فضیلت حاصل ہوئی اور مالی اورتبلیغی جہاد کی توفیق پائی۔حضورؑ نے بتاکید آپ کو ہجرت کی تلقین فرمائی۔چنانچہ آپ

ہجرت کر آئے اور دارالامان کی بابرکت بستی اور حضرت امام الزمانؑ کی روح پرور اور ایمان افزا مجالس سے مستفیض ہوتے رہے اور آپ کی روحانی حالت روز بروز ترقی کرتی گئی۔ اور آپ کی وفات سے قبل حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کوآپ کی نیک عاقبت اوراللہ تعالیٰ کی رضاء کےحصول کی اطلاع دی گئی۔ چنانچہ حضوراپنی کاپی میں ۹/جنوری ۱۹۰۴ء کےتحت ذیل کی رؤیا لکھتے ہیں:

''میں نے دیکھا کہ گویا مبارک کے بدن پر کچھ لرزہ ہے۔ میں اس کو گولی دینا چاہتا ہوں اور باہر قاضی ضیاء الدین کھڑا ہے۔ میں چاہتا ہوں اس کو ایک روپیہ شیرینی لانے کے لئے دوں۔'' (96)

اس رؤیا میں بتایا گیا تھا کہ صاحبزادہ مبارک احمد صاحب کی عمر ابھی باقی تھی۔ گویا ان کی صحت کیلئے دوائی دی جاسکتی تھی۔ (چنانچہ صاحبزادہ صاحب اس کے بعد قریباً پونے چارسال تک زندہ رہے۔ اور ۱۶ستمبر ۱۹۰۷ءکوفوت ہوئے) لیکن قاضی صاحب کوصحت اور زندگی کے لئے کوئی گولی نہ دی گئی۔ کیونکہ ان کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ ہاں یہ خبر دی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کےنزدیک آپ کوحلاوتِ ایمان حاصل ہے۔ اورآپ کا انجام خیر (شیریں) اور عاقبت نیک اور محمود ہوگی۔ چند ماہ بعد قاضی صاحب مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ تو آپ کی درخواست دعا موصول ہونے پر حضرت اقدسؑ نے آپ کی صحت کیلئے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ آپ وفات پا چکے ہیں۔ یہ خبر ایسے الفاظ میں ہے کہ جن سے ترحم اور شفقت مترشح ہوتی ہے۔

یہ مقدس اور پاک گروہ 'خالص اور دلی محبّوں' کی وحی الٰہی کا اوّلین مصداق تھا اور حضورؑ ان کی تطہیر وتزکیہ کیلئے دست بدعا رہتے تھے اور ان کی تربیت بھی فرماتے تھے۔ یہ احباب برگزیدہ مسیح سے تازہ بتازہ وحی الٰہی سنتے اور زندہ معجزات وخوارق کا مشاہدہ کرتے تھے۔ بلکہ ان کے اپنے نفوس۔ خاندانوں اور وطنوں میں بھی ایسے معجزات ظاہر ہوتے تھے۔ اوران کے ازدیادایمان اوراغیار پر حُجّت کا باعث ہوتے تھے۔ یہی وہ بزرگ تھے جو **وَ آخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ** کی آیت کے مصداق تھے۔ ان کی قربانیاں اور بےغرضانہ خدمات اوراللہ تعالیٰ اوراس کے رسولؐ کے ساتھ والہانہ عشق ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا مثیل ثابت کرتا ہے۔ ان کا پاک نمونہ قیامت تک راہ سلوک طے کرنے والوں کیلئے مشعل راہ کا کام دے گا۔ اے اللہ! تو اس پاک گروہ پر اپنے بے شمار فضل نازل فرما۔ اور ہمیں ان کا سچا جانشین بنا۔ آمین۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. آمِیْن ثُمَّ آمِیْن.

حوالہ جات

۱) الحکم ۳۴۔۵۔۷

۲) ترجمہ از ریویو آف ریلیجنز انگریزی بابت ستمبر ۱۹۲۸ء

۳) طبع اول ص ۱۵۳، ۱۵۴

۴) آئینہ کمالات اسلام

۵) حیات احمد ۲۴۸۔۲۴۹

۶) ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۱

۷) ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۱

۸) الفضل ۵۲، ۵۔۱۴

۹) نزول المسیح ص ۱۹۰۔۱۹۱

۱۰) نزول المسیح ص ۱۹۰

۱۱) آئینہ کمالات اسلام ص ۲۸۹۔۲۹۱

۱۲) تذکرہ طبع ۱۹۶۹ء حاشیہ ص ۹۰، ۹۱

۱۳) الفضل ۱۴/ مئی ۱۹۵۲ء

۱۴) الحکم ۷/ مئی ۱۹۳۴ء

۱۵) رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۴ تا ۱۲ بابت ۱۸۹۰ء

۱۶) فتویٰ در تکفیر منکر عروج جسمی و نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ مطبوعہ ۱۳۱۱ھ در مطبع محمدی واقع مدراس طبع اول ص ۶۶۔۶۷

۱۷) اظہار مخادعہ مسیلمہ قادیانی بجواب اشتہار مصالحت پولیس ثانی الملقّب بہ کشف الغشاء من ابصار اہل العمیٰ ۱۳۱۹ھ، ۱۹۰۱ء

۱۸) حقیقۃ الوحی ص ۲۳۸

۱۹) الحکم ۱۹۰۱ء /۴/ ۱۷

۲۰) مکتوبات احمدیہ جلد ہفتم حصہ اول

۲۱) الحکم ۳۴/ ۵/ ۷

۲۲) مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر پنجم مکتوب نمبر ۶۶ ص ۱۸۹

۲۳) مکتوبات احمدیہ جلد ہفتم حصہ اول

۲۴) سورہ البقرہ آیت ۲۸۳

۲۵) تذکرہ طبع ۱۹۶۹ء ص ۶۶۱

۲۶) تذکرہ طبع ۱۹۶۹ء ص ۲۴۲

۲۷) تذکرہ طبع ۱۹۶۹ء ص ۲۴۲

۲۸) تذکرہ طبع ۱۹۶۹ء ص ۶۳۱

۲۹) تذکرہ طبع ۱۹۶۹ء ص ۲۰۴

۳۰) تذکرہ طبع ۱۹۶۹ء ص ۱۳۷

۳۱) تذکرہ طبع ۱۹۶۹ء ص ۷۸۶

۳۲) الحکم ۳۴/۵/۷

۳۳) الحکم ۱۹۰۱/۴/۱۷ ص ۱۶

۳۴) الحکم ۱۹۰۱/۷/۱۷ ص ۱۶

۳۵) الحکم ۱۹۰۲/۵/۳۱ ص ۲ حاشیہ

۳۶) الحکم ۲۱ فروری ۱۹۳۶ء

۳۷) الحکم جلد ۱۸ نمبر ۱

۳۸) منصب خلافت و الفضل جلد ۱ نمبر ۴۵ ب

۳۹) الفضل ۱۹۳۱/۱/۲۷

۴۰) درثمین۔ مناجات اور تبلیغ حق

۴۱) ہفت روزہ الرحمت مورخہ ۵۰/۱۱/۲۰ ص ۱۲

۴۲) مکتوبات احمدیہ جلد ہفتم حصہ اول

۴۳) نکاح کا اعلان الحکم مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۰۸ء میں مندرج ہے۔

۴۴) الحکم ۱۹۲۰/۱۲/۷ ص ۲

۴۵) رپورٹ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ بابت ۴۳۔۱۹۴۲ء ص ۵۵

۴۶) الفضل ۲۳ اکتوبر ۱۹۲۳ء

۴۷) الفضل ۱۵ مارچ ۱۹۲۳ء

۴۸) الحکم مورخہ ۲۳/۳/۲۸

۴۹) الحکم ۷ تا ۱۴/ اپریل ۱۹۲۳ء

۵۰) الفضل ۲۳/ ۸/ ۱۴

۵۱) ملخص از الفضل ۲۳/ ۸/ ۱۴

۵۲) الحکم ۲۴/ ۱/ ۲۱

۵۳) الحکم ۲۴/ ۲/ ۲۱ ص ۷

۵۴) رپورٹ قاضی صاحب مندرجہ الحکم ۲۴/ ۳/ ۱۴ ص ۵

۵۵) الحکم ۱۴ فروری ۱۹۲۴ء

۵۶) الحکم ۲۴/ ۴/ ۲۱ ص ۶

۵۷) الحکم ۲۸/ اگست و ۷ ستمبر ۱۹۱۵ء

۵۸) الحکم ۲۱ اکتوبر ۱۹۱۵ء

۵۹) الفضل ۱۵/ ۹/ ۹ زیر مدینۃ المسیح

۶۰) الحکم ۲۸/ اگست و ۷ ستمبر ۱۹۱۵ء

۶۱) الحکم ۱۸/ ۷/ ۲۸

۶۲) الفضل ۱۹/ ۱۲/ ۴

۶۳) الفضل ۵۷/ ۷/ ۱۳

۶۴) الفضل ۵۸/ ۱/ ۲۶

۶۵) الحکم ۱۸/ ۸/ ۲۸

۶۶) الحکم ۲۱/ ۲۸ مئی ۱۹۲۳ء ص ۳

۶۷) الفضل ۵۷/ ۹/ ۱۷

۶۸) الفضل ۵۷/ ۱۰/ ۵

۶۹) الفضل ۵۵/ ۹/ ۲۷ ص ۲

۷۰) اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء ص ۱

۷۱) تذکرہ طبع ۱۹۶۹ء ص ۶۷

۷۲) الحکم ۳۴/ ۵/ ۷ ص ۳

۷۳) الحکم مورخہ ۱۸۹۹/ ۱۱/ ۱۷ ص ۶

۷۴) الحکم۲۱ فروری۱۹۳۶ء

۷۵) بروایت قاضی عبدالسلام صاحب

۷۶) الحکم ۱۴/۲/۳۶

۷۷) تذکرہ طبع ۱۹۶۹ء صفحہ ۸۱۶

۷۸) سیرۃ المہدی روایت نمبر ۱۴۴

۷۹) آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۸، ۵۶۹

۸۰) اشتہار وغیرہ بحوالہ ایام صلح اُردو ص ۱۱۹ تا ۱۲۲

۸۱) مکتوبات جلد پنجم حصہ اول ص ۱۳

۸۲) الحکم مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۳ء

۸۳) الحکم ۱۷/۳/۱۹۰۳

۸۴) تبلیغ رسالت حصہ نہم

۸۵) اعجاز احمدی ص ۴۹

۸۶) اعجاز احمدی ص ۹۰

۸۷) تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۶۴ تا ۱۶۶

۸۸) تذکرہ مطبوعہ ۱۹۶۹ء ص ۴۲۴

۸۹) بدر مورخہ ۱۲/ اپریل ۱۹۰۶ء

۹۰) بدر مورخہ ۱۹/ اپریل ۱۹۰۶ء

۹۱) تذکرہ طبع ۱۹۶۹ء ص ۵۹۰-ص ۶۰۵

۹۲) الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۲ء

۹۳) اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء

۹۴) اعجاز احمدی صفحہ ۴۹

۹۵) ایضاً صفحہ ۹۰

۹۶) تذکرہ ص ۵۰۳ طبع ۱۹۶۹ء

اشاریہ

اصحابِ احمد جلد ششم

مرتبہ۔عبدالمالک

اسماء

ن

و

ی

مقامات